سیرۃ
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

طالب الہاشمی

حرا پبلی کیشنز
اردو بازار، لاہور

سیرت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

طالب الہاشمی

حرا پبلی کیشنز
اردو بازار لاہور

marfat.com

(جملہ حقوق بحقِ مؤلف محفوظ ہیں)

نام کتاب : ـــــ سیرت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مؤلف : ـــــ طالب الہاشمی

بار اوّل ستمبر ۱۹۹۳ء

تعداد ـــــ ایک ہزار

مطبع : ـــــ میٹرو پرنٹرز ، لاہور

ناشر : شفیق الاسلام فاروقی۔ حرا پبلی کیشنز فضل الٰہی مارکیٹ
ـــــ اردو بازار لاہور

کتابت : محمد حفیظ قریشی وحیدو والی (ڈسکہ) سیالکوٹ

قیمت : ـــــ ۸۴ روپے

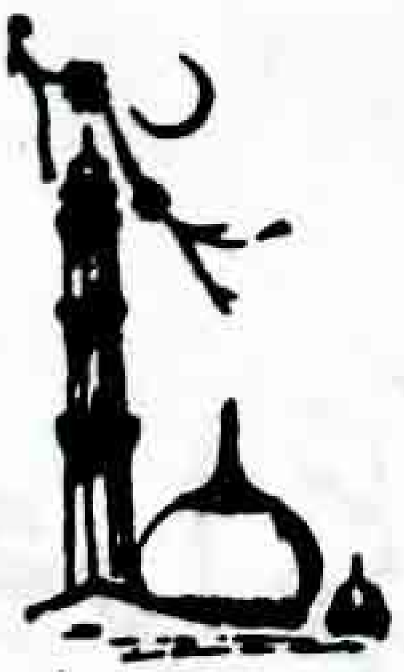

marfat.com

ترتیب

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱	انتساب ــــــــ طالب الہاشمی	۱۱
۲	تعارف ــــــــ پروفیسر ڈاکٹر عبدالغنی فاروق صاحب	۱۳
۳	مقدمہ ــــــــ از مؤلف	۱۶
۴	**نام و نسب**	۳۱
	نام	۳۱
	سلسلۂ نسب	۳۱
	خاندان/قبیلہ	۳۳
	دَوس کی جائے سکونت	۳۵
	کنیت ابوہریرہ کی وجہ تسمیہ	۳۷
	ولادت	۳۸
	بچپن سے جوانی تک	۳۸

marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۵	**قبیلۂ دوس کے اوّلین مسلمان**	۴۰
	حضرت مُعَیقیبؓ بن ابی فاطمۃ الدوسی	۴۰
	حضرت اُمِّ شریک دوسیہؓ	۴۱
	حضرت طفیل بن عمرو دوسیؓ	۴۲
	حضرت ابوہریرہؓ کا قبولِ اسلام	۴۷
۶	**وطن سے ہجرت**	۴۹
	مدینہ منوّرہ میں وُرُود	۵۰
	بارگاہِ رسالت میں حاضری	۵۱
	غزوۂ خیبر میں شرکت	۵۳
	خیبر سے مراجعت کے بعد	۵۹
۷	**عہدِ رسالت میں حضرت ابوہریرہؓ کے شب و روز**	۶۲
	اصحابِ صُفّہ	۶۳
	حضرت ابوہریرہؓ کی صعوبت کشی	۷۷
	رسولِ اکرمؐ کی والہانہ خدمت	۸۵
	والدہ کا قبولِ اسلام	۸۷
	والدہ کا ادب و احترام	۸۹
	والدہ سے تعلقِ خاطر	۸۹

marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	عمرۃ القضاء میں شرکت	۹۲
	بحرین کا سفر	۹۴
	حج اکبر ۹ سنہ ہجری	۱۰۲
	حجۃ الوداع میں رسولِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہمرکابی	۱۰۵
۸	**حضرت ابوہریرہؓ میدانِ جہاد میں**	۱۰۷
	(عہدِ رسالت)	۱۰۷
	غزوۂ وادی القریٰ	۱۰۷
	غزوۂ ذات الرّقاع	۱۰۸
	غزوۂ فتح مکّہ	۱۱۰
	غزوۂ حنین	۱۱۰
	غزوۂ تبوک (جیشِ عسرۃ)	۱۱۱
	بعض سرایا میں شرکت	۱۱۲
	(عہدِ رسالت کے بعد)	
	عہدِ صدیقی ۔ (فتنۂ ارتداد کے استیصال میں حصّہ)	۱۱۳
	عہدِ فاروقی ۔ (جنگِ یرموک میں شرکت - آذر بائیجان اور آرمینیہ کے جہاد میں شرکت۔)	۱۱۵
	عہدِ عثمانی ۔ (آذر بائیجان اور آرمینیہ میں جہاد)	۱۱۸
۹	**عہدِ رسالت کے بعد حضرت ابوہریرہؓ کے شب و روز**	۱۲۳
	حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہدِ خلافت میں	۱۲۳

marfat.com

صفحہ	عنوان	نمبر شمار
۱۲۴	حضرت عمرِ فاروقؓ کے عہدِ خلافت میں	
۱۲۸	امارتِ بحرین	
۱۲۹	بحرین سے واپسی کے بعد	
۱۳۲	حضرت عثمانِ غنیؓ کے عہدِ خلافت میں	
۱۳۳	حضرت علیؓ کے عہدِ خلافت میں	
۱۳۴	امیر معاویہؓ کے دَورِ خلافت میں	
۱۳۴	امارتِ مدینہ	
۱۳۵	حضرت ابوہریرہؓ بحیثیتِ قاضی	
۱۳۷	وادیٔ سینا کا سفر	
۱۴۲	**سفرِ آخرت**	۱۰
۱۴۲	مرض الموت	
۱۴۴	آخری وصیت	
۱۴۵	وفات	
۱۴۵	جنازہ اور تدفین	
۱۴۵	سالِ وفات اور عمر	
۱۴۸	پسماندگان سے حسنِ سلوک	

marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
⑪	**مخصوص ذاتی حالات**	۱۴۹
	حلیہ	۱۴۹
	لباس	۱۴۹
	خانگی زندگی	۱۵۰
	اولاد	۱۵۳
⑫	**اخلاق وعادات**	۱۵۷
	خشیتِ الٰہی اور خوفِ آخرت	۱۵۷
	حُبّ رسولؐ	۱۶۰
	اتباعِ سُنّت	۱۶۲
	شغفِ عبادت	۱۶۶
	فقر وعفاف	۱۶۸
	سادگی	۱۶۹
	عبرت پذیری	۱۶۹
	حق گوئی	۱۷۰
	حسنِ معاشرت	۱۷۱
	فیاضی اور سیر چشمی	۱۷۲
	خوش مزاجی (زندہ دلی)	۱۷۳
	جوشِ عقیدت	۱۷۴

marfat.com

صفحہ	عنوان	نمبر شمار
۱۷۷	حضرت ابوہریرہؓ کی علمی زندگی	۱۳
۱۷۹	وسعتِ علم	
۱۸۰	مرویاتِ ابی ہریرہؓ کی تفصیل	
۱۸۲	اساتذہ	
۱۸۲	رواۃ و تلامذہ	
۱۸۵	اشتیاقِ حدیث (واقعۂ نعلین)	
۱۹۳	اشاعتِ حدیث	
۱۹۸	صیانتِ حدیث	
۲۰۰	کثرتِ روایت کا پس منظر	
۲۰۴	غیر معمولی قوتِ حافظہ	
۲۰۷	حافظہ کا امتحان	
۲۰۹	بعض احادیث کا اخفاء	
۲۱۳	حدیث کی تحریر و کتابت	
۲۱۷	مرویاتِ ابی ہریرہؓ کی کتابت	
۲۲۱	صحیفۂ ہمام بن منبہ	
۲۲۲	مُسندِ ابی ہریرہؓ	
۲۲۳	حضرت ابوہریرہؓ کی روایات میں اَصَحُّ الطُّرُق	
۲۲۵	حضرت ابوہریرہؓ بحیثیت مفتی	
۲۲۹	حضرت ابوہریرہؓ کی فقاہت	

marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۴	حضرت ابوہریرہؓ کا مقام و مرتبہ	۲۳۲
۱۵	حضرت ابوہریرہؓ پر افترا	۲۴۲
	عظمت صحابہؓ	۲۴۳
	عدالتِ صحابہؓ	۲۴۵
	احادیث کی جانچ پڑتال	۲۴۶
	حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت کعب احبارؒ	۲۵۴
	کچھ اور اعتراضات اور اُن کا ابطال	۲۶۰
	صحیحین سے منتخب	
۱۶	حضرت ابوہریرہؓ کی ایک سو مرویات	۲۷۹
۱۷	حضرت ابوہریرہؓ کی چند اور مرویات	۳۱۰
۱۸	کتابیات	۳۱۹

marfat.com

فہرست اہم حواشی

نمبر شمار	عنوان/مضمون	صفحہ	نمبر شمار	عنوان/مضمون	صفحہ
۱	قحطانی قبائل	۳۴	۱۳	حضرت حبیبؓ بن مسلمہ فہری	۱۲۱
۲	عدنانی قبائل	۳۴	۱۴	حضرت قدامہؓ بن مظعون جمحیؓ	۱۲۵
۳	جبال العسیر	۳۵	۱۵	حضرت جارودؓ بن عمرو عبدی	۱۲۶
۴	جبال الیمن	۳۶	۱۶	حضرت کعب احبارؒ	۱۳۷
۵	حضرت طفیلؓ بن عمرو کا	۴۴	۱۷	حضرت عبداللہؓ بن سلام	۱۳۹
	ذوالنورؓ کے لقب سے مشہور ہونا		۱۸	حضرت ابوسلمہؓ بن عبدالرحمنؓ	۱۴۲
۶	حضرت ابانؓ بن سعید اموی	۵۴	۱۹	حضرت عتبہؓ بن غزوان	۱۵۱
۷	سانحہ بئر معونہ	۷۴	۲۰	حضرت سعیدؒ بن مسیبؒ	۱۵۴
۸	منذر بن ساویؓ	۹۴	۲۱	حدیثِ مضطرب	۲۱۳
۹	حضرت علاء بن عبداللہ حضرمی	۹۵	۲۲	حدیثِ موقوف	۲۱۳
۱۰	حضرت عمروؓ بن طفیلؓ	۱۱۶	۲۳	حضرت ہمام بن منبہؒ	۲۲۱
۱۱	حضرت عبدالرحمن بن ربیعہ باہلی	۱۱۷	۲۴	حضرت فضلؓ بن عباسؓ	۲۲۸
۱۲	حضرت سعیدؓ بن عاص اموی	۱۱۹	۲۵	حضرت بشیرؓ بن سعد انصاری	۲۵۸

marfat.com

انتساب

حبیبِ مکرّم جناب **شفیق الاسلام** فاروقی صاحب

کے

نام

جنہوں نے گزشتہ چالیس سال کے دوران نام و نمود، شہرت اور کسی دُنیوی نفع کی خواہش کے بغیر نہایت خاموشی کے ساتھ جس جذبے خلوص، لگن اور تندہی کے ساتھ دین کی خدمت کی، دورِ حاضر میں اس کی مثال ملنا محال ہے۔ ان کی دشوار گزار راہِ عمل میں قدم قدم پر سنگلاخ گھاٹیاں اور خار دار جھاڑیاں تھیں لیکن ان کا جوشِ ایمان اور جذبۂ صادق راہ کی کسی مشکل کو خاطر میں نہ لایا اور وہ کئی دور دراز ممالک کے قید خانوں میں سالہا سال سے محبوس غیر مسلم قیدیوں کو طویل خط و کتابت کے ذریعے مسلسل دعوتِ دین دیتے رہے یہاں تک کہ ان میں سے بہت سے سلیم الفطرت قیدی حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے اور خود اسلام کے مُبلّغ بن گئے۔ اس کے علاوہ ان کی تبلیغی مساعی کی دولت بہت سے بے عمل مسلمان نوجوان راہِ ہدایت پر گامزن ہو گئے اور تبلیغِ حق کو اپنی زندگی کا محور بنا لیا ـــــ جناب شفیق الاسلام فاروقی صاحب اپنی دُھن کے

marfat.com

کے پکے ہیں اور اپنے مشن کی تکمیل میں برابر مصروف ہیں۔ اس سلسلے میں انہوں نے محض رضائے الٰہی کی خاطر اپنے وقت اور مال کی قربانی دی اور جس طرح اپنی توانائیوں اور صلاحیتوں کو اس کارِ خیر میں صَرف کیا وہ بڑے بڑے تبلیغی اداروں کے لیے باعث رشک ہے۔

ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ اگر کسی مسلمان کی تبلیغ سے ایک شخص کو بھی ہدایت نصیب ہو جائے تو یہ اس تبلیغ کرنے والے مسلمان کے لیے دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے۔

اس حدیثِ پاک کے پیشِ نظر میری صدقِ دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جناب شفیق الاسلام فاروقی صاحب کی تبلیغی مساعی کو قبول فرمائے اور انہیں اُن کے لیے توشۂ آخرت بنا دے۔ آمین ثم آمین۔

ناچیز

طالب الہاشمی غفرلہٗ

۱۱-۷-۱۹۹۳

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف

از

(پروفیسر ڈاکٹر عبدالغنی فاروق صاحب ایم۔اے پی ایچ ڈی)

حامداً و مصلیاً

محسنِ انسانیت رحمتِ عالم خاتم الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم (فداہُ امی وابی وروحی) کے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین وہ نفوسِ قدسی ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کے بعد چشمِ فلک نے ان سے بہتر و برتر کوئی مخلوق نہیں دیکھی۔ صبر و استقامت، شجاعت و شہامت، جانبازی و سرفروشی، فقر و عفاف، زہد و اتقا، استغناء و قناعت، دیانت و امانت، صدق و عدالت، ایثار و مروّت، انکسار و تواضع، حلم و تحمل، علم و عمل، ایمان و اخلاص اور تفقہ فی الدین غرض اخلاقِ فاضلہ کا کوئی پہلو ایسا نہیں تھا جو ان میں پوری شان کے ساتھ موجود نہ ہو۔ قرآنِ پاک میں ان مقدس ہستیوں کے اوصاف جابجا بیان کیے گئے ہیں اور ان کو کھلے لفظوں میں جنّت کی بشارت دی گئی ہے۔ فی الحقیقت اُن کے نقوشِ سیرت، قوّتِ ایمانی اور دینی جذبہ کے ایسے قوی سرچشمے ہیں جن کی بدولت یہ اُمّت فوز و فلاح کے راستے پر گامزن ہو سکتی ہے۔ کتاب اللہ اور سُنّت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہی نفوسِ قدسی کے واسطہ سے ہم تک پہنچی ہے۔ مبارک ہیں وہ اہلِ علم جن کو

marfat.com

ان مقدس ہستیوں کی سیرت نگاری کی توفیق نصیب ہوئی ــــــ ہمارے محترم بزرگ جناب طالب الہاشمی بھی ان سیرت نگاروں میں شامل ہیں۔ علمی اور دینی حلقوں میں اُن کا نام اور کام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو سیرت نگاری کا خاص ملکہ عطا فرمایا ہے۔ پھر ان کی دینی فکر ــ اور خیر پسندی نورٌ علیٰ نور ــــــ وہ اب تک تقریباً ایک ہزار صحابہ کرامؓ اور صحابیاتؓ کے سیر و سوانح قلمبند کر چکے ہیں، جو کئی ہزار صفحات پر محیط ہیں۔ ان کے علاوہ وہ تاریخ اسلام کی بیسیوں دوسری اہم شخصیتوں پر بھی قلم اٹھا چکے ہیں اور تاریخ و سیرت کے موضوع پر ان کی پچاس سے زیادہ تالیفات اب تک منصۂ شہود پر آچکی ہیں۔ اگر کہا جائے کہ اس معاملے میں کم از کم اردو زبان میں ان کا کوئی شریک و سہیم نہیں تو اس میں کوئی مبالغہ نہیں ہوگا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ عربی زبان میں سیر الصحابہ کے موضوع پر لکھی گئی کتابوں میں سے کچھ کا ترجمہ اردو زبان میں ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ دارالمصنفین اعظم گڑھ اور ندوۃ المصنفین دہلی جیسے وقیع ادارے سیر الصحابہ اور اسلامی تاریخ کے موضوع پر کئی فاضل بزرگوں کی گرانقدر تالیفات شائع کر چکے ہیں۔ لیکن اس موضوع پر جناب طالب الہاشمی کی تالیفات اسلوبِ نگارش، تفصیل و تاثیر اور تعدادِ صحابہ و صحابیات کے اعتبار سے اپنا ایک الگ مقام رکھتی ہیں اور پھر جب ہم دیکھتے ہیں کہ یہ کام جناب طالب الہاشمی نے اپنی گوناگوں مصروفیات اور ہجومِ مصائب و آلام میں گھرے ہونے کے باوجود حکومت یا کسی ادارے کی مدد کے بغیر تنِ تنہا سرانجام دیا ہے تو بے اختیار ان کے لیے عمقِ قلب سے دعائیں نکلتی ہیں۔ بلاشبہ وہ اپنی ذات میں ایک انجمن یا ادارہ ہیں۔

زیرِ نظر کتاب ان کے لکھے ہوئے سلسلہ سیر الصحابہ و صحابیات کی تازہ ترین کڑی ہے۔ اس میں انہوں نے حدیث کے سب سے بڑے حافظ

marfat.com

اور راوی سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالاتِ زندگی نہایت تحقیق و تفحص کے ساتھ قلمبند کیے ہیں۔ ان میں انہوں نے صاحبِ سیرت کی زندگی کے ہر گوشے کو نمایاں کیا ہے اور سیرت نگاری کا حق ادا کر دیا ہے۔

ان کی زبان شستہ اور رواں، طرزِ نگارش سادہ مگر دلکش اور سلجھا ہوا ہے۔ انہوں نے جہاں اطناب کی ضرورت ہے اطناب سے اور جہاں ایجاز کی ضرورت ہے وہاں ایجاز سے کام لیا ہے۔ کوئی بات بغیر حوالے کے بیان نہیں کی اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بعض بر خود غلط لوگوں کے لایعنی اعتراضات کا ابطال بھی بڑے مدلل اور نپے تُلے انداز میں کیا ہے۔

کتاب کے آخر میں انہوں نے صحیحین اور بعض دوسری کُتُبِ حدیث سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقریباً ڈیڑھ سو مرویات بھی منتخب کر کے شامل کر دی ہیں۔ اس طرح یہ کتاب ایک چھوٹا سا گلدستۂ حدیث بھی بن گئی ہے اور اس کی افادیت میں اضافہ ہو گیا ہے۔

میں اس بلند پایہ کتاب کی تالیف پر جناب طالب الہاشمی کو ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس علمی کاوش کو قبول فرما کر خواص و عوام کو اس سے استفادہ کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین!

عبدالغنی فاروق

۱۰-۷-۱۹۹۳ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدّمہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اس ذاتِ بے ہمتا کا کما حقہٗ شکر ادا کرنے سے زبان عاجز ہے جس نے اپنے فضلِ خاص سے مجھ جیسے ہیچمدان کو ان نفوسِ قدسی کی سیرت نگاری کی توفیق بخشی جن سے انبیاء علیہم السّلام کے بعد بہتر کسی انسان پر آفتاب طلوع نہیں ہوا۔ اس سلسلے میں اب تک اللہ تعالیٰ نے اپنے اس حقیر بندے کو مندرجہ ذیل کتابیں تالیف کرنے کی سعادت نصیب فرمائی ہے:

١۔ تیس ۳۰ پروانے شمع رسالتؐ کے۔

٢۔ خیر البشرؐ کے چالیس ۴۰ جاں نثارؓ۔

٣۔ سرورِ کائناتؐ کے پچاس ۵۰ صحابہؓ

٤۔ آسمانِ ہدایت کے ستر ۷۰ ستارےؓ

٥۔ رحمتِ دارینؐ کے سو ۱۰۰ شیدائیؓ

٦۔ فوز و سعادت کے ایک سو پچاس ۱۵۰ چراغؓ

٧۔ حبیبِ کبریاؐ کے تین سو ۳۰۰ اصحابؓ

٨۔ یہ تیرے پُراسرار بندے۔

٩۔ سیرت خلیفۃ الرسول سیدنا صدیقِ اکبرؓ

marfat.com

۱۰- سیرت حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ
۱۱- سیرت حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص
۱۲- سیرت حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ
۱۳- سیرت حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا
۱۴- تذکارِ صحابیات رضی اللہ عنہن
۱۵- وفودِ عرب بارگاہِ نبوی میں (اس میں بھی بہت سے صحابہؓ کے حالات آگئے ہیں)

زیرِ نظر کتاب "سیرت حضرت ابوہریرہؓ" اس سلسلۃ الذہب کی سولھویں کڑی ہے۔ سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہماری تاریخ کی نہایت قدآور شخصیت ہیں۔ اُن کے شرف و مجد کے بارے میں اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ وہ محسنِ انسانیت، رحمتِ دارین، دانائے کونین، خاتم الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی مقدس جماعت کے ایک معزز رکن تھے۔ ان کی شخصیت اس اعتبار سے امتیازی شان کی حامل ہے کہ وہ اُمتِ مسلمہ کے سب سے بڑے راویٔ حدیث ہیں۔ ان سے پانچ ہزار تین سو چوہتر (۵۳۷۴) احادیث مروی ہیں۔ یہ تعداد دوسرے کسی بھی صاحبِ رسول یا صحابیہؓ سے مروی احادیث کی تعداد سے زیادہ ہے۔ اکثر اربابِ سیر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جلالتِ قدر کا ذکر ان کی روایتِ حدیث ہی کے حوالے سے کیا ہے تاہم ان کی کتابِ سیرت کے دوسرے پہلو بھی کچھ کم روشن نہیں مثلاً حُبِّ رسولؐ، خشیتِ الٰہی، عبادت و ریاضت، شوقِ جہاد، اتباعِ سنت، انکسار، مہمان نوازی، خوش مزاجی وغیرہ ——— میں نے اس کتاب میں امکان بھر تحقیق و تفحص کے بعد ان کی زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرنے کی کوشش کی ہے۔

جب میں نے یہ کتاب لکھنے کا ارادہ کیا اور اس سلسلے میں اپنے

marfat.com

بعض صاحب علم احباب سے مشورہ کیا تو ان میں سے کچھ نے اس خیال کا اظہار کیا کہ اس کتاب کو صرف انہی حلقوں میں پذیرائی حاصل ہو گی جو حدیث کی اہمیت اور حجیّت پر ایمان رکھتے ہیں۔ حدیث کے منکرین یا اس کو مناسب اہمیّت نہ دینے والے حلقوں میں یہ بار نہ پا سکے گی۔ اندریں صورت کسی دوسرے موضوع پر قلم اٹھاؤں تو مناسب ہوگا۔

میں نے عرض کیا کہ میرے لیے یہ بات بھی باعث صد سعادت ہوگی کہ اس کتاب کو حجیّتِ حدیث پر ایمان رکھنے والے حلقوں میں پذیرائی نصیب ہو جائے۔ اگر دوسرے حلقے اس کو پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھیں گے تو میرے نزدیک یہ بات چنداں اہمیّت نہیں رکھتی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو قرآنِ پاک کے بارے میں بھی فرمایا ہے کہ یہ مُنَزَّل مِن اللہ کتاب اُن لوگوں کے لیے (سرمایۂ) ہدایت ہے —— جو اہلِ تقویٰ ہیں (هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ)۔ اسی طرح سورۂ احزاب میں ارشاد ہوا ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا۔ (آیۃ - ۲۱)

(ترجمہ) درحقیقت تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسولؐ میں ایک بہترین نمونہ ہے اس کے لیے جو اللہ اور یومِ آخر کا امید وار ہو اور کثرت سے اللہ کو یاد کرے[۱]

اب جو لوگ صحابۂ کرامؓ کی عظمت، عدالت اور مقام و مرتبہ سے

---

[۱] یعنی اللہ سے غافل آدمی کے لیے تو رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی حیاتِ اطہر نمونہ نہیں ہے مگر اس شخص کے لیے ضرور نمونہ ہے جو اللہ کے فضل اور عنایات کا امیدوار ہو اور اس بات پر ایمان رکھتا ہو کہ آخرت آنے والی ہے جہاں اس کی بھلائی کا سارا انحصار اس بات پر ہو گا کہ دنیا میں اس نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے اسوۂ حسنہ پر کس حد تک عمل کیا ہے۔

marfat.com

آگاہ ہیں نہ حدیث کی اہمیت اور حجیّت کے قائل، اُن سے (ان ارشادات الٰہی کی روشنی میں) یہ توقع رکھنا عبث ہے کہ وہ اس کتاب کی پذیرائی کریں گے یا اس سے فائدہ اٹھا سکیں گے ــــــ ہاں اگر یہ کتاب صحیح الفکر مسلمانوں کے کسی بھی حلقے میں قدر و قیمت کی نگاہ سے دیکھی گئی تو میں سمجھوں گا کہ مجھے اپنے مقصد میں کامیابی حاصل ہو گئی۔

ان معروضات کے سُننے کے بعد میرے دوستوں نے میرا نقطۂ نظر بخوبی سمجھ لیا اور پھر وہ اس کتاب کی تکمیل تک برابر میری حوصلہ افزائی فرماتے رہے۔ الحمد للہ کہ کتابت، طباعت وغیرہ کے تمام مراحل طے کرنے کے بعد اب یہ کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ قارئین کرام سے مؤدّبانہ درخواست ہے کہ اس میں انہیں کوئی خامی یا سقم نظر آئے تو اس سے مجھے آگاہ فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔ اِن شاء اللہ آئندہ ایڈیشن میں مناسب ترمیم و تصحیح کر دی جائے گی۔

اس سے پہلے کہ سیدنا حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہٗ کے تذکرے کا آغاز کیا جائے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں حدیث کی اہمیت اور حجیت کے بارے میں چند ضروری باتیں بیان کر دی جائیں۔

حدیث کے لُغوی معنی ہیں۔ بات، حال (حالات) بیان، ذکر، نئی چیز، قِصّہ، بات چیت، گفتگو، خبر۔

قرآنِ پاک میں حدیث کا لفظ بہت سے مقامات پر آتا ہے۔ ان میں سے چند آیات جن میں حدیث کا لفظ استعمال ہوا ہے ملاحظہ ہوں:

○ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ (البروج آیۃ ۱۷)

(بھلا تم کو لشکروں کا حال معلوم ہوا)

○ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى (النّٰزعٰت آیۃ ۱۵)

(کیا تم کو موسٰی کے قِصّے کی خبر پہنچی ہے)

marfat.com

○ هَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَةِ (الغاشیہ آیہ ۱)

(بھلا تم کو ڈھانپ لینے والی (یعنی قیامت) کا حال معلوم ہوا ہے)

— یا —

(کیا تمہیں اس چھا جانے والی آفت کی خبر پہنچی ہے؟)

○ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَهٗ یُؤْمِنُوْنَ۔ (اَلمُرسَلٰت آیہ ۵۰)

(اب اس کے بعد یہ کونسی بات پر ایمان لائیں گے؟)

○ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِیَ (الزُمَر آیہ ۲۳)

(اللہ نے نہایت اچھی باتیں نازل فرمائی ہیں (یعنی) کتاب (جس کی آیات باہم) ملتی جلتی ہیں اور بار بار دہرائی جاتی ہیں)

اصطلاح میں حدیث سے مراد رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا کوئی قول، فعل یا تقریر ہے۔ گویا بنیادی طور پر حدیث کی تین قسمیں ہیں۔ قولی، فعلی اور تقریری۔

قولی وہ احادیث ہیں جن میں آنحضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اقوال و ارشادات کا ذکر ہے۔

فعلی احادیث وہ ہیں جن میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے افعالِ مبارکہ کا بیان ہے۔

تقریری احادیث وہ ہیں جس میں آپؐ نے صحابہؓ کے اعمال کو قائم رکھا ———— "تقریر" دراصل محدثین کی ایک اصطلاح ہے اس سے مراد یہ ہے کہ کسی شخص نے آپؐ کے سامنے کوئی بات کہی یا کسی خاص فعل کو اختیار کیا اور آپؐ نے واضح الفاظ میں اس کو درست قرار دیا یا ناپسندیدگی کا اظہار نہ کیا اور خاموش رہے (ان میں ایسے واقعات بھی شامل ہیں جن میں کسی شخص نے آپؐ کی غیر موجودگی میں کوئی بات کہی یا کوئی کام کیا اور وہ آپؐ کے علم میں آیا تو آپؐ نے اس کی صریحاً توثیق

فرمائی یا سکوت اختیار فرمایا) ایسی تمام احادیث تقریری کہلاتی ہیں۔

اسی طرح صحابہؓ کے قول، فعل اور تقریر پر بھی مجازاً حدیث کا لفظ بولا جاتا ہے مگر بہت کم۔

ان تینوں یعنی رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ارشاد، فعل اور تقریر کے مجموعے کا نام سُنَّت ہے۔ کبھی مجازاً سُنَّت کو حدیث اور حدیث کو سُنَّت کے نام سے تعبیر کر دیا جاتا ہے۔

تاثیرِ حُکم کے اعتبار سے ان میں پہلا درجہ حدیثِ قولی کا ہے کہ وہ اصل ہے اور حُکم کے درجے میں ہے۔

دوسرا درجہ حدیثِ فعلی کا ہے کہ آنحضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا کوئی فعل خلافِ شریعت نہیں ہو سکتا تھا۔

تیسرا درجہ حدیث تقریری کا ہے — کسی دوسرے شخص کی کسی بات یا اس کے کسی فعل پر آپؐ کے سکوت کو آپؐ کی معنوی رضامندی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

حدیث یا سُنَّت رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اہمیت یہ ہے کہ قرآنِ حکیم کے بعد اس کو اسلامی قانون کا دوسرا اہم ترین ماخذ تسلیم کیا گیا ہے۔ اس پر صحابہ کرامؓ کے دَور سے لے کر آج تک اُمّت کا اجماع ہے۔

قرآنِ حکیم میں جابجا صاف اور صریح الفاظ میں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اللہ کی طرف سے مقرر کیا ہوا معلّم، مربّی، پیشوا، رہنما، مزکّی، شارع، شارحِ کتاب اللہ، قاضی اور حاکم و فرمانروا قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں اپنی اطاعت کا حکم دیا ہے وہاں رسول کی اطاعت کا حکم بھی دیا ہے بلکہ بعض مقامات پر رسول کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے۔ چند آیات ملاحظہ ہوں:

marfat.com

○ وَ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ (آل عمران آیۃ ۱۳۲)

(اور اطاعت کرو اللہ کی اور رسول کی)

○ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ (الانفال آیۃ ۲۰)

(اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو)

○ وَمَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ (النساء آیۃ ۸۰)

(اور جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی)

○ فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِھِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ (النساء آیۃ ۶۵)

((اے نبی) پس قسم ہے آپ کے رب کی وہ لوگ ہرگز مومن نہ ہوں گے جب تک اپنے باہمی جھگڑوں میں آپ کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں پھر آپ کے فیصلے سے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں بلکہ اسے بسر و چشم قبول کریں۔

○ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ۔ (الفتح آیۃ ۱۰)

(یعنی جو لوگ آپ کی بیعت کرتے ہیں وہ اللہ کی بیعت کرتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔)

○ وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ۔ (الحشر آیۃ ۷)

(جو کچھ رسول تمہیں دے اسے لے لو اور جس سے منع کر دے اس سے رک جاؤ اور اللہ سے ڈرو، اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔

○ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا

marfat.com

اَعْمَالَکُمْ۔ (محمد آیۃ ۳۳)

(اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اپنے اعمال کو باطل نہ کرو)

اس قسم کی آیات کثیر تعداد میں قرآن پاک میں ملتی ہیں۔ ان سے اطاعتِ رسولؐ کی اہمیت کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ اطاعتِ رسولؐ پر اس قدر زور دینے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ کی اطاعت، رسول کی اطاعت کے بغیر عملاً ممکن ہی نہیں یا یوں کہہ لیجئے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتی جب تک رسولؐ کی اطاعت اس کی تمام تر جزئیات کے ساتھ اختیار نہ کر لی جائے۔ اس سلسلے میں قرآن کریم کی دوسری اصطلاح "اتباع" ہے۔ اس کا مطلب ہے پیروی کرنا۔

قرآنِ کریم میں اتباعِ رسول کا بھی جگہ جگہ حکم دیا گیا ہے۔ اتباعِ رسولؐ یہ ہے کہ زندگی کے ہر معاملے میں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اُسوۂ حسنہ کی پیروی کی جائے یا اسے اپنے پیش نظر رکھا جائے۔ (یعنی اگر مکمل طور پر رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی حیات اطہر کی پیروی کرنا ممکن نہ ہو تو جس حد تک ممکن ہو اس کا اتباع کیا جائے)

مختصر یہ کہ اطاعت یا اتباعِ رسول سے مراد سُنّتِ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر عمل یا اس کی اطاعت، پیروی یا اتباع ہے۔ سُنّت کے لغوی معنی راستہ اور طریقہ کے ہیں۔ شریعت میں سُنّت اس کام کو کہا جاتا ہے جس کے کرنے کا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حکم دیا ہو یا اس سے منع کیا ہو یا قولاً و فعلاً اس کی ترغیب دلائی ہو۔ جب شرعی دلائل کا ذکر کیا جاتا ہے تو کہتے ہیں کتاب و سُنّت یعنی قرآن و حدیث۔ اصولِ فقہ کے علماء سُنّت کا لفظ رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ایسے ارشادات، افعال اور تقریرات پر بولتے ہیں جن سے کسی شرعی حکم کا

marfat.com

اثبات ہوتا ہو لیکن محدثین سُنَّت کا اطلاق ہر اس شے پر کرتے ہیں جو رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ وابستہ ہو مثلاً آپ کی سیرت، اخلاق و معمولات، اخبار و ارشادات وغیرہ۔ ان کے نزدیک یہ ضروری نہیں کہ سُنَّت کا لفظ اسی جگہ بولا جائے جہاں کسی شرعی حکم کا اثبات ہوتا ہو۔

تمام علماء اہلِ سُنَّت کے نزدیک قرآنِ حکیم اسلامی قانون کا پہلا اور بنیادی سرچشمہ ہے۔ یہ تمام علوم و معارف پر محیط ہے لیکن اس میں بہت سے احکام مجمل ہیں اور ان کی تفصیل صرف حدیث یا سُنَّتِ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے معلوم کی جا سکتی ہے۔ حدیث یا سُنَّتِ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قرآنی احکام کی شارح ہے اور وہ قرآن کے خلاف دین کے احکام یا اصول ہرگز تجویز نہیں کرتی۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

○ قرآنِ کریم میں "اقامتِ صلوٰۃ" کا حکم دیا گیا ہے لیکن یہ نہیں بتایا گیا کہ صلوٰۃ سے کیا مراد ہے، اس کی اقامت کا کیا مطلب ہے۔ شرائط کیا ہیں، آداب کیا ہیں وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب باتیں سُنَّتِ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بتاتی ہے۔ اسی نے مساجد کی تعمیر، پنجوقتہ اذان اور نماز باجماعت کا طریقہ۔ نماز کے اوقات، نماز کی ہیئت، اس کی رکعتیں، جمعہ اور عیدین کی مخصوص نمازیں ان کی عملی صورت اور دوسری بہت سی تفصیلات ہم کو بتائی ہیں۔

○ قرآن پاک میں حج کا حکم تو دیا گیا ہے لیکن مناسکِ حج، طواف، سعی وغیرہ کی تفصیل نہیں بتائی گئی۔ یہ تفصیل ہمیں سُنَّتِ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میں ملتی ہے۔

○ قرآنِ مجید میں زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم جا بجا دیا گیا ہے لیکن اس کی مقدار، اس کی شرائط، وجوب کی مدت اور دوسری تفصیلات نہیں بتائی

marfat.com

گئیں۔ یہ صرف سُنّتِ رسول اللہ صَلّی اللہ عَلَیہِ وَسَلَّم سے معلوم ہو سکتی ہیں۔

قرآن کریم نے طہارت کا حکم تو دیا لیکن لباس، جسم وغیرہ کی صفائی اور وضو کا طریقہ۔ ان سب کی تفصیل بیان نہیں کی۔ یہ ہمیں سُنّتِ رسولِ اللہ صَلّی اللہ عَلَیہِ وَسَلَّم میں ملتی ہے۔

حاصلِ کلام یہ کہ قرآنِ پاک نے کہیں صراحتاً، کہیں اشارتاً کہیں نہایت اختصار سے اور کہیں قدرے تفصیل سے مہماتِ دین اور اصولِ حیاتِ انسانی کو بیان کیا ہے۔ باقی تفصیل و توضیح، ان کو نافذ کرنے اور عملی جامہ پہنانے بلکہ خود عملاً بار بار کر کے دکھانے کے لیے رسولِ پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بھیجا اور ساتھ ہی حکم دیا کہ جو تم کو رسول دے اُسے لو اور جس چیز سے روکے اس سے رک جاؤ۔

گویا سُنّت یا حدیثِ رسولؐ کے بغیر اسلامی زندگی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ہمیں بتایا ہے کہ رسول اللہ صَلّی اللہ عَلَیہِ وَسَلَّم کی زندگی میں تمہارے لیے بہترین نمونۂ عمل ہے لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ یہ احادیث ہی ہیں جو ہمیں اس نمونۂ عمل کی تفصیلات بتاتی ہیں مثلاً آپؐ کے صبح سے شام تک کے معمولات، اخلاق، عبادات، معمولاتِ جہاد، معمولاتِ سفر، معمولات نماز وغیرہ۔

احادیث میں بیان کی گئی، اخلاقِ نبوی کی تفصیلی جزئیات کے عنوانات ملاحظہ ہوں:——

حُسنِ خُلق، حُسنِ معاملہ، راست گفتاری، عدل وانصاف، جُود وسخا، ایثار، شرم وحیا، حلم وتحمّل، مساوات، انکسار وتواضع، زہد وقناعت، ایفائے عہد، اللہ پر بھروسا، شجاعت، عزم واستقلال، عیادت، تعزیت، مہمان نوازی

marfat.com

غریبوں کی مدد، یتیموں اور بیواؤں کی سرپرستی، نرم مزاجی، شیریں زبانی، بچوں پر شفقت، مستورات کے ساتھ برتاؤ، رحمت و محبتِ عام، لطفِ طبع، سادگی اور بے تکلفی، کفار اور مشرکین سے برتاؤ، دشمنوں کے حق میں دعائے خیر، عفو و درگزر اور بدترین دشمنوں سے حسنِ سلوک، اپنے ہاتھ سے کام کرنا، گداگری سے نفرت، صدقہ و خیرات سے پرہیز، دکھاوے سے اجتناب، رقیق القلبی، اولاد سے محبت، استقامتِ عمل، اہلِ خانہ سے حسنِ سلوک، یہود و نصاریٰ کے ساتھ برتاؤ، امانت و دیانت، صلۂ رحمی، قناعت، استغناء، ہمسایوں سے حسنِ سلوک، برائی کا بدلہ بھلائی، خدمتِ خلق، خشیتِ الٰہی، غصے پر قابو پانا وغیرہ

صرف اخلاقِ نبوی ہی کی نہیں احادیث میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی حالات اور معمولات کی بھی ذرا ذرا سی تفصیل بیان کی گئی ہے چند عنوانات ملاحظہ ہوں :

آپ کے کھانے پینے کا طریقہ، آپ کے سونے جاگنے کا طریقہ، آپ کے معاملات اور خرید و فروخت کا طریقہ، آپ کا اندازِ گفتگو، آپ کی خاموشی، آپ کا تبسم اور خندہ فرمانا، آپ کا گریہ، وضو کا طریقہ، تیمم کا طریقہ، موزوں پر مسح کرنے کا طریقہ، حوائجِ ضروریہ کے آداب، طہارت اور غسل کا طریقہ، آپ کے نماز ادا کرنے کا طریقہ۔ آپ کا سجدۂ سہو ادا کرنے کا طریقہ، آپ کا نماز میں سلام پھیرنے کا طریقہ، سفر و حضر، مسجد اور گھر میں آپ کے سنن و نوافل پڑھنے کا طریقہ، آپ کے تہجد پڑھنے کا طریقہ، رات کی نماز اور وتر پڑھنے کا طریقہ،

marfat.com

آپؐ کے قرآن پڑھنے کی کیفیت ، آپؐ کے سجدۂ شکر بجا لانے کا طریقہ، آپؐ کے سجدۂ قرآن ادا کرنے کا طریقہ، آپؐ کے قرآن پڑھنے اور سننے کا طریقہ، آپؐ کے جمعہ کے معمولات، آپؐ کے جمعہ کے دن کی عبادت کا طریقہ، آپؐ کے خطبہ دینے کا طریقہ، عیدین کی نماز میں آپؐ کا طریقہ، آپؐ کے سفر کا طریقہ، سفر میں آپؐ کے نماز اور نوافل پڑھنے کا طریقہ، آپؐ کے دو نمازوں کو اکٹھی پڑھنے کا طریقہ، بیماروں کی عیادت کرنے میں آپؐ کا طریقہ، آپؐ کے تعزیت کرنے کا طریقہ، جنازے کے ساتھ آپؐ کے چلنے کا طریقہ، جنازے کی نماز میں آپؐ کا طریقہ، چھوٹے بچوں پر نمازِ جنازہ پڑھنے میں آپؐ کا معمول، زیارتِ قبور میں آپؐ کا طریقہ، صلوٰۃِ خوف میں آپؐ کا طریقہ، عیدالاضحیٰ میں آپؐ کے قربانی کرنے کا طریقہ، عقیقہ میں آپؐ کا طریقہ۔ نومولود بچے کے کان میں آپؐ کے اذان دینے، اس کا نام رکھنے اور اس کا ختنہ کرانے میں آپؐ کا طریقہ۔ گھر میں داخلہ کے وقت آپؐ کا طریقہ، آپؐ کے کپڑا پہننے کا طریقہ، آدابِ سفر میں آپؐ کے طریقے اور سفر میں دعاؤں کے پڑھنے کا طریقہ۔ آدابِ طعام میں آپؐ کا طریقہ۔ کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد آپؐ کے دعاؤں کے پڑھنے کا طریقہ۔ غزوات اور جہاد میں آپؐ کا طریقہ۔ قیدیوں کے ساتھ آپؐ کا سلوک، آدابِ سلام میں آپؐ کا طریقہ، زکوٰۃ اور صدقات میں آپؐ کا طریقہ، نیا چاند دیکھنے کے وقت آپؐ کے دعا فرمانے کا طریقہ، روزہ میں آپؐ کا طریقہ۔ آپؐ کا رمضان المبارک میں زیادہ عبادت کرنے کا طریقہ۔ سفر میں روزہ کے افطار کے بارے

marfat.com

میں آپؐ کا طریقہ۔ آپؐ کے اعتکاف کا طریقہ۔ آپؐ کے حج کی کیفیت اور آپؐ کا حج میں اپنے دست مبارک سے قربانی کرنے کا طریقہ۔ آپؐ کا حج میں سر منڈانے کا طریقہ۔ ایام حج میں آپؐ کے خطبوں کا طریقہ۔ اصلاح اور خط بنوانے میں آپؐ کا طریقہ، مونچھوں کے رکھنے اور ترشوانے میں آپؐ کا طریقہ۔ آپؐ کی چاشت کی نماز کا طریقہ۔ بیت الخلاء جانے اور وہاں سے واپس آنے کا طریقہ۔ نکاح کی دعاؤں کے متعلق آپؐ کا طریقہ۔ صلح کرنے، امان دینے، جزیہ مقرر کرنے، کفار، منافقین اور اہل کتاب کے ساتھ معاملات کرنے میں آپؐ کا طریقہ وغیرہ وغیرہ۔

حدیث کی تین بنیادی اقسام (قولی، فعلی، اور تقریری) کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ یہاں یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیئے کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ہر قول یا فعل منشائے الٰہی کے تابع ہوتا تھا اور لوگوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے زبانِ رسالت سے ادا ہونے والا ہر لفظ وحیٔ الٰہی کے مطابق ہوتا تھا جیسا کہ سورۂ النجم میں ارشاد ہوا ہے:

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ

یعنی وہ (نبیؐ) اپنی خواہشِ نفس سے نہیں بولتا۔ یہ تو ایک وحی ہے جو اس پر نازل کی جاتی ہے۔

قرآنِ کریم اور احادیثِ نبویؐ سے معلوم ہوتا ہے کہ وحی دو قسم کی تھی۔ پہلی قسم کی وحی کو وحی متلو (یعنی تلاوت کی جانے والی وحی) کہا جاتا ہے۔ یہ وحی قرآنِ حکیم کی صورت میں رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر نازل کی گئی اور صرف قرآنِ کریم کی آیات پر مشتمل ہے۔ قرآنِ کریم کا ایک ایک لفظ اسی وحی کے ذریعے نازل ہوا۔ یہ اللہ جَلَّ شانہٗ کے الفاظ اور معانی

marfat.com

دونوں کا مجموعہ ہے۔

وحی کی دوسری قسم کو وحی غیر متلو (تلاوت نہ کی جانے والی وحی) کہا جاتا ہے۔ یہ وحی رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر روزمرہ پیش آنے والے واقعات کے بارے میں رضائے الٰہی کے تعیّن کے لیے نازل ہوتی تھی۔ اس کے ذریعے قرآنِ حکیم میں بیان کردہ اصول و احکام کی تفصیل، ان کی صحیح تشریح اور تعبیر بھی سمجھائی جاتی تھی۔ یہ وحی لوگوں تک لفظ بہ لفظ نہیں پہنچائی گئی بلکہ اسے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ارشادات و افعال کے ذریعے ظاہر کیا گیا۔ اسی کا نام حدیث یا سُنّتِ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہے۔ اس کی حجیت ہر اعتبار سے ثابت ہے۔ اس لیے اس کا اتباع بھی ہر مسلمان پر لازم ہے۔

یہاں یہ وضاحت کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہ جو حدیثِ صحیح اور حدیثِ ضعیف کہا جاتا ہے اس سے سندِ صحیح اور سندِ ضعیف مراد ہوتی ہے۔ ورنہ کوئی حدیث بحیثیتِ حدیث ضعیف ہو ہی نہیں سکتی۔ احادیث کی جانچ پڑتال اور ان کی اقسام اور درجے متعیّن کرنے کے لیے اسماء الرّجال اور جرح و تعدیل کے فن معرضِ وجود میں آئے۔ ان کی تفصیل آئندہ صفحات میں مناسب مقام پر آئے گی۔

جس طرح رحمتِ عالم خیر البشر خاتم الانبیاء والمرسلین جناب مُحمّد مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ذاتِ گرامی تمام کمالات و صفات کی جامع اور ہر اعتبار سے انسانیت کی محسن، ہادی اور رہنما ہے اسی طرح حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے صحابۂ کرام رضوانُ اللہِ تعالٰی علیہم اجمعین کی سیرت و کردار میں آپ ہی کے انوارِ سیرت کا پرتو نظر آتا ہے۔

سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہٗ آسمانِ ہدایت کے درخشندہ ستاروں میں سے ایک ہیں اور احادیثِ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

marfat.com

کے سب سے بڑے راوی ہیں۔ ان کے مقام و مرتبہ کے تفصیلی ذکر کے لیے کتاب میں ایک الگ باب مخصوص کیا گیا ہے۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ بعض برخود غلط لوگ اُمّتِ مسلمہ کی اس جلیل القدر شخصیت پر طرح طرح کے اعتراض کرتے رہتے ہیں۔ یہ سب اعتراضات لایعنی اور بلا جواز ہیں۔ تاہم میں نے چند بڑے بڑے اعتراضات کا جواب کتاب میں دے دیا ہے اور باقی کو نظر انداز کر دیا ہے کہ ان کا جواب دینا محض تضیعِ اوقات کے مترادف ہے۔

اگر اس کتاب کی تالیف کسی درجے میں بھی نیکی ہے تو قارئین کرام سے درخواست ہے کہ وہ بارگاہِ ربّ العزت بصد عجز والحاح دعا کریں کہ وہ اس کا ثواب نہ صرف مؤلف کے نامۂ اعمال میں بلکہ اس کے والدین اور دنیا سے رخصت ہو جانے والے دوسرے لواحقین کے نامہ ہائے اعمال میں بھی ثبت فرمائے۔ آمین ثم آمین

راجئ غفران و شفاعت

احقر العباد طالب الہاشمی

۱۱۸۔ ڈی/ رضوان بلاک

اعوان ٹاؤن، ملتان روڈ لاہور

marfat.com

نام و نسب

نام زمانۂ جاہلیت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اصل نام کیا تھا؟ اس کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ کسی روایت میں ان کا نام عبدِ شمس (عبد الشمس) آیا ہے، کسی میں عبد نہم کسی میں عبدِ غنم، کسی میں عبداللہ اور کسی میں عُمیر آیا ہے۔ بعض نے کچھ اور نام بھی لیے ہیں لیکن قولِ راجح کے مطابق ان کا خاندانی نام عبدِ شمس (عبد الشمس) تھا۔ قبولِ اسلام کے چند سال بعد جب وہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا جاہلی نام بدل کر اسلامی نام عبدالرحمٰن رکھا۔ بعض روایتوں میں ان کا اسلامی نام عُمیر اور عبداللہ بھی بتایا گیا ہے، لیکن انہوں نے اپنی کُنیت "ابو ہریرہ" سے شہرت پائی اور ان کا اصل نام نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ کنیت "ابو ہریرہ" پر سب کا اتفاق ہے۔

سلسلۂ نسب "طبقات ابنِ سعد" میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نسب نامہ اس طرح بیان کیا گیا ہے:۔

ابو ہریرہ عبدالرحمٰن (عُمیر۔ عبداللہ) بن عامر بن عبد ذی الشریٰ بن طریف بن عنیاث بن ہنیہ بن سعد بن ثعلبہ بن سلیم بن فہم بن غنم بن دوس۔

(طبقات ابنِ سعد جز۴ ق ۲۔ ص ۵۲)

ابنِ اثیرؒ نے خلیفہ بن خیاط اور ہشام بن کلبی کے حوالے سے ان کا شجرۂ نسب یوں بیان کیا ہے:

عمیر بن عامر بن عبد ذی الشریٰ بن طریف بن عتاب بن ابو صنعب بن منبہ بن سعد بن ثعلبہ بن سلیم بن فہم بن غنم

marfat.com

بن دَوس۔ (اُسُدُ الغابہ ترجمہ حضرت ابوہُریرہؓ)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بعض ناموں میں تصحیف ہو گئی ہے۔

ایک روایت میں ان کے والد کا نام عبدِ عمرو بن عبدِ غنم آیا ہے اور ایک میں صخر۔ ایک اور روایت میں عبدِ عمرو بن غنم بھی بیان کیا گیا ہے۔ لیکن جمہور اربابِ سِیَر نے عامر بن عبدِ ذی الشَریٰ کو ترجیح دی ہے۔

والدہ کا نام اُمیمہ یا میمونہ بنتِ صبیح بن حارث تھا۔ طبقاتِ ابنِ سعدؒ کی ایک روایت کے مطابق خود حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہُ نے اپنی والدہ کا نام اُمَیمہ بتایا ہے۔ یہ روایت اس طرح ہے:

"ایک دفعہ (امیر المؤمنین) حضرت عُمَر رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہُ نے (اپنے عہدِ خلافت میں) حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہُ کو (کسی جگہ کا) امیر بنانا چاہا مگر انہوں نے انکار کر دیا، حضرت عُمَر رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہُ نے فرمایا، آپ امارت کو ناپسند کرتے ہیں حالانکہ یُوسُف علیہ السلام نے جو آپ سے بہتر تھے، اس کے لیے اپنی خواہش ظاہر کی تھی۔

یہ سن کر حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہُ نے کہا، یُوسُف عَلَیہِ السَّلام نبی ابنِ نبی تھے اور میں اُمَیمہ کا بیٹا ابوہریرہ ہوں۔ میں پانچ باتوں کی وجہ سے امیر بننا پسند نہیں کرتا اور عہدۂ امارت سے ڈرتا ہوں، وہ پانچ باتیں یہ ہیں: ——

(۱) میں علم کے بغیر کوئی بات نہیں کہنا چاہتا۔

(۲) عقل و دانش کے بغیر فیصلہ صادر نہیں کر سکتا۔

(۳) میں ڈرتا ہوں کہ مجھے پیٹا جائے گا۔

(۴) مجھے ڈر ہے کہ مجھ سے مال چھینا جائے گا۔

(۵) مجھے اندیشہ ہے کہ لوگ مجھے بُرا بھلا کہیں گے۔

(طبقاتِ ابنِ سعد جلد ۲ ص ۶۱)

marfat.com

حافظ ابنِ کثیرؒ نے " البدایہ والنہایہ" میں حضرت ابوہریرہؓ کا انکار اور اس کی توجیہ کو یوں بیان کیا ہے :۔۔۔۔۔

" حضرت یوسف علیہ السلام تو خود نبی تھے اور نبی کے بیٹے تھے۔ میں اُمیمہ کا بیٹا ابوہریرہ ہوں۔ میں یہ عہدہ قبول نہیں کرسکتا .... میں دو اور تین سے ڈرتا ہوں ۔"

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا :۔۔۔۔۔

" دو اور تین کا کیا مطلب ہے پانچ کیوں نہیں کہا ؟"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا :

" دو چیزیں یہ ہیں کہ کہیں لاعلمی اور ناواقفیت کی بناء پر کوئی بات کروں یا بغیر غور و فکر کے کوئی فیصلہ کروں ۔ تین چیزیں یہ ہیں کہ میری پیٹھ پر کوڑے پڑیں، میرا مال ضبط کرلیا جائے یا مجھے رسوا کیا جائے ۔"

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۱۱)

تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عہدِ فاروقی میں کم و بیش ایک سال تک بحرین کے امیر (گورنر) رہے ۔ انکار کا واقعہ اس وقت پیش آیا جب امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو دوبارہ بحرین کی امارت پر فائز کرنا چاہا ۔ اس کی تفصیل آئندہ صفحات میں مناسب مقام پر آئے گی ۔

حافظ ابنِ حجرؒ نے حضرت ابوہریرہؓ کی والدہ کا نام میمونہ بتایا ہے (الاصابہ ج ۴ ص ۲۰۴) لیکن جب وہ خود اپنی والدہ کا نام اُمیمہ بتلاتے ہیں تو پھر اسی کو صحیح سمجھنا چاہیئے ۔

خاندان / قبیلہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نسبی تعلق قبیلہ دَوس سے تھا ۔

مشہور عرب مؤرخ علامہ محمد احمد باشمیل کے قول کے مطابق دَوس

marfat.com

کا نام متعدد قحطانی[1] اور عدنانی[2] قبائل پر بولا جاتا ہے۔ (غزوۂ تبوک از محمد احمد باشمیل)
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعلق جس دَوس سے تھا۔ وہ مشہور عرب قبیلے "اَزْد" کی ایک شاخ تھا اور اس نے اپنے مورث اعلیٰ دَوس کے نام کی نسبت سے شہرت پائی۔ علامہ ابنِ اثیرؒ نے اس دَوس کا سلسلۂ نسب اس طرح بیان کیا ہے:

"دَوس بن عدنان بن عبداللہ بن زہران بن کعب بن حارث بن کعب بن مالک بن نصر بن اَزْد۔ (اُسد الغابہ ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ)

عام طور پر مؤرخین نے قبیلہ اَزْد کو قحطانی بتایا ہے لیکن علامہ سید سلیمان ندویؒ نے ارض القرآن (جلد دوم) اور مولانا سعید انصاری مرحوم نے سیر انصار (جلد اوّل) میں یہ موقف اختیار کیا ہے کہ "اَزْد" عدنانی یا اسمٰعیلی قبیلہ تھا جو کسی نامعلوم زمانے

---

[1] سام بن نوحؑ کے دوسرے بیٹے ارفخشد تھے۔ ان کی نسل سے قحطان ہوئے۔ قحطان کے بیٹے یَعرب، یَعرب کے بیٹے یَشجُب اور یَشجُب کے بیٹے سبا تھے۔ یہی سبا قحطانی قبائل کے مورث اعلیٰ ہیں۔ ان قبائل کو "عرب عاربہ" کہا جاتا ہے۔ عرب بائدہ، جنہوں نے طوفانِ نوحؑ کے بعد عرب پر حکومت کی، جب اپنے کفر و شرک اور بدکرداری کی وجہ سے تباہ ہو گئے تو عرب عاربہ یا قحطانی قبائل نے عرب پر حکومت کی۔
یہ قبائل یمن اور اس کے قرب و جوار میں آباد تھے۔ یمن کے مشہور بند "سدِّ مارب" کے ٹوٹنے کے بعد ان میں سے بعض قبائل یمن سے نکل کر جزیرۃ العرب کے دوسرے حصوں میں بھی آباد ہو گئے۔ [2] عدنانی قبائل کے مورثِ اعلیٰ عدنان ہیں جو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام بن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔ ان قبائل کو "عرب مستعربہ" کہا جاتا ہے۔ عدنانی اور قحطانی سبھی قبائل کا سلسلۂ نسب اَرفخشد بن سام بن نوحؑ پر جا کر مل جاتا ہے۔ عدنانی قبیلے حجاز، نجد اور شمالی عرب کے علاقوں میں آباد ہوئے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قبیلہ قریش بھی عدنانی قبیلہ تھا۔

marfat.com

یں یمن جاکر آباد ہو گیا تھا۔ یمن میں جب وہ مشہور سیلاب آیا جسے قرآنِ حکیم میں "سیلِ عرم" کہا گیا ہے، اس سے کچھ پہلے یا کچھ عرصہ بعد قبیلہ اَزْد اور اس کے بہت سے بطون یمن سے نکل کر شام، عراق، نجد، عمان، بحرین اور عرب کے دوسرے مختلف مقامات پر آباد ہو گئے۔" دونوں حضرات نے اپنے موقف کے حق میں بہت سے دلائل دیے ہیں۔ اگر قبیلہ اَزْد کو عدنانی یا اسمٰعیلی تسلیم کیا جائے تو پھر قبیلہ دَوس کو بھی عدنانی یا اسمٰعیلی ماننا پڑے گا۔

دَوس کی جائے سکونت

عام روایات کے مطابق بنو دَوس یمن کے ایک گوشے میں آباد تھے۔ یہ گوشہ ایک پہاڑ کے دامن میں تھا۔ علامہ محمد احمد باشمیل کا بیان ہے کہ بنو دَوس کے مساکن تہامۂ یمن کے نزدیک جبالِ السَّراۃ میں تھے۔ جبال السَّراۃ اس پہاڑی سلسلے کو کہتے ہیں جو جزیرہ نمائے عرب کے مغربی رُخ پر شمال سے جنوب تک پھیلا ہوا ہے۔ یہ سلسلۂ کوہ جزیرہ نما کو شمال سے جنوب تک اور کچھ جنوب مشرق سے گھیرے ہوئے ہے۔ شمال میں اس کا رشتہ شام و فلسطین کے پہاڑوں سے جا ملتا ہے۔ اس میں منتہائے شمال سے وسط کے بعد تک کے حصے کو جبال الحجاز اور اس کے جنوب کے حصوں کو جبال العسیر[1] اور جبال الیمن[2] کہتے ہیں۔ جبال السَّراۃ

---

[1] جزیرہ نمائے عرب میں مکّہ کے جنوب سے تہامۂ حجاز (یعنی وہ میدانی علاقہ جو حجاز کے کوہستانی خطّے کے مغربی جانب ساحلِ سمندر تک پھیلا ہوا ہے) بہت تنگ ہو گیا ہے اور سراۃ کے پہاڑ سمندر کے بہت قریب آ گئے ہیں۔ یہاں حجاز کا منطقہ ختم ہو جاتا ہے اور عسیر کا علاقہ شروع ہو جاتا ہے۔ یہ علاقہ سعودی مملکت کا جنوب مغربی صوبہ ہے۔ اسی صوبے کے نام کی نسبت سے اس کے ساحلی پہاڑوں کو جبال العسیر کہا جاتا ہے۔

[2] عسیر کے جنوب میں جبال السَّراۃ کے منطقہ کو یمن کہا جاتا ہے۔ یہ بڑا شاداب

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

maktat.com

کے جو جنوبی حصے جبال الیمن کہلاتے ہیں وہ نصف شمالی حصے میں زیادہ بلند اور نصف جنوبی حصے میں نسبتاً کم بلند ہیں۔ یہ پہاڑ جو جزیرہ نمائے عرب کے جنوب مغربی گوشے تک چلے گئے ہیں، ان کے مغربی جانب ایک تنگ ساحل ہے۔ جو تہامۂ یمن کہلاتا ہے۔ اسی تہامۂ یمن کے قریب سلسلہ "جبال الیمن" کے کسی پہاڑ کے دامن میں بنو دَوس کی سکونت تھی۔

بعض علماء نے یہ قیاس ظاہر کیا ہے کہ قبیلہ دَوس کی سکونت "تبالہ" کے قرب جوار میں تھی۔ اس قیاس کی بنیاد صحیح بخاری کی یہ روایت ہے کہ "ذوالخلصہ" قبیلہ دَوس کا ایک بت تھا اور مُسندِ احمد کی روایت کے مطابق یہ بُت "تبالہ" میں نصب تھا۔

"تبالہ" مکہ مکرّمہ سے طائف جانے والے راستہ پر ایک بستی تھی جو طائف کے جنوب میں واقع تھی۔ اگر بنو دَوس کے مساکن تبالہ کے قرب و جوار میں تسلیم کیے جائیں تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ وہ حدودِ حجاز کے اندر آباد تھے جبکہ جمہور مؤرخین کے قول کے مطابق وہ یمن کے ایک گوشے میں آباد تھے۔ اس سلسلے میں یہ امور بھی پیشِ نظر رکھنے ہوں گے۔

(۱) بنو دَوس کے خاص بت ذوالشَّریٰ اور ذوالکفّین تھے۔ (ارض القرآن جلد دوم)

(۲) "ذوالخلصہ" جس کا حمیٰ (وہ رقبہ جو کسی دیوتا کے لیے مخصوص ہو) تبالہ میں تھا، قبائل خثعم اور بجیلہ کا خاص بُت تھا۔ ان دونوں قبائل کے بیشتر مساکن یمن میں تھے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کسی قبیلے کا اپنے بت کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

علاقہ ہے اور اب ایک آزاد مملکت ہے۔ یہاں جبال السَّراۃ کے پہاڑ جبال الیمن کہلاتے ہیں۔ یہ پہاڑ اپنے تمام علاقوں کے مقابلے میں سب سے زیادہ بلند ہیں۔ ان میں سے بعض پہاڑوں کی چوٹیاں تیرہ چودہ ہزار فٹ تک بلند ہیں۔

marfat.com

حمی کے قرب وجوار میں آباد ہونا ضروری نہیں تھا۔ (ارض القرآن جلد دوم)

(۳) ہو سکتا ہے کہ دَوس نام کا کوئی قبیلہ ذوالخلصہ کو بھی پوجتا ہو (جیسا کہ علامہ محمد احمد باشمیل نے لکھا ہے کہ دَوس کا نام متعدد قحطانی اور عدنانی قبائل پر بولا جاتا تھا) اور یہ بھی بعید از قیاس نہیں کہ بنو دَوس کا کوئی بطن یا اس نام کا کوئی قبیلہ تبالہ کے قرب وجوار میں بھی آباد ہو لیکن امام بخاریؒ یا کسی دوسرے محدث/مؤرخ نے اس کی تصریح نہیں کی اس لیے لامحالہ جمہور مؤرخین کے اسی بیان کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ جس "دَوس" سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعلق تھا وہ یمن کے ایک گوشے میں آباد تھا۔

(واللہ اعلم بالصواب)

کُنیت "ابوہُریرہ" کی وجہ تسمیہ

حضرت "ابوہُریرہ" کی کُنیت پر جمہور ارباب سِیَر کا اتفاق ہے۔ اس کا مطلب ہے "بلّی والا" اس کنیت کی وجہ تسمیہ کے بارے میں مختلف روایات ہیں جن میں سے کچھ یہ ہیں:

حضرت عبداللہ بن رافعؒ نے ایک دفعہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ آپ کو ابوہریرہ کیوں کہا جاتا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے ایک بلّی پال رکھی تھی۔ رات کو میں اس بلّی کو ایک درخت کی کھوہ میں رکھ دیتا تھا۔ دن کو جب میں بکریاں چرانے جاتا تو اس کو ساتھ لے لیتا اور فرصت کے وقت اس سے کھیلا کرتا تھا۔ لوگوں نے بلّی سے میرا غیر معمولی لگاؤ دیکھ کر مجھ کو ابوہریرہ کہنا شروع کر دیا۔

(جامع ترمذی مناقب ابوہریرہؓ و طبقات ابن سعد جلد ۴ ص ۵۵۱۔ الاصابہ جلد ۲ ص ۲۰۲)

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ مجھے جنگلی بلّی کا ایک بچہ ملا، میں اس کو اپنی آستین (یا گود) میں رکھ کر گھر لایا، میرے گھر کے افراد (بروایت دیگر میرے والد) نے پوچھا، تمہاری آستین (یا گود) میں کیا ہے؟ میں نے کہا، یہ بلّی کا بچہ

marfat.com

ہے جو مجھے ملا ہے ۔ انہوں نے کہا ، تم ابوہریرہ ہو ۔ اس کے بعد میرا یہ نام پڑ گیا ۔
(دفاع عن ابی ہریرہ بحوالہ مستدرکِ حاکم)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہ سے ایک مرتبہ دریافت کیا گیا کہ آپ کی یہ کنیت کس نے تجویز کی ؟ کہنے لگے ایک دفعہ مجھے ایک بلّی مل گئی تھی جس کو میں نے اپنی آستین میں رکھ لیا ۔ اسی وقت سے مجھے ابوہریرہ کہا جانے لگا ۔
(حضرت ابوہریرہ از محمد عجاج الخطیب)

اسی طرح کی روایتیں اور بھی بہت سی کتابوں میں ملتی ہیں (الاستیعاب، جمہرۃ انساب العرب ، تاریخ ابنِ خلدون ، نہایۃ الارب وغیرہ) ان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہ بچپن ہی میں (قبولِ اسلام سے پہلے) اپنی کنیت سے مشہور ہو گئے تھے ۔ یہ کنیت زندگی بھر ان کے نام پر غالب رہی ۔

صحیح بخاری میں ہے کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم بھی ان کو ابوہر یا ابوہریرہ کہا کرتے تھے ۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہ کو ابوہر کہلانا زیادہ پسند تھا کیونکہ " ہر " کا مطلب بلّا ہوتا ہے اور وہ کہتے تھے کہ نر مادہ سے افضل ہوتا ہے اور مجھے نر کی نسبت سے اپنی کنیت زیادہ عزیز ہے ــــ تاہم زبانِ خلق پر وہ " ابوہریرہ " ہی سے مشہور رہے ۔

ولادت

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہ ہجرتِ نبوی سے تقریباً چوبیس ۲۴ برس پہلے اپنے وطن میں پیدا ہوئے ۔

بچپن سے جوانی تک

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہ اپنے وطن ہی میں پلے بڑھے اور اپنی زندگی کا پہلا تیس ۳۰ سالہ دور وہیں گزارا ۔ وہ بچپن ہی میں سایۂ پدری سے محروم ہو گئے اور ان کی والدہ نے نہایت عسرت و افلاس کے عالم میں ان کی پرورش کی ۔ اہلِ سیر نے

marfat.com

ان کے بچپن کے حالات بہت کم بیان کیے ہیں۔ صرف یہ معلوم ہے کہ وہ اپنے وطن میں بکریاں چرایا کرتے تھے۔ روزانہ بکریاں جنگل میں لے جاتے اور شام تک انہیں چراتے رہتے۔ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسی زمانے میں انہوں نے لکھنے پڑھنے میں کچھ شُدبُد پیدا کر لی تھی اور کبھی کوئی شعر بھی موزوں کر لیتے تھے۔ اگرچہ وطن میں ان کی زندگی کا بیشتر حصہ افلاس کی حالت میں گزرا لیکن سنہ ۶ ہجری کے اواخر میں جب انہوں نے اپنے قبیلے کے ہمراہ وطن سے مدینہ مُنوّرہ کی طرف ہجرت کی تو وہ اس قابل ہو گئے تھے کہ ایک غلام رکھ سکیں۔ (اس کی تفصیل آگے آرہی ہے)۔

marfat.com

قبیلۂ دَوس کے اوّلین مسلمان

رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بعثت کے وقت عرب کے دوسرے قبائل کی طرح بنو دَوس بھی کفر و شرک کی دَلدَل میں گلے گلے تک دھنسے ہوئے تھے مختلف روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ذوالشّریٰ، ذوالکفّین اور ذوالخَلَصہ نام کے بُتوں کی پرستش کرتے تھے، ان کے سامنے نذریں پیش کرتے تھے اور ان سے مرادیں مانگتے تھے۔ زمین کی شادابی اور پانی کی فراوانی کی وجہ سے وہ بالعموم آسودہ حال تھے تاہم ان میں غریب لوگ بھی موجود تھے جن کا ذریعہ معاش بکریاں پالنا اور چرانا تھا۔ کفر و شرک کے علاوہ ان میں بہت سی اخلاقی برائیاں بھی پائی جاتی تھیں۔ ان میں سے بدکاری، حرام خوری، کم تولنے اور کم ناپنے جیسی برائیاں بہت نمایاں تھیں۔ سیاسی اعتبار سے دَوس ایک طاقتور قبیلہ تھا اور اس کے پاس ایک مضبوط قلعہ تھا جس کے ارد گرد بلند پہاڑ تھے۔ کسی دشمن کا اس پر حملہ کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔

حضرت مُعَیقیبؓ بن ابی فاطمۃ الدَوسی

بنو دَوس کے اوّلین مسلمانوں میں سب سے پہلا نام حضرت معیقیب بن ابی فاطمۃ الدوسی رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہٗ کا ہے۔ وہ زمانۂ جاہلیّت ہی میں اپنے وطن سے مکہ آگئے تھے اور قریش کی شاخ بنی عبدِ شمس کے حلیف بن کر مکہ ہی میں مستقل سکونت اختیار کرلی تھی۔ دعوتِ توحید کے ابتدائی زمانے میں شرفِ اسلام سے بہرہ ور ہوگئے۔ ایک روایت یہ ہے کہ قبولِ اسلام کے بعد وہ اپنے وطن واپس چلے گئے تھے اور دوسری روایت کے مطابق دوسری ہجرتِ حبشہ (سنہ ۶ بعدِ بعثت)

marfat.com

میں یہ بھی شامل تھے۔ (الاصابہ والاستیعاب ترجمہ حضرت مُعَیقیبؓ)

غزوۂ خیبر (محرم ۷ھ ہجری) کے بعد مدینہ واپس آئے اور پھر تمام غزوات میں آنحضور صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ہمرکاب رہے۔ عہدِ نبوی میں خاتمِ رسالت انہی کے پاس رہا کرتی تھی۔ شیخینؓ کے عہد میں صیغۂ مالیات کے افسر اور بیت المال کے خازن رہے۔ وہ جذام کے مرض میں مبتلا ہو گئے تھے۔ حضرت عُمَر فاروق رَضِیَ اللّٰہ تعالیٰ عنہٗ نے اچھے اچھے طبیبوں سے ان کا علاج کرایا۔ اس سے مرض زائل تو نہ ہوا البتہ آگے بڑھنے سے رُک گیا۔

حضرت مُعَیقیبؓ نے حضرت عثمان ذوالنورینؓ کے عہدِ خلافت کے آخر میں وفات پائی۔ ان سے متعدد احادیث مروی ہیں۔

حضرت اُمِّ شریک دَوسیہ رَضِیَ اللّٰہ تَعَالیٰ عَنھَا

ان کا شمار جلیل القدر صحابیات میں ہوتا ہے۔ نام و نسب کسی نے بیان نہیں کیا، صرف اتنا معلوم ہے کہ قبیلۂ دَوس سے تعلق رکھتی تھیں اور بعثتِ نبوی کے وقت اپنے اعزہ واقارب کے ساتھ مستقلاً مکہ میں مقیم تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں فطرتِ سعید سے نوازا تھا۔ دعوتِ توحید کے آغاز ہی میں مُشرّف بہ اسلام ہو گئیں۔ ان کے مشرک اہلِ خاندان کو معلوم ہوا تو وہ سخت غضبناک ہوئے اور انہوں نے اُمِّ شریکؓ کو دھوپ میں کھڑا کر دیا۔ وہ اس حالت میں ان کو روٹی کے ساتھ شہد کھلاتے تھے لیکن پانی نہیں پلاتے تھے۔ تین دن تک وہ ان سے یہی سلوک کرتے رہے۔ اس کے بعد مشرکین نے حضرت اُمِّ شریکؓ سے کہا کہ جو دین تم نے اختیار کیا ہے اس کو چھوڑ دو۔

انہوں نے صاف انکار کر دیا۔ مشرکین نے تنگ آکر انہیں چھوڑ دیا۔ اب وہ قریش کی عورتوں میں بھی پوشیدہ طور پر اسلام کی تبلیغ کرنے لگیں۔ مشرکین قریش کو معلوم ہوا تو انہوں نے ان کو اپنے قبیلے میں بھیج دیا۔ حضرت اُمِّ شریکؓ

marfat.com

کو رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے بے حد عقیدت تھی۔ ہجرت نبوی کے کچھ عرصہ بعد وہ بھی ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچ گئیں۔ "سُنَنِ نسائی" میں ہے کہ وہ بڑی متموّل اور فیاض خاتون تھیں اور ان کا دستر خوان بڑا وسیع تھا۔ انہوں نے اپنے مکان کو مہمان خانۂ عام بنا دیا تھا۔ رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس باہر سے جو مہمان آتے تھے بسا اوقات وہ حضرت اُمِّ شریک رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عنہا کے مکان میں قیام کرتے تھے (ایک روایت کے مطابق وہ مکہ میں خاصی آسودہ حال تھیں اور دعوتِ توحید کے ابتدائی پُر آشوب زمانے میں نو مسلموں کی کفالت کیا کرتی تھیں)۔

"طبقات ابن سعد" میں ہے کہ سنہ ۱۰ ہجری میں حضرت فاطمہ بنت قیس کو ان کے شوہر حضرت ابو عمرو بن حفص بن مغیرہ نے طلاق دی تو رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے انہیں حکم دیا کہ عدت کا زمانہ اُمِّ شریک رضؓ کے ہاں گزارو لیکن پھر آپؐ نے فرمایا کہ اُمِّ شریک کے گھر اکثر مہمانوں کی آمد و رفت رہتی ہے اور ان کے اعزہ و اقارب بھی ان کے ساتھ رہتے ہیں اس لیے وہاں پردہ کا اہتمام نہ ہو سکے گا لہٰذا تم عدت کا زمانہ اپنے نابینا چچازاد بھائی ابنِ اُمِّ مکتوم کے ہاں گزارو۔

حضرت اُمِّ شریکؓ کے مزید حالات کتبِ سِیَر میں نہیں ملتے۔

حضرت طفیلؓ بن عمرو دوسی

حضرت طفیل بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عنہٗ بنو دوس کے وہ فرزندِ سعید ہیں جن کی تبلیغی مساعی کے نتیجے میں قبیلۂ دوس حلقہ بگوشِ اسلام ہوا۔ وہ اپنے قبیلے کے رؤسا اور اشراف میں سے تھے اور ایک خوش گو شاعر بھی تھے۔ امام ابن اسحاقؒ اور علامہ ابنِ سعدؒ نے ان کے اسلام لانے کا قصہ خود ان کی روایت سے بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ دوسرے سیرت نگاروں نے بھی یہ قصہ کچھ اضافوں کے ساتھ نقل کیا ہے۔

marfat.com

حضرت طفیل بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ:

"میں قبیلۂ دَوس کا ایک شاعر تھا[1]۔ اپنے کسی کام سے مکّہ گیا۔ جونہی میں نے مکّہ میں قدم رکھا، قریش کے آدمی آ آ کر مجھ سے ملنے لگے۔ جو آتا مجھے یہ بتاتا کہ تم ہمارے شہر میں مہمان بن کر آئے ہو اس لیے ہم تمہیں آگاہ کرنا چاہتے ہیں کہ یہاں ہم میں سے ایک شخص محمدؐ بن عبداللہ نے ایک نیا دین نکالا ہے۔ اس نے ہماری جمعیت پراگندہ کر دی ہے۔ اس کی باتیں جادو کا اثر رکھتی ہیں۔ ان باتوں نے بھائی کو بھائی سے، والدین کو اولاد سے اور شوہر کو بیوی سے جُدا کر دیا ہے۔ غرض اس شخص نے ہمارا قومی شیرازہ بکھیر دیا ہے۔ ہمارا دوستانہ مشورہ ہے کہ اس شخص سے ہرگز نہ ملنا اور نہ اس کی باتیں سُننا۔ میں ان لوگوں کی باتیں سُن سُن کر نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے سخت بدگمان ہو گیا اور میں نے پختہ ارادہ کر لیا کہ آپؐ سے بچ کر رہوں گا۔ پھر میں نے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی تاکہ اگر اتفاقاً کہیں آپؐ سے ملاقات ہو جائے تو آپ کی کوئی بات نہ سن سکوں۔

دوسرے دن میں نے حَرَم میں حاضری دی تو نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو کعبہ کے نزدیک نماز پڑھتے دیکھا۔ میرے کانوں میں چند جملے جو پڑے[2]

---

[1] اس زمانے میں شاعر ہونا کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ قادر الکلام شعراء اپنے قبیلوں میں بہت اثر و رسوخ رکھتے تھے اور جدھر چاہتے تھے، اپنے قبیلوں کو اپنی طلاقتِ لسانی سے مائل کر لیتے تھے۔
بعض اربابِ سِیَر نے لکھا ہے کہ حضرت طفیل بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرب کے فحول شعراء میں شمار ہوتے تھے۔

[2] ظاہر ہے یہ جملے قرآنِ حکیم کی آیات تھیں۔ اگرچہ حضرت طفیلؓ نے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس رکھی تھی لیکن اللہ تعالیٰ کو انہیں یہ آیات سنانا منظور تھا اس لیے ہو سکتا ہے کہ وہ اس

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

marfat.com

تو میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ یہ تو بڑا اچھا کلام ہے ـــــ میں شاعر ہوں، جوان مرد ہوں، صاحبِ فہم و ذکاء ہوں، نیک و بد میں بخوبی تمیز کر سکتا ہوں آخر کیوں نہ اس شخص سے مل کر اس کی باتیں سنوں کہ یہ کیا کہتا ہے ۔ چنانچہ جب نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نماز سے فارغ ہو کر اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئے تو میں آپؐ کے پیچھے ہو لیا۔ آپؐ کے مکان پر پہنچ کر میں نے عرض کیا، اے محمدؐ! آپ کی قوم نے مجھے آپ سے اس قدر بد گمان کر دیا تھا کہ میں نے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی تھی تا کہ آپ کی کوئی بات میرے کانوں میں نہ پڑنے پائے لیکن تھوڑی دیر پہلے میں نے جو چند جملے آپ کی زبان سے سُنے وہ مجھے اچھے معلوم ہوئے۔ آپ مجھے ذرا کھول کر بتائیے کہ آپ کیا کہتے ہیں۔ جواب میں نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے قرآن مجید کا ایک حصہ پڑھ کر سنایا[1] میں اس سے اس قدر متاثر ہوا کہ اسی وقت ایمان لے آیا۔

قبولِ اسلام کے بعد میں گھر واپس گیا[2] تو میرے بوڑھے والد مجھ سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

وقت کانوں میں پنبہ رکھنا بھول گئے ہوں یا پنبہ اتفاقاً ان کے کانوں سے نکل گیا ہو گویا

ع تدبیر کند بندہ تقدیر زند خندہ

[1] ابو الفرج اصفہانی نے ابن کلبی کے حوالے سے لکھا ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس موقع پر سورۂ اخلاص اور معوذتین کی تلاوت فرمائی۔
دوسرے اربابِ سیر نے اس کے بارے میں کچھ نہیں لکھا اس لیے وثوق کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ حضور صلی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے قرآنِ پاک کے کون سے حصے کی تلاوت فرمائی۔

[2] ایک روایت میں ہے کہ مکہ سے چلتے وقت حضرت طفیل رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

marfat.com

ملنے آئے تو میں نے ان سے کہا کہ میرا اب آپ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ انہوں نے پوچھا، بیٹے کیا ہوا؟ میں نے کہا، میں مسلمان ہو گیا ہوں اور میں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی پیروی اختیار کر لی ہے۔ انہوں نے کہا، بیٹا جو تیرا دین وہی میرا دین۔ میں نے کہا، آپ غسل کر کے پاک کپڑے پہنیے، پھر میرے پاس آئیے تاکہ میں آپ کو اس

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ سے درخواست کی کہ مجھے اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دینے کی اجازت دیں۔ آپؐ نے اجازت دے دی تو حضرت طفیلؓ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے کوئی ایسی نشانی عطا فرمائے کہ دعوت کا کام میرے لیے آسان ہو جائے۔ اس پر حضورؐ نے دعا کی، الٰہی اس کو کوئی نشانی عطا فرما۔ اس کے بعد حضرت طفیلؓ اپنے وطن کی طرف روانہ ہو گئے۔ طویل سفر کے بعد جب اپنی بستی کے قریب پہنچے تو سورج غروب ہو چکا تھا اور ساری وادی اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھی۔ راستہ دو پہاڑوں کے بیچوں بیچ بلندی سے نشیب کی طرف بستی میں جاتا تھا۔ گھٹاٹوپ اندھیرے میں ناہموار پہاڑی راستے پر اونٹ کو نیچے کی طرف لے جانا بڑا کٹھن کام تھا۔ اس وقت یکایک حضرت طفیلؓ کا چہرہ ماہِ تاباں کی طرح روشن ہو گیا جس سے اردگرد کی فضا منور ہو گئی۔ اب حضرت طفیلؓ نے بڑے تضرع کے ساتھ دعا کی، الٰہی چہرے پر نہیں کسی اور جگہ اس نشانی کو منتقل فرما دے۔ ان کی دعا فوراً درِ اجابت پہ پہنچ گئی اور روشنی اس کوڑے میں منتقل ہو گئی جو ان کے ہاتھ میں تھا۔ اب راستہ اترتے وقت ان کا کوڑا مشعل کا کام دے رہا تھا۔ اس کی روشنی میں وہ آسانی کے ساتھ اپنی بستی میں اتر آئے اور پھر اپنے گھر پہنچ گئے۔ اسی واقعہ کی بناء پر بعض سیرت نگاروں نے انہیں "ذوالنُّور" کے لقب سے یاد کیا ہے۔ (الاستیعاب، الاصابہ، تاریخ ابنِ عساکر، کنز العمال، حیاۃ الصحابہ)

---

marfat.com

دین کی تعلیم دوں جو میں سیکھ کر آیا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور شرفِ اسلام سے بہرہ ور ہو گئے۔

پھر میری بیوی آئی، میں نے اس سے بھی وہی بات کہی جو اپنے والد سے کہی تھی، اس نے کہا میں قربان جاؤں، یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ میں نے کہا، اسلام نے میرے اور تمہارے درمیان افتراق کی خلیج حائل کر دی ہے اور میں محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے دین کا پیرو ہو گیا ہوں۔ بیوی نے کہا، میں بھی تمہارا دین اختیار کرنا چاہتی ہوں تم مجھے اس کے بارے میں بتاؤ — میں نے کہا، ذوالشریٰ (قبیلۂ دوس کا بت) کے رِحمیٰ میں جا، وہاں پہاڑ سے گرنے والے پانی سے غسل کر اور پاک کپڑے پہن۔ میری بیوی نے کہا، ذوالشریٰ سے ہمارے بچوں کو تو کوئی تکلیف نہ پہنچے گی؟ میں نے کہا، نہیں میں اس کا ذمہ لیتا ہوں وہ گئی اور غسل کر کے آ گئی۔ میں نے اس کے سامنے اسلام پیش کیا تو وہ مسلمان ہو گئیں[۱]۔ پھر میں نے اپنے قبیلے کو حق کی طرف بلانا شروع کیا مگر دوس کے لوگوں نے دعوتِ حق قبول کرنے سے گریز کیا۔ میں نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس پھر مکہ واپس گیا اور عرض کیا کہ بنو دوس غفلت میں پڑے ہوئے ہیں، ان کی یہ غفلت میری تبلیغ کے راستے میں حائل ہو رہی ہے۔ آپؐ ان کے لیے ہدایت کی دعا فرمائیں[۲] — آپؐ نے دعا فرمائی:

---

[۱] ایک روایت میں ہے کہ حضرت طفیل رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عنہ کی والدہ بھی اسی موقع پر شرفِ اسلام سے بہرہ ور ہو گئی تھیں لیکن ایک اور روایت میں ہے کہ وہ کافر ہی رہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

[۲] ایک روایت میں ہے کہ حضرت طفیل رضؓ نے درخواست کی کہ میری ناہنجار قوم کے لیے بد دعا کریں لیکن حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی شانِ رحیمی نے بد دعا دینا پسند نہ کیا اس کے بجائے آپؐ نے ان کے لیے ہدایت کی دعا کی۔

marfat.com

اَللّٰھُمَّ اھْدِ دَوْسًا (اے اللہ دَوس کو ہدایت دے) اور مجھے نصیحت فرمائی کہ جا کر ان میں پھر تبلیغ کرو اور ان سے نرمی اور آشتی کا برتاؤ کرو۔ چنانچہ میں دَوس کو برابر اسلام کی طرف بلاتا رہا یہاں تک کہ غزوۂ خیبر کے موقع پر دَوس کے ستّر اَسّی (مسلمان) گھرانوں کو ساتھ لے کر نبی صَلَّی اللہ عَلَیہِ وَسَلَّم کے پاس پہنچا۔''

حضرت ابوہریرہؓ کا قبولِ اسلام

جمہور علماءِ سیَر نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہ تعالیٰ عنہٗ ہجرتِ نبوی سے پہلے (اپنے وطن میں) حضرت طفیل بن عمرو دَوسی رَضِیَ اللہ تعالیٰ عنہٗ کی تبلیغ سے مُشرّف بہ اسلام ہوئے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ جب حضرت طفیل رَضِیَ اللہ تعالیٰ عنہٗ مسلمان ہو کر مکّہ سے واپس آئے اور دعوتِ توحید کا آغاز کیا تو پہلی دفعہ اُن کے اہلِ خانہ کے علاوہ قبیلہ دَوس کے صرف ایک اور آدمی نے اسلام قبول کیا۔ قیاسِ غالب کے مطابق یہ شخص حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہ تعالیٰ عنہٗ تھے۔ حافظ ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ نے تو وضاحت کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہ تعالیٰ عنہٗ کا نام لیا ہے۔ (اَلاِصابہ ج ۲ ص ۲۲۶)

بعض روایتوں میں یہ بھی آیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہ تعالیٰ عنہٗ اس وقت مسلمان ہوئے جب حضرت طفیلؓ نے مکّہ سے دوسری مرتبہ واپس آکر اپنے قبیلے میں تبلیغ شروع کی —— بہرصورت یہ واقعہ ہجرتِ نبوی سے پہلے کا ہے۔

کچھ روایتوں میں یہ بھی آیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہ تعالیٰ عنہٗ غزوۂ خیبر (محرّم ۷ھ ہجری) کے موقع پر یا صلح حدیبیہ (ذیقعدہ ۶ھ ہجری) اور غزوہ خیبر (محرّم ۷ھ ہجری) کے درمیانی عرصے میں مسلمان ہوئے لیکن جمہور علماءِ سیَر نے اسی روایت کو ترجیح دی ہے کہ وہ ہجرتِ نبوی سے پہلے اپنے وطن ہی میں حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے تھے۔ غزوۂ خیبر کے موقع پر انہوں نے ہجرت اور

marfat.com

آنحضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کی زیارت اور بیعت کی سعادت حاصل کی (اس کی تفصیل آگے آئے گی۔)

بعثتِ نبوی کے وقت حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہ کی عمر گیارہ بارہ سال کی تھی (یعنی وہ نابالغ تھے) قیاس یہ ہے کہ انہوں نے حضرت طفیل بن عمرو رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہ کی تبلیغ سے اس وقت اسلام قبول کیا جب وہ باشعور (بالغ) ہو چکے تھے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت طفیل بن عمرو رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہ نے کب مکہ جا کر اسلام قبول کیا اور پھر وطن واپس آکر اپنے قبیلے میں تبلیغ کا آغاز کیا۔ اربابِ سیر نے اس کا کوئی واضح جواب نہیں دیا اور صرف اتنا لکھا ہے کہ یہ واقعہ بعثتِ نبوی کے ابتدائی زمانے کا ہے۔ ابتدائی زمانے سے مراد ۴ھ نبوت اور اس کے بعد کے دو تین سال ہیں۔ ۴ھ نبوت ہی میں رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ کے حکمِ الٰہی کے مطابق کھلے عام لوگوں کو حق کی طرف بلانا شروع کیا جس پر مشرکین آپؐ کے دشمن بن گئے اور باہر سے مکہ آنے والے لوگوں کو بھی آپؐ کے خلاف بہکانا شروع کر دیا۔ قیاس یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہ نے اسی زمانے میں اسلام قبول کیا۔ اس وقت ان کا عنفوانِ شباب تھا۔

marfat.com

وطن سے ہجرت

جب حضرت طفیل بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مسلسل تبلیغی مساعی کے نتیجے میں بنو دوس کی معتد بہ تعداد حلقہ بگوشِ اسلام ہوگئی تو ان کے دل میں خیال آیا کہ مکہ جاکر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی جائے کہ آپ بنو دوس کے پاس تشریف لے آئیں۔ یہاں آپؐ تک مشرکین قریش کا دستِ تعدّی نہیں پہنچ سکے گا کیونکہ بنو دوس نہ صرف خود جنگ آزما لوگ تھے بلکہ ان کے پاس ایک نہایت مضبوط قلعہ بھی تھا جو پہاڑوں سے گھرا ہوا تھا اور اس پر حملہ کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ چنانچہ وہ مکہ جاکر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت دی کہ یا رسولؐ اللہ! آپ ہمارے قلعے میں تشریف لے آیئے، دوس کا بچہ بچہ کٹ مرے گا لیکن آپؐ پر کوئی آنچ نہیں آنے دے گا۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ اُس زمانے میں سخت مشکلات سے دوچار تھے اور کفارِ مکہ اہلِ حق پر ایسے ظلم ڈھا رہے تھے کہ انسانیت سر پیٹ کر رہ گئی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت طفیل بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشکش کو بنظرِ استحسان دیکھا لیکن آپ نے اس وقت بوجوہ مکہ چھوڑنا مناسب نہ سمجھا اس لیے حضرت طفیلؓ کی دعوت قبول نہ فرمائی۔ دراصل کلکِ قدرت نے رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی میزبانی کا شرف انصارِ مدینہ کے مقدر میں لکھ رکھا تھا۔ اسی لیے آپؐ بنو دوس کے مہمان نہ بنے۔

(صحیح مسلم جلد ۱ ص۵۸)

حضرت طفیل بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مکے سے وطن واپس آکر حسبِ سابق

marfat.com

پھر تبلیغ حق میں مشغول ہو گئے۔ اس طرح کئی سال گزر گئے، اس اثناء میں رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے گئے اور بدر، اُحد، اَحزاب وغیرہ کے معرکے گزر چکے اور صلح حدیبیہ بھی ہو چکی۔ ۶ ہجری کے اواخر یا ۷ھ کے آغاز میں حضرت طفیل بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عنہ نے فیصلہ کیا کہ اب وطن سے سوئے مدینہ ہجرت کا شرف حاصل کیا جائے۔ انہوں نے دَوس کے دوسرے مسلمانوں کو بھی ہجرت کی ترغیب دی تو قبیلے کے ستر اسی مسلمان گھرانے (جن کے افراد کی تعداد بقولِ بعض چار سو تھی) ہجرت کے لیے تیار ہو گئے۔ حضرت طفیل بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عنہ نے ان سب کو ساتھ لے کر گھر بار اور وطن کو خیر باد کہا اور عازمِ مدینہ ہو گئے۔ ان ہجرت کرنے والوں میں حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عنہ بھی اپنے ایک غلام کے ساتھ شریک تھے۔ ان کی والدہ نے اسلام قبول نہیں کیا تھا لیکن وہ ان کو وطن میں اکیلا نہیں چھوڑ سکتے تھے اس لیے ان کو بھی ساتھ لے لیا۔

مدینہ مُنوّرہ میں وُرُود

دَوس کے مہاجرین کا یہ قافلہ منزلوں پر منزلیں مارتا مدینہ مُنوَّرہ پہنچا۔ تو رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اس وقت غزوۂ خیبر کے لیے تشریف لے گئے تھے اور وہیں تشریف فرما تھے۔ حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عنہ نے اپنے وُرُودِ مدینہ کا حال اس طرح بیان کیا ہے:

"رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم خیبر تشریف لے گئے تھے۔ میں اسی زمانے میں مدینہ آیا۔ فجر کی نماز سباعؓ بن عرفطہ کی اقتداء میں پڑھی جن کو رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم (مدینہ میں) اپنا نائب بنا کر چھوڑ گئے تھے۔ سباعؓ نے پہلی رکعت میں سورۂ مریم اور دوسری میں "وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ" (کم تولنے والوں کے لیے خرابی ہے) پڑھی۔ میں نے اپنے دل میں کہا، فلاں ازدی شخص کے لیے

marfat.com

ہلاکت ہو اس نے دو پیمانے بنا رکھے تھے[1] ایک کے ساتھ کم تول کر دوسروں کو دیتا (فروخت کرتا) اور دوسرے کے ساتھ لوگوں سے زیادہ لیا کرتا (خریدتا) تھا۔ (دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ قبیلہ ازد کے ہر شخص نے اس مقصد کے لیے دو پیمانے بنا رکھے تھے)۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۰۴، سیر اعلام النبلاء ج ۲ ص ۴۲۵)

دَوسی مہاجرین کو جب معلوم ہوا کہ رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم غزوہ خیبر کے لیے تشریف لے گئے ہیں تو انہوں نے فیصلہ کیا کہ آنحضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کی مراجعت کا انتظار کرنے کے بجائے خیبر پہنچ کر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا جائے۔ ان مہاجرین کے خیبر پہنچنے کے بارے میں جو روایات ہیں، ان میں سرسری طور پر بیان کیا گیا ہے کہ سب کے سب اہلِ قافلہ مدینہ سے خیبر کے لیے روانہ ہو گئے۔ یہ وضاحت نہیں کی گئی کہ بچے عورتیں اور کبیر السن حضرات بھی خیبر گئے یا انہیں مدینہ میں چھوڑ دیا گیا اور وہی مرد خیبر گئے جو لڑنے کے قابل تھے۔ بعض روایات کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ پہلے حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہٗ عازمِ خیبر ہوئے اور دوسرے دَوسی مہاجرین ان کے بعد خیبر پہنچے۔ لیکن کچھ روایات سے یہ نتیجہ بھی اخذ کیا جا سکتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہٗ دوسرے مہاجرین کے ساتھ ہی خیبر پہنچے۔

بارگاہِ رسالتؐ میں حاضری

مدینہ مُنَوَّرہ سے خیبر تک کے سفر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ

---

[1] قبیلۂ دَوس، قبیلۂ اَزد ہی ایک شاخ تھا اس لیے دَوسی اپنے آپ کو اَزدی بھی کہتے تھے۔

marfat.com

بڑے ذوق وشوق سے یہ شعر پڑھتے رہے:

یَا لَیْلَۃً مِنْ طُوْلِھَا وَ عَنَائِھَا
عَلٰی اَنَّھَا مِنْ دَارَۃِ الْکُفْرِ نَجَّتِ

(ہائے رات کی طوالت اور مشقت کتنی بُری ہے تاہم (شکر ہے)
اس نے مجھے دارالکفر سے چھٹکارا دلا دیا)

اثنائے سفر میں حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہ کا غلام گم ہو گیا (بروایت دیگر بارگاہِ رسالت میں حاضری والے دن سے پہلی شب کو کہیں چلا گیا)۔ حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہ، خیبر پہنچ کر رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی زیارت اور بیعت سے مُشرّف ہوئے۔ حسنِ اتفاق سے ان کا غلام بھی اس وقت وہاں پہنچ گیا۔ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:

"ابوہریرہ! تمہارا غلام آگیا؟"

حضرت ابوہریرہؓ نے عرض کیا:

"یارسول اللہ! میں اسے اللہ کی راہ میں آزاد کرتا ہوں۔"

خیبر پہنچنے والے دوسرے تمام دَوسی بھی حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی زیارت سے شادکام ہوئے اور آپؐ کے دستِ مبارک پر بیعتِ اسلام کا شرف حاصل کیا۔ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ سمیت ان حضرات نے اسی موقع پر اسلام قبول کیا لیکن (جیساکہ پچھلے صفحات میں وضاحت کی جا چکی ہے) بظاہر خیبر پہنچنے والے بیشتر دَوسی مہاجرین پہلے ہی شرفِ اسلام سے بہرہ ور ہو چکے تھے۔ اس موقع پر انھوں نے حضورؐ کے دستِ مبارک پر (اسلام کی) بیعت کی (نہ کہ اسلام قبول کیا) اس بات کا امکان ہو سکتا ہے کہ ان گھرانوں کے بعض افراد اسلام کے حلقہ اثر میں تو آگئے ہوں لیکن انھوں نے باقاعدہ قبولِ اسلام کا شرف بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر حاصل کیا ہو۔

marfat.com

غزوۂ خیبر میں شرکت

دَوسی مہاجرین کے وُرُودِ خیبر کے وقت "نطاۃ" کا قلعہ فتح ہو چکا تھا اور الکتیبہ کے قلعے کا محاصرہ جاری تھا۔ علامہ ابن سعدؒ اور حافظ ابنِ عبدالبرؒ کا بیان ہے کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دَوسی مجاہدین کو اسلامی فوج کے میمنہ پر مقرر فرمایا۔ اس طرح حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہٗ کو بھی غزوۂ خیبر میں شرکت کی سعادت نصیب ہو گئی اگرچہ یہ سعادت لڑائی کے آخری مراحل میں نصیب ہوئی کیونکہ دو تین دن کے اندر یہودیوں کے سارے قلعے فتح ہو گئے اور مسلمانوں کو کامل فتح حاصل ہو گئی۔

بعض لوگوں نے غزوۂ خیبر میں حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہٗ کی شرکت کے بارے میں شک کا اظہار کیا ہے لیکن صحیح بخاری میں خود حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ہم غزوۂ خیبر میں حاضر رہے[1]

اس کے علاوہ بعض دوسری روایتوں سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ غزوۂ خیبر میں شریک تھے البتہ اس بارے میں اختلاف ہے کہ خیبر کے مالِ غنیمت میں سے دَوسی مجاہدین کو حصہ دیا گیا یا نہیں۔ علامہ ابنِ سعدؒ نے حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہٗ سے یہ بیان منسوب کیا ہے کہ میں جن جن لڑائیوں میں شریک ہوا، غزوۂ خیبر کے علاوہ ان سب میں مالِ غنیمت ملا کیونکہ اس کا مال حدیبیہ والوں (یعنی ذیقعدہ ۶ھ ہجری میں

---

[1] اس روایت کے الفاظ یہ ہیں:

عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ شَهِدْنَا خَيْبَرَ۔ (امام زہریؒ نے حضرت سعید بن مسیّب کے واسطے سے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ ہم خیبر میں حاضر تھے) (صحیح بخاری ج ۲ ص ۶)

marfat.com

بیعتِ رضوان کرنے والوں) کے لیے مخصوص تھا۔

(طبقات ابن سعد جز ۲ ق ۲ ص۷۵)

لیکن صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہٗ کی یہ روایت بھی ملتی ہے۔

فَتَحْنَا خَیْبَرَ فَلَمْ نَغْنَمْ ذَھَبًا وَلَا فِضَّةً اِنَّمَا غَنِمْنَا الْبَقَرَ وَالْاِبِلَ وَالْمَتَاعَ وَالْحَوَائِطَ (صحیح بخاری جلد ۲ ص۶۰۸)

یعنی ہم نے جس وقت خیبر فتح کیا تو ہمیں غنیمت میں سونا چاندی نہیں ملا بلکہ گائے اونٹ دوسرا سامان اور باغات ملے۔

سُنَنِ ابی داؤد کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ خیبر کے مالِ غنیمت کی تقسیم کے معاملے میں مشہور صحابی حضرت ابان بن سعید رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہٗ[1] اور حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہٗ کے درمیان کچھ تلخ کلامی ہو گئی۔ واقعہ یہ تھا کہ غزوۂ خیبر سے پہلے رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت ابان بن سعید رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہٗ کو ایک مہم کا امیر بنا کر نجد کی طرف بھیجا تھا۔ جب خیبر فتح ہو چکا تو حضرت ابان بن سعید رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہٗ بھی نجد کی مہم سے فارغ ہو کر خیبر پہنچ گئے اور بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا:—

"یارسول اللہ! ہمیں بھی خیبر کے مالِ غنیمت سے حصہ عطا فرمائیے!"

اُس وقت حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہٗ بھی بارگاہِ نبوی میں حاضر تھے۔ انہوں نے عرض کیا:—

"یارسول اللہ! ان لوگوں کو نہ دیجئے (کیونکہ وہ غزوۂ خیبر میں شریک نہیں تھے)۔"

---

[1] سیدنا حضرت ابان بن سعید رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہٗ کا تعلق قریش کی شاخ بنی امیہ سے تھا سلسلۂ نسب یہ ہے:

ابانؓ بن سعید بن عاص بن امیہ بن عبدِ شمس بن عبدِ مناف بن قصیّ بن

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

marfat.com

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات سن کر حضرت ابان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غصہ آگیا اور انہوں نے حضرت ابوہریرہؓ سے مخاطب ہو کر کہا :۔۔۔۔

"اے دَبَر جو ابھی پہاڑ سے اتر کر آیا ہے تو یہ بات کہتا ہے ؟"

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

کلاب بن مُرّہ بن کعب بن لوئی قرشی۔

حضرت ابان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا والد ابو اُحیحہ سعید بن عاص بڑے دبدبہ و شکوہ کا رئیس تھا۔ اس کا لقب "ذوالتاج" تھا۔ وہ جس رنگ کا عمامہ باندھتا تھا مکّہ میں کوئی دوسرا شخص اس رنگ کا عمامہ نہ باندھ سکتا تھا۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوتِ حق کا آغاز فرمایا تو حضرت ابانؓ کے دو بھائیوں حضرت خالدؓ اور حضرت عمروؓ نے تو اس دعوت پر لبّیک کہا لیکن حضرت ابانؓ اور ان کے دوسرے اہلِ خاندان نے اسلام کی شدید مخالفت کی۔ ابانؓ شاعر بھی تھے انہوں نے اپنے مسلمان ہونے والے بھائیوں کی ہجو میں کئی اشعار کہے۔ غزوۂ بدر اور غزوۂ اُحد میں وہ مشرکینِ مکّہ کے لشکر میں شامل ہو کر مسلمانوں سے لڑنے گئے۔

صلح حدیبیہ (ذیقعدہ ۶ ہجری) کے بعد حضرت ابان کا دل اسلام کی طرف مائل ہو گیا اور وہ مدینہ منوّرہ جا کر مُشرّف بہ اسلام ہو گئے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی سابقہ غلطیوں اور لغزشوں کو معاف فرما دیا۔ محرّم ۷ ہجری کے آغاز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک مہم کا امیر بنا کر نجد کی طرف بھیجا۔ اس سے فارغ ہو کر وہ خیبر پہنچے جہاں حضورؐ خیبر کی تسخیر کے بعد تشریف فرما تھے۔ اس کے بعد حضورؐ نے انہیں بعض اور سریّوں پر بھی امیر بنا کر روانہ فرمایا۔ فتح مکّہ کے کچھ عرصہ بعد آنحضورؐ نے انہیں بحرین کا محصّلِ زکوٰۃ و جزیہ (بروایتِ دیگر حاکم) مقرر فرمایا۔ ۱۱ھ میں حضورؐ نے رحلت فرمائی تو حضرت ابانؓ اپنے عہدے سے دست کش ہو کر مدینہ منوّرہ واپس آ گئے۔ خلیفۃ الرّسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

marfat.com

دَبَرَ ایک جنگلی جانور کو کہتے ہیں جو قد و قامت میں بلّی کے مشابہ ہوتا ہے۔ بعض علماء نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ حضرت ابان رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہٗ کا مطلب یہ تھا کہ تم ایک جنگلی پہاڑی آدمی ہو تم ان اُمُور کو کیا سمجھ سکتے ہو اور ایسی باتوں میں کیوں مشورہ دیتے ہو۔

بعض علماء نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ حضرت اَبان رَضِیَ اللہ تعالیٰ عنہٗ نے یہ جو کہا ہے کہ "ایک بلّا جو پہاڑ سے اتر کر آیا ہے۔" اس میں حضرت ابو ہریرہؓ کی کنیت سے لطیفہ پیدا کیا۔ ابو ہریرہ کا لفظی ترجمہ ہے "بلی کے بچے کا باپ" اس لیے مزاحاً ان کو بلّا کہا۔ جب کسی شخص کو کسی چیز یا کسی وصف سے خصوصی تعلق ہو تو عربی محاورے میں اس شخص کو اس چیز کا باپ یا بھائی یا بیٹا کہہ دیا جاتا ہے۔

بہرصورت حضرت ابو ہریرہؓ نے بھی حضرت ابانؓ کو کوئی تلخ جواب دیا۔ اس طرح دونوں بزرگوں کی گفتگو میں تلخی پیدا ہو گئی۔ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

انہیں اس عہدے پر واپس بھیجنا چاہا لیکن انہوں نے بوجوہ دوبارہ یہ عہدہ قبول نہ کیا۔ سلطنتِ روم سے معرکہ آرائیوں کا آغاز ہوا تو حضرت ابان رَضِیَ اللہ تعالیٰ عنہٗ اسلامی لشکر میں شامل ہو کر شام کے میدانِ جہاد میں پہنچ گئے۔ ان کے زمانۂ وفات کے بارے میں اربابِ سِیَر میں بہت اختلاف ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ وہ جنگِ اَجنادَین میں شہید ہوئے بعض ان کی شہادت محاصرۂ دمشق کے دوران میں بتاتے ہیں اور بعض جنگِ مرج الصفر میں۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ شام میں رومیوں کے خلاف کئی لڑائیوں میں دادِ شجاعت دینے کے بعد وہ صحیح سلامت مدینہ مُنوّرہ واپس آ گئے اور حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں کسی وقت وفات پائی۔ (واللہ اعلم بالصواب)

حضرت ابان رَضِیَ اللہ تعالیٰ عنہٗ سے یہ حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہ عَلَیہِ وَسَلَّم نے زمانۂ جاہلیت کے تمام خون معاف کر دیئے ہیں۔ (اُسد الغابہ)

marfat.com

دونوں کو سمجھا بجھا کر خاموش کیا۔

صحیح بخاری میں یہ واقعہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانی اس طرح نقل ہوا ہے:

"میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا جب خیبر کی فتح کے بعد آپ ابھی خیبر ہی میں تشریف فرما تھے اور مالِ غنیمت تقسیم ہو رہا تھا۔ پس میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! مجھے بھی حصہ دلایئے۔ سعید بن عاص کے بیٹوں میں سے کسی نے کہا، یارسول اللہ! اس کو نہ دیجئے۔ میں نے کہا، یہ ابنِ قوقل کا قاتل ہے (یہ غزدۂ اُحُد میں بقولِ بعض حضرت ابانؓ بن سعید بن عاص کے ہاتھ سے شہید ہوئے تھے۔ نام ان کا نعمان تھا اور قبیلۂ خزرج سے تھے۔ ابانؓ اس وقت کُفّارِ مکہ کی فوج میں تھے۔ بعدازاں مسلمان ہو گئے) اس پر سعید بن عاص کے بیٹے نے کہا، اس پہاڑی بلّے پر تعجب ہے جو ہمارے پاس ضأن کی چوٹی سے اتر کر یہاں آیا ہے [1] وہ مجھ پر ایک مردِ مسلم کے قتل کا عیب دھرتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھوں (مرتبۂ شہادت کی) عزت بخشی اور مجھے اس کے ہاتھوں ذلیل نہیں ہونے دیا۔"

(یعنی اگر معاملہ اس کے الٹ ہوتا کہ میں کفر کی حالت میں اس کے ہاتھوں قتل ہو جاتا تو ذلیل و خوار ہو کر جہنم میں جاتا۔)

(بذل القوۃ از مخدوم محمد ہاشم سندھی بحوالہ صحیح بخاری)

(بخاری جلد ۲ کتاب المغازی غزدۂ خیبر)

---

[1] ضأن قبیلۂ دَوس کے علاقے میں ایک پہاڑی کا نام ہے۔

marfat.com

اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے خیبر کے مالِ غنیمت سے حصے کی درخواست کی تھی۔ حضرت ابان رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عَنہُ نے اس کی مخالفت کی۔ اس وجہ سے دونوں کی گفتگو میں تلخی آگئی۔ اس کے ساتھ سُنن ابی داؤد کی روایت کو ملا کر پڑھا جائے تو یہی نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ دونوں بزرگوں نے مالِ غنیمت سے حصہ مانگا۔ پھر رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے جو فیصلہ کیا اس پر دونوں راضی ہو گئے۔

علامہ ابنِ اثیرؒ نے "اُسدُ الغابہ" میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے حضرت ابان رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عَنہُ کو خیبر کی غنیمت سے حصہ نہیں دیا۔

بقولِ بعض آنحضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے حضرت ابان رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عَنہُ کو خیبر کی غنیمت سے باقاعدہ حصہ نہیں دیا البتہ بطور عطیہ کچھ مرحمت فرمایا (بذل القوۃ)

جہاں تک حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عَنہُ اور دوسرے دَوسی مجاہدین کا تعلق ہے تو صحیح بخاری سے ان کی جو دوسری روایت اوپر نقل کی گئی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان حضرات کو مالِ غنیمت سے سونے چاندی کی صورت میں تو کوئی چیز نہیں دی گئی البتہ انہیں اونٹ گائیں اور کچھ دوسری اشیاء مرحمت کی گئیں نیز بعض باغات کی پیداوار میں سے بھی کچھ حصہ دیا گیا۔ (واللہ اعلم بالصواب)

اگر اس روایت کو طبقات ابنِ سعد کی اس روایت سے ملا کر پڑھا جائے جس میں حضرت ابوہریرہؓ نے کہا ہے کہ خیبر کے مالِ غنیمت سے انہیں کچھ نہیں ملا تو پھر ان دونوں روایتوں میں تطبیق کی یہ صورت ہوسکتی ہے کہ اس موقع پر انہیں جو کچھ عطا ہوا وہ بطور عطیہ یا انعام تھا اور اس کی تعداد یا مقدار بھی بہت کم تھی کیونکہ مدینہ مُنوّرہ میں انہوں نے اپنی زندگی کا آغاز بڑی تنگدستی کی حالت میں کیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے خیبر سے مدینہ مُنوّرہ کو معاودت فرمائی تو حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عَنہُ اور دوسرے تمام دَوسی اصحاب بھی آپؐ کے ساتھ مدینہ مُنوّرہ آگئے۔

marfat.com

خیبر سے مراجعت کے بعد

اربابِ سِیَر نے یہ وضاحت نہیں کی کہ بنو دَوس کے مہاجرین غزوۂ خیبر سے فارغ ہو کر واپس مدینہ مُنَوَّرَہ پہنچے تو ان میں سے کتنے مستقل طور پر مدینہ مُنَوَّرَہ میں مقیم ہو گئے اور کتنے واپس وطن چلے گئے البتہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ مُنَوَّرَہ میں مستقل اقامت اختیار کر لی۔

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت طفیل بن عمرو دَوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باقی حالاتِ زندگی بھی بیان کر دیئے جائیں۔ وہ بنو دَوس کی اہم ترین شخصیت تھے کیونکہ انہی کی تبلیغی مساعی کے نتیجے میں بنو دَوس میں اسلام پھیلا تھا اور وہی بنو دَوس کے ستر اسی گھرانوں کو اپنے ساتھ مدینہ مُنَوَّرَہ لائے تھے۔ ابنِ سعدؒ کا بیان ہے کہ حضرت طفیل بن عمروؓ فتح مکہ (رمضان المبارک ۸ ہجری) تک رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ہمرکاب رہے۔ فتح مکہ کے بعد وہ چند دَوسیوں کو ساتھ لے کر اپنے وطن گئے اور مشرکینِ بنی دَوس کے بُت ذوالکفّین اور اس کے حمیٰ کو تباہ و برباد کر دیا۔[1] یہ کارنامہ سرانجام دے کر واپس آنے لگے تو بنو دَوس کے چار سَو آدمی مع ساز و سامان ان کے ساتھ ہو لیے۔ ان دنوں رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے طائف کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ حضرت طفیلؓ نے

---

[1] ابنِ سعدؒ نے لکھا ہے کہ فتح مکہ کے بعد حضرت طفیل بن عمروؓ نے رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرے قبیلے میں ابھی تک ایک بُت خانہ موجود ہے جس میں ذوالکفّین نام کا ایک بُت نصب ہے

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہو کر ذوالکفین کی بربادی کا حال سنایا تو آپ بہت مسرور ہوئے۔ حضرت طفیلؓ اور ان کے ساتھیوں نے غزوۂ طائف میں شریک ہونے کی خواہش ظاہر کی۔ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے ان سے پوچھا، تمہارا عَلَم کون اٹھائے گا؟

حضرت طفیلؓ نے عرض کیا:

"نعمانؓ بن بازیہ، یہ مدتوں سے بنو دَوس کے علمبردار ہیں۔ اس موقع پر بھی وہی اٹھائیں گے۔" ؎

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

بنو دَوس کے جو لوگ ابھی تک ایمان نہیں لائے وہ بڑے ذوق وشوق سے اس بُت کی پرستش کرتے ہیں اگر اجازت دیں تو اس بت خانے کو مسمار کر دوں۔

حضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے فرمایا، "ہاں اس کو برباد کر دو۔"

چنانچہ حضرت طفیلؓ اپنے قبیلے کے چند مسلمانوں کو ساتھ لے گئے اور بت خانے کو منہدم کر کے بُت کو آگ لگا دی۔ اس وقت وہ یہ شعر پڑھ رہے تھے:

یَا ذَا الْکَفَّیْنِ لَسْتُ مِنْ عِبَادِکَا ۔۔۔ مِیْلَادُنَا اَقْدَمُ مِنْ مِیْلَادِکَا

اِنِّیْ حَشَشْتُ النَّارَ فِیْ فُؤَادِکَا

(یعنی اے ذوالکفین میں تیری پرستش کرنے والوں میں نہیں ہوں۔ میری پیدائش تیری ولادت سے پہلے کی ہے۔ میں نے تیرے دل میں آگ بھر دی ہے)

(طبقات ابنِ سعد ج ۴ ق ا ص ۱۷۱، سیر الصحابہ (مہاجرین حصہ دوم)

؎ حضرت نعمانؓ بن بازیہ (بروایتِ دیگر راذیہ) کو شرف صحابیت حاصل ہے۔ ان سے یہ حدیث مروی ہے کہ "میں نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ! ہم زمانۂ جاہلیت میں راتوں کے پچھلے پہر سفر کرتے۔ اب جبکہ اللہ کے فضل سے ہم مسلمان ہیں، ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ آپ نے فرمایا، اسلام میں بھی

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی رائے پسند فرمائی۔ پھر یہ سب لوگ ایک الگ دستے کی صورت میں غزوہ طائف میں شریک ہوئے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آغاز خلافت میں فتنۂ ارتداد (الردۃ) نے زور پکڑا تو حضرت طفیل بن عمرو رض نے اس کے استیصال میں بھرپور حصہ لیا۔ آخر میں اسی سلسلے میں مسیلمہ کذاب کے خلاف جنگ یمامہ میں شریک ہوئے اور نہایت بہادری سے لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔ ان کے فرزند حضرت عمرو رض بھی اس لڑائی میں ان کے ساتھ تھے وہ شدید زخمی ہو گئے لیکن جان بچ گئی۔ بعد میں انہوں نے جنگ یرموک میں شہادت پائی۔

(طبقات ابن سعد حصہ مغازی، مستدرک حاکم، الاستیعاب، اسد الغابہ)

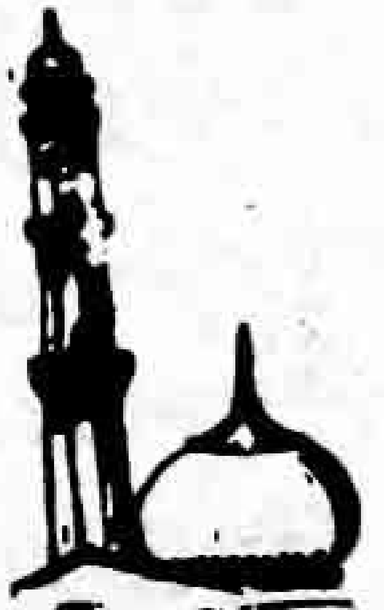

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ)

یہ عمل پسندیدہ ہے اس لیے تمہیں چاہیے کہ کسی کو بھی ایسے سفر سے منع نہ کرنا۔"

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ (شام کی فتح کے بعد) حضرت نعمان بن بازیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حمص میں سکونت اختیار کر لی تھی۔

(اسد الغابہ)

marfat.com

عہدِ رسالت میں
حضرت ابوہریرہؓ کے شب و روز

رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہونے سے لے کر آپؐ کے دنیا سے رخصت ہونے تک کا زمانہ (محرم ۷ ہجری تا ربیع الاوّل ۱۱ھ ہجری) حضرت ابوہریرہؓ کی تمام زندگی کا حاصل تھا۔ انہوں نے اس زمانے کا تین چوتھائی حصہ محسنِ انسانیت رحمتِ دوعالم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کی بابرکت صحبت میں گزارا (ایک چوتھائی حصہ بحرین میں گزارا جس کی تفصیل الگ بیان کی گئی ہے۔)

حضور رسالت مآب صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کے دامنِ اقدس سے ان کی وابستگی کی عجیب کیفیت تھی۔ سفر ہو یا حضر، خلوت ہو یا جلوت، رات ہو یا دن، حج ہو یا کوئی غزوہ، وہ ہر موقع پر بارگاہِ رسالت میں حاضر رہنے کی کوشش کرتے تھے تاکہ فیضانِ نبوّی سے زیادہ سے زیادہ بہرہ یاب ہوسکیں۔ عہدِ رسالت میں ان کی زندگی کے شب و روز پر ایک نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ اس دوران میں صرف تین چیزیں ان کی زندگی کا محور تھیں۔ پہلی یہ کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کے جمالِ جہاں آرا سے اپنی آنکھیں روشن کرتے رہیں۔ خود فرمایا کرتے تھے کہ ذاتِ رسالت مآب صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کا مشاہدہ جمال میری روح کی تسکین و راحت اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ (مُسندِ احمد) دوسری یہ کہ آنحضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کی جو بھی اور جتنی بھی خدمت کر سکیں، کریں۔ (اس کی تفصیل آگے آئے گی) تیسری یہ کہ نبوّت کے سرچشمۂ عُلوم و معارف سے خوب خوب سیراب ہوتے رہیں۔

marfat.com

انہی مقاصد کے حصول کی خاطر عہدِ رسالت میں نہ انہوں نے شادی کی اور نہ کسبِ معاش کے لیے کوئی پیشہ اختیار کیا بلکہ اصحابِ صُفّہ کی مقدس جماعت میں شامل ہو گئے اور ایک درویش طالبِ علم کی حیثیت سے فقر و فاقہ کی زندگی گزاری۔ اس سے پہلے کہ ہم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذاتی حالات بیان کریں، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ "اصحابِ صُفّہ" کے مشاغل اور ان کے مقام و مرتبہ کے بارے میں تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالیں:

اصحابِ صُفّہ

رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم مکّہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منوّرہ تشریف لائے تو تھوڑے ہی عرصہ کے بعد آپؐ نے اپنے جاں نثاروں کے ساتھ مل کر مسجدِ نبوی کی تعمیر کا آغاز فرمایا۔ جب یہ کام مکمل ہو گیا تو آپؐ نے صحابہؓ کی تعلیم کے لیے مسجدِ نبویؐ میں اسلام کی پہلی درسگاہ قائم فرمائی۔ اس میں تعلیم پانے والے دو طرح کے اصحاب تھے۔ ایک تو وہ مہاجرین اور انصار جو گھر بار والے تھے اور کھیتی باڑی، تجارت اور کئی دوسرے مختلف النوع کام کرتے تھے۔ یہ اصحاب اپنے فرصت کے وقت میں قرآنِ مجید اور حدیث و سنت کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ دوسرے وہ اصحاب تھے جن کا نہ گھر بار تھا اور نہ کوئی ذریعہ معاش۔ اگر گھر بار تھا بھی تو انہوں نے اس کو چھوڑ کر اپنے آپ کو قرآن و سنت کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے وقف کر دیا تھا۔ ان میں زیادہ تر اصحاب غریب الوطن ہوتے تھے۔ وہ محض رضائے الٰہی کی خاطر اپنا وطن اور گھر بار چھوڑ کر طویل سفر کے بعد مدینہ منوّرہ پہنچے تھے اور فقر و فاقہ کی زندگی اختیار کر کے حصولِ علم میں مشغول ہو جاتے تھے۔ جب ان غریب الدیار درویشانِ اسلام کی تعداد

marfat.com

میں روز بروز اضافہ ہونے لگا تو آنحضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان کے مستقل قیام کے لیے مسجدِ نبوی سے جانبِ شرق ایک چبوترے پر مسقف دالان بنوا دیا۔

عربی میں سائبان یا مسقف دالان کو صُفّہ کہتے ہیں، اس لیے یہ مردانِ حق آگاہ بھی اصحابِ صُفّہ کہلانے لگے۔ پہلے تو یہ اصحاب دن بھر مسجدِ نبوی میں تعلیم و تربیت حاصل کرتے تھے اور رات کو قریبی کھلے چبوترے پر سو رہتے تھے۔ اب ان کو ایک چھت میسّر آگئی اور ان میں مدینہ منوّرہ کے مسکین صحابہ بھی شامل ہو گئے۔

اصحابِ صُفّہ کو اضیاف الاسلام (اسلام کے مہمان) یا اضیاف اللہ (اللہ کے مہمان) یا قرّاء (قرآن پڑھنے والے) بھی کہا جاتا تھا۔ ان کی تعداد مقرر نہ تھی اور اس میں کمی بیشی ہوتی رہتی تھی۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق ایک وقت میں ان کی کم از کم تعداد ستّر تھی جو بعض اوقات بڑھ کر چار سو تک پہنچ جاتی تھی۔ (ایک روایت یہ بھی ہے کہ اصحابِ صُفّہ کی کل تعداد چار سو تک پہنچتی ہے لیکن ایک وقت میں یہ اصحاب کبھی اتنی تعداد میں جمع نہیں ہوئے۔ واللہ اعلم) جس نو وارد مسلمان کا مدینہ منوّرہ میں کوئی شناسا نہ ہوتا وہ اہلِ صُفّہ ہی کے پاس آکر قیام کرتا تھا۔

ان بزرگوں میں سے جو صاحب شادی کر لیتے اور اہل و عیال کے فرائض و حقوق پورا کرنے کے پابند ہو جاتے یا کسبِ معاش کے لیے کسی خاص پیشے یا کاروبار سے منسلک ہو جاتے وہ خود بخود ہی اصحابِ صُفّہ کے حلقے سے نکل جاتے تھے۔

اصحابِ صُفّہ حالتِ امن میں اللہ کے مسکین ترین بندے تھے اور میدانِ جہاد میں شیرانِ غابہ سے بڑھ کر تھے۔ ان میں سے ۵۷ مشہور صحابہؓ کے اسمائے گرامی یہ ہیں: ———

marfat.com

(۱) حضرت ابوہریرہؓ (۲) حضرت براءؓ بن مالک انصاری
(۳) حضرت ربیعہؓ بن کعب اسلمی (۴) حضرت حبیبؓ بن زید بن عاصم انصاری
(۵) حضرت عبداللہؓ بن اُمِ مکتومؓ (۶) حضرت ابوسعید ثابتؓ بن ودیعہ دوسی
(۷) حضرت ابوثعلبہؓ انصاری (۸) حضرت اوسؓ بن اوس ثقفی
(۹) حضرت ثابتؓ بن ضحاک انصاری (۱۰) حضرت ابوبشر بشیرؓ بن معبد اسلمی
(۱۱) حضرت ابوبرزہ نضلہؓ بن عبید اسلمی (۱۲) حضرت حکمؓ بن عمرو ثمالی
(۱۳) حضرت حارثہؓ بن خمیر اشجعی (۱۴) حضرت جعالؓ (جعیل) بن سراقہ غفاری (یا ضمری)
(۱۵) حضرت حنظلہؓ بن ابی عامر انصاری (غسیل الملائکہ)۔
(۱۶) حضرت ابوریحانہؓ مولیٰ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم
(۱۷) حضرت سفینہؓ مولیٰ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم
(۱۸) حضرت ابوکبشہؓ مولیٰ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم
(۱۹) حضرت خبیبؓ بن اُساف انصاری (۲۰) حضرت حذیفہؓ بن اُسید غفاری
(۲۱) حضرت حرملہؓ بن ایاس عنبری (۲۲) حضرت دکینؓ بن سعید خثعمی
(۲۳) حضرت شدادؓ بن اسید اسلمی (۲۴) حضرت سعدؓ بن مالک انصاری
(۲۵) حضرت خالدؓ بن زید بن حارثہ انصاری (۲۶) حضرت ابوسعید خدریؓ
(۲۷) حضرت سالمؓ بن عبید اشجعی (۲۸) حضرت سالمؓ بن عمیر بن ثابت انصاری
(۲۹) حضرت شقرانؓ مولیٰ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم
(۳۰) حضرت مویہبہؓ مولیٰ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم
(۳۱) حضرت ابوعبیدؓ مولیٰ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم
(۳۲) حضرت یسار راعیؓ مولیٰ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم
(۳۳) حضرت واثلہؓ بن اسقع کنانی
(۳۴) حضرت مسطحؓ بن اثاثہ بن عبد بن مُطّلب قرشی۔
(۳۵) حضرت وابصہؓ بن معبد اسدی۔

marfat.com

(۳۶) حضرت عکاشہؓ بن محصن اَسَدی
(۳۷) حضرت عبداللہؓ بن بدر جہنی
(۳۸) حضرت عبداللہؓ بن خالد عفاری -
(۳۹) حضرت عویمؓ بن ساعدہ انصاری
(۴۰) حضرت عیاضؓ بن حمار مجاشعی
(۴۱) حضرت صفوانؓ بن بیضاء فہری
(۴۲) حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن حرام سلمی انصاری
(۴۳) حضرت عمروؓ بن عوف
(۴۴) حضرت فضالہؓ بن عبید انصاری
(۴۵) حضرت قرۃؓ بن ایاس مُزَنی
(۴۶) حضرت عمروؓ بن طلق بن زید انصاری
(۴۷) حضرت مسعودؓ بن ربیع قاری
(۴۸) حضرت عبداللہ بن اُنَیس جہنی ثم انصاری
(۴۹) حضرت ابو نجیح عرباضؓ بن ساریہ سلمی
(۵۰) حضرت معاویہؓ بن حَکَم سُلمَی
(۵۱) حضرت عبادہؓ بن قرص لیثی
(۵۲) حضرت عبداللہؓ بن اسود سدوسی
(۵۳) حضرت سائبؓ بن خلاد انصاری
(۵۴) حضرت طلحہؓ بن عمرو نضری
(۵۵) حضرت ہلالؓ مولیٰ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ
(۵۶) حضرت عبداللہؓ بن حُبشی خثعمی
(۵۷) حضرت عمروؓ بن ثعلبہ بن وہب ابو حکیمہ انصاری

اصحابِ صُفّہ کے فقر و استغنار کی عجیب کیفیت تھی۔ ان پر کئی کئی

rekhta.com

وقت کے فاقے گزر جاتے تھے لیکن زبان پر حرفِ شکایت نہ لاتے تھے۔ جب رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اقتداء میں نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو ان میں سے بعض نحیف الجثہ اصحاب ضعف اور گرسنگی کے سبب عین حالتِ نماز میں گر پڑتے اور بے ہوش ہو جاتے۔ حضورؐ نماز سے فارغ ہو کر انہیں اٹھاتے اور فرماتے، اے صحابیک المہاجرین! اگر تمہیں معلوم ہو جاتا کہ بارگاہِ الٰہی میں تمہارا کیا درجہ ہے تو تم ضرور یہ تمنا کرتے کہ تمہارا یہ فقر و فاقہ اور بڑھ جاتا۔

آنحضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ان درویشانِ راہِ حق کو بے حد محبوب رکھتے تھے اور ہر معاملے میں ان کا خیال رکھتے تھے۔ جب کہیں سے صدقہ کا کھانا آتا تو حضورؐ یہ تمام کھانا اصحابِ صُفّہ کو بھیج دیتے تھے۔ کبھی انہیں مہاجرین اور انصار پر تقسیم کر دیتے کہ وہ ان کے کھانے کا بندوبست کریں۔ ہر شخص اپنی استطاعت کے مطابق ایک ایک دو دو تین تین چار چار کو اپنے ساتھ لے جاتا اور کھانا کھلاتا۔ رئیس خزرج حضرت سعد بن عبادہ انصاری رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عَنہُ اکثر شام کو اَسّی اصحابِ صُفّہ کو ساتھ لے جاتے اور انہیں کھانا کھلاتے۔

حضرت جعفر بن ابی طالب رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عَنہُ بھی اصحابِ صُفّہ کو اکثر مدعو کرتے رہتے تھے۔ اسی بنا پر آنحضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے انہیں ابوالمساکین کا لقب دے رکھا تھا۔ دوسرے صحابہ (بالخصوص انصار) بھی اصحابِ صُفّہ کی دل کھول کر مدد کیا کرتے تھے۔ انصار اپنے باغوں سے کھجور کے خوشے لاتے اور مسجدِ نبوی میں لٹکا دیتے تا کہ اصحابِ صُفّہ کھجوروں سے اپنی شکم پُری کر سکیں۔ (جامع ترمذی ابواب تفسیر القرآن)

ایک دفعہ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ جس گھر میں دو آدمیوں کا کھانا پکتا ہو وہ اصحابِ صُفّہ میں سے تیسرے آدمی کو اور جس

marfat.com

کے ہاں چار کا کھانا پکتا ہو وہ ان میں سے پانچویں آدمی کو ساتھ لے جائے اور کھانا کھلائے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے تین آدمیوں کو ساتھ لیا لیکن آپؐ دس آدمیوں کو اپنے ساتھ لے گئے۔ (صحیح مسلم)۔(حلیۃ الاولیاء)

ایک مرتبہ کسی نے ایک پیالہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ یہ ایک بڑی دیگ کے برابر تھا اور چار آدمی اس کو مل کر اٹھاتے تھے۔ جب دوپہر ہوتی تو وہ پیالہ آتا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب صُفّہ کو ساتھ لے کر اس کے گرد بیٹھ جاتے اور اس میں سے کھانا تناول فرماتے۔ بعض اوقات کھانے والوں کی تعداد اتنی زیادہ ہوتی کہ آپ کو اکڑوں بیٹھنا پڑتا تاکہ لوگوں کے لیے جگہ نکل آئے۔ (سنن ابی داؤد)

اگر کبھی کوئی صحابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے کی دعوت دیتے تو آپؐ اصحاب صُفّہ کو ساتھ لے جاتے اور ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتے۔ اللہ تعالیٰ تھوڑے کھانے میں بھی برکت دیتا تھا۔

حضورؐ کو اصحاب صُفّہ کا کس قدر خیال تھا اس کا اندازہ اس واقعہ سے کیا جا سکتا ہے کہ ایک دفعہ آپ کی لختِ جگر سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی کہ چکی پیستے پیستے میرے ہاتھوں میں گٹے پڑ گئے ہیں اور شدید محنت و مشقت نے نحیف و نزار کر دیا ہے۔ آپ مجھے ایک کنیز مرحمت فرمائیں۔

حضورؐ نے اپنی پیاری بیٹی کی درخواست کے جواب میں فرمایا، بیٹی مجھے سب سے پہلے اصحاب صُفّہ کی خورد و نوش کا انتظام کرنا ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ اصحاب صُفّہ تو بھوکے رہیں اور میں اپنی بیٹی کے آرام کے لیے اسے کنیز دوں۔ بیٹی صبر و شکر سے اپنا وقت گزارو۔[1]

---

[1] علامہ شبلی نعمانیؒ نے اس واقعہ کو یوں نظم کیا ہے: (بقیہ اگلے صفحہ پر)

marfat.com

اصحاب صُفّہ میں سے ایک بزرگ حضرت طلحہ بن عمرو نصری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی آدمی باہر سے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں (مدینہ مُنوّرَہ) آتا، اگر اس کا مدینہ مُنوّرَہ میں کوئی جاننے والا ہوتا تو وہ اس کے پاس ٹھہرتا، اگر کوئی اس کا جاننے والا نہ ہوتا تو وہ صُفّہ میں قیام کرتا۔ میں جب مدینہ مُنوّرَہ آیا تو میرا کوئی جاننے والا نہ تھا اس لیے میں

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ)

افلاس سے تھا سیدۂ پاک کا یہ حال!
گھر میں کوئی کنیز نہ کوئی غلام تھا!
گھِس گھِس گئی تھیں ہاتھ کی دونوں ہتھیلیاں
چکی کے پیسنے کا جو دن رات کام تھا
سینہ پہ مشک بھر کے جو لاتی تھیں بار بار
گو نور سے بھرا تھا مگر نیل فام تھا
اَٹ جاتا تھا لباسِ مبارک غبار سے
جھاڑو کا مشغلہ بھی ہر صبح و شام تھا
آخر گئیں جناب رسولِ خدا کے پاس
یہ بھی کچھ اتفاق وہاں اذنِ عام تھا
محرم نہ تھے جو لوگ تو کچھ کر سکیں نہ عرض
واپس گئیں کہ پاسِ حیا کا مقام تھا
پھر جب گئیں دوبارہ تو پوچھا حضورؐ نے
کل کس لیے تم آئی تھیں کیا خاص کام تھا؟
غیرت یہ تھی کہ اب بھی نہ کچھ منہ سے کہہ سکیں
حیدرؓ نے ان کے منہ سے کہا جو پیام تھا

(باقی اگلے صفحہ پر)

marfat.com

اہلِ صُفّہ کے پاس ٹھہرا۔ ہمارے پاس رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی طرف سے ہر روز ایک مُد (تقریباً نو چھٹانک کے برابر) کھجوریں آتی تھیں جو دو آدمیوں کے لیے ہوتی تھیں۔ ایک روز نماز کے بعد ہم میں سے ایک شخص نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں عرض کیا، یا رسول اللہ! کھجوریں کھاتے کھاتے ہمارے پیٹ جل گئے اور ہماری چادریں پھٹ گئیں۔ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ان کی باتیں سنتے رہے۔ جب انہوں نے اپنی گفتگو ختم کی تو آپؐ منبر پر تشریف لائے۔ اللہ کی حمد وثنا کے بعد آپؐ نے ان تکلیفوں کا ذکر کیا جو آپؐ کو (اور آپؐ کے رفقاء کو) آپؐ کی قوم کی طرف سے پہنچی تھیں۔ پھر فرمایا کہ مجھ پر اور میرے ساتھیوں پر دس راتیں ایسی گزریں کہ ہمارے پاس سوائے پیلو کے درخت کے پھل کے اور کچھ نہیں تھا۔ پس ہم نے اپنے وطن سے ہجرت کی اور اپنے ان انصار

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ارشاد یہ ہوا کہ غریبانِ بے وطن
جن کا کہ صُفّۂ نبوی میں قیام تھا
میں ان کے بند و بست سے فارغ نہیں ہنوز
ہر چند اس میں خاص مجھے اہتمام تھا
جو جو مصیبتیں کہ اب ان پر گزرتی ہیں
میں اس کا ذمہ دار ہوں میرا یہ کام تھا!!
کچھ تم سے بھی زیادہ مُقدّم تھا ان کا حق
جن کو کہ بھوک پیاس سے سونا حرام تھا
خاموش ہو کے سیدۂ پاک رہ گئیں
جرأت نہ کر سکیں کہ ادب کا مقام تھا

marfat.com

بھائیوں کے پاس آئے جن کا بہترین کھانا کھجور ہے۔ انہوں نے ہماری مدد کھجور سے کی۔ (اور کھجور ہی سے ہم تمہاری مدد کرتے ہیں) خدا کی قسم اگر مجھے روٹی اور گوشت میسّر ہوتا تو تم کو ضرور کھلاتا لیکن سردست یہ میسّر نہیں ہے تاہم وہ زمانہ جلد آنے والا ہے جب تم کعبے کے پردے جیسے (خوبصورت) کپڑے پہنو گے اور صبح و شام طشت میں کھاؤ گے۔

(حلیۃ الاولیاء ج۔۱ ص ۳۸۴)

"مُسندِ احمد" اور "مستدرک حاکم" کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحابِ صُفّہ کو بتایا کہ وہ زمانہ جلد آنے والا ہے۔ جب تم لوگ آسودگی اور مرفہ الحالی کی زندگی بسر کرو گے تو انہوں نے عرض کیا:

"یا رسول اللہ! ہمارے لیے موجودہ زمانہ اچھا ہے یا آسودگی اور مرفہ الحالی کا دَور اچھا ہوگا۔"

آپؐ نے فرمایا:

"موجودہ زمانہ ہی خیر و برکت کا عہد ہے جس میں تم باہم انس و محبّت سے رہتے ہو۔"

اصحابِ صُفّہ کے لباس کا یہ عالم تھا کہ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جس کے پاس تہبند اور چادر دونوں چیزیں ہوں۔ ایک چادر یا کلیم کے سوا ان کے پاس کوئی کپڑا نہ ہوتا تھا۔ وہ اس چادر کو اپنے گلے میں اس طرح باندھ لیتے تھے کہ بعض کے نصف ساق تک لٹک آتی تھی اور بعض کے ٹخنوں تک پہنچ جاتی تھی۔ جب نماز پڑھتے ہوئے سجدہ کرتے تو اس چادر کو سمیٹ لیتے تاکہ ستر کی جگہ نہ کھلے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اصحابِ صُفّہ کو خود بھی نہایت محبّت اور شفقت سے تعلیم دیتے تھے اور دوسرے معلّموں سے بھی

marfat.com

دلاتے تھے۔ ان مُعلّمین میں حضرت عبادہؓ بن صامت انصاری اور حضرت اُبیؓ بن کعب انصاری کے اسماءِ گرامی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ جن بزرگوں کو بعض دوسرے کاموں کی وجہ سے دن کے وقت تعلیم حاصل کرنے کا موقع نہ ملتا تھا وہ رات کو ایک استاد کے پاس جاتے تھے اور صبح تک پڑھتے تھے۔ (مُسندِ احمد جلد ۳ ص ۱۳۷)

اصحابِ صُفّہ جس انہماک اور ذوق وشوق سے تعلیم حاصل کرتے تھے اس کی بدولت اُن کو علومِ قرآن، حدیثِ نبوی اور قرأت میں امتیازی درجہ حاصل ہوگیا تھا۔ حفظِ قرآن سے بھی انہیں خاص شغف تھا اور وہ قُرّاء کے لقب سے مشہور ہوگئے تھے۔

صُفّہ کے ایک معلّم حضرت عبادہ بن صامت انصاریؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے صُفّہ کے بعض طالب علموں کو قرآن حکیم کی تعلیم دی اور لکھنا بھی سکھایا۔ ان میں سے ایک طالب علم نے مجھے ایک کمان ہدیۃً بھیجی۔ (ابوداؤد کتاب البیوع)

مُسندِ احمد بن حنبل میں یہ روایت اور انداز سے بیان کی گئی ہے۔ وہ یہ کہ اصحابِ صُفّہ میں سے ایک صاحب تحصیلِ علم کے لیے حضرت عبادہؓ بن صامت کے گھر میں رہتے تھے اور شام کا کھانا بھی ان کے ساتھ کھاتے تھے۔ جب انہوں نے اپنے مکان پر جانے کا قصد کیا (یعنی حضرت عبادہؓ بن صامت سے رخصت ہوتے وقت) ایک عمدہ کمان استاد کی نذر کی۔ حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر اس بات کا ذکر کیا تو آپؐ نے ان کو یہ کمان قبول کرنے سے منع فرمایا۔ (مُسندِ احمد جلد ۵ ص ۳۲۴)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں غریب مہاجرین (اصحابِ صُفّہ) کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھا

marfat.com

تھا اور وہ سب کپڑے نہ ہونے کی وجہ سے مل کر بیٹھے ہوئے تھے (تاکہ بدن کے ان حصوں کو چھپا سکیں جن کا چھپانا ضروری ہے) اور ایک صاحب ہم کو قرآن مجید پڑھ کر سنا رہے تھے کہ اتنے میں رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم وہاں تشریف لائے۔ جو صاحب قرآن مجید پڑھ کر سنا رہے تھے وہ آپؐ کو تشریف لاتے دیکھ کر خاموش ہو گئے۔ ہم نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو ادب سے سلام کیا۔ آپؐ نے پوچھا، تم کیا کر رہے ہو؟ سب نے عرض کیا، ہم قرآن مجید سُن رہے ہیں۔

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا، سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے میری اُمّت میں ایسے لوگ پیدا کیے جن کے ساتھ مجھے صبر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

پھر آپؐ ہمارے درمیان بیٹھ گئے تاکہ آپس میں چھوٹائی اور بڑائی کا فرق باقی نہ رہے۔ ساتھ ہی آپؐ نے ہاتھ سے اشارہ فرمایا اور سب لوگوں نے اس طرح حلقہ بنا لیا کہ ہر ایک کو آپؐ کا چہرۂ مبارک نظر آنے لگا۔ پھر رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا، اے غریب مہاجرین! تم کو قیامت کے دن ایک مکمل نور کی بشارت ہو اس لیے کہ تم مالداروں سے پانچ سو برس پہلے جنّت میں داخل ہو جاؤ گے۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب فضائل القرآن بحوالہ ابو داؤد)

بلاشبہ اصحابِ صُفّہؓ کی زندگی درویشانہ تھی لیکن اس کو راہبانہ نہیں کہا جا سکتا۔ (یعنی یہ نہیں کہ وہ ساری دنیا سے منہ موڑ کر ایک گوشے میں بیٹھ گئے تھے) فی الحقیقت انہیں محتاجِ محض ہو کر بیٹھ رہنا گوارا نہ تھا۔ وہ لوگوں کا پانی بھرتے، جنگل سے لکڑیاں چن کر لاتے اور انہیں بیچ کر جو پیسے ملتے ان کو اپنے کھانے پینے میں خرچ کرتے۔ جس دن کچھ نہ ملتا صبر شکر کر کے پڑ رہتے۔ تحصیل علم کے ساتھ مدینہ کے قیام اور سفر و حضر میں رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت و اطاعت

marfat.com

بھی ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ جب جہاد کا موقع آتا تو یہی مسکین طبع اصحاب، مجاہدینِ اولوالعزم بن جاتے اور شمشیر بکف ہو کر راہِ حق میں اپنی جانوں کی بازی لگا دیتے۔ ۴ھ ہجری میں غزوۂ بئرِ معونہ میں جو صحابہ شہید ہوئے ان میں بیشتر اصحابِ صُفّہ تھے [1]

محسنِ انسانیت رحمتِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی تعلیم و تربیت کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہی بزرگ (اصحابِ صُفّہ) جن کا لباس پھٹے پرانے

---

[1] غزوۂ بئرِ معونہ کی تفصیل یہ ہے کہ صفر ۴ھ ہجری میں بنو کلاب کا ایک رئیس ابو براء عامر بن مالک نجد سے مدینہ منورہ آیا اور رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی کہ اپنے کچھ آدمیوں کو میرے ساتھ بھیجیں جو میری قوم کو اسلام کی دعوت دیں۔ حضورؐ نے اس کی درخواست قبول کرنے میں تامل فرمایا کیونکہ چند دن پہلے بنو عامر کا سردار عامر بن طفیل، جو ابو براء کا بھتیجا تھا، آپؐ کو یہ پیغام بھیج چکا تھا کہ محمدؐ مجھے اپنا جانشین بنائیں یا نرم زمین والوں پر وہ حکومت کریں اور سخت زمین والوں پر میں ورنہ میں ہزاروں جنگجوؤں کے ساتھ مدینہ پر چڑھائی کر دوں گا ——— لیکن ابو براء نے بار بار یقین دلایا کہ جو مسلمان اس کے ساتھ جائیں گے وہ ان کی حفاظت اور سلامتی کا ضامن ہوگا۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس کی یقین دہانی پر ستر (بروایتِ دیگر چالیس) صحابۂ کرامؓ کو حضرت منذرؓ بن عمرو انصاری (بروایت دیگر حرامؓ بن ملحان انصاری) کی قیادت میں نجد کی طرف بھیجا۔ ان میں زیادہ تعداد اصحابِ صُفّہ اور انصار کی تھی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عامر بن طفیل کے نام ایک خط بھی اس جماعت کے ہاتھ بھیجا۔ یہ اصحاب مدینہ سے چل کر بئرِ معونہ کے مقام پر ٹھہر گئے۔ یہ مقام مکہ معظمہ اور عسفان کے درمیان واقع تھا۔ (بقول واقدی۔ بنو سُلیم

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

marfat.com

چیتھڑے ہوتا تھا اور جنہیں ردی کا ایک ٹکڑا بھی مشکل سے میسر ہوتا تھا، مستقبل میں تاریخِ اسلام کی نامور شخصیتیں بنے۔ ایک وقت تھا کہ اہلِ مدینہ

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ)

کا ایک چشمہ تھا جو بنو عامر اور بنو سُلیم کے علاقوں کے درمیان واقع تھا) حضرت حرامؓ بن ملحان حضورؐ کا مکتوب مبارک لے کر عامر بن طفیل کے پاس گئے تو اس بدبخت نے اسے پڑھنا تک گوارا نہ کیا اور اپنے ایک آدمی کو اشارہ کیا جس نے نیزہ مار کر حضرت حرامؓ کو شہید کر ڈالا۔ اس کے بعد عامر بن طفیل نے اپنے قبیلے بنو عامر سے کہا کہ دوسرے مسلمانوں کو بھی اسی طرح قتل کر ڈالو لیکن بنو عامر نے ابو براء کی پناہ کی وجہ سے اس میں عذر کیا۔ اس پر عامر نے اردگرد کے بعض قبائل، بنو سُلیم، رِعل اور ذکوان وغیرہ کے مشرکین کو جمع کر کے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ مسلمانوں نے ان غداروں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا لیکن ان کی تعداد مشرکین کے مقابلے میں بہت کم تھی، اور ان کے پاس کافی ہتھیار بھی نہیں تھے۔ دو کے سوا باقی سب ایک ایک کر کے شہید ہو گئے۔ بچنے والے دو بزرگ حضرت کعب بن زید انصاری اور عمروؓ بن امیہ ضمری تھے۔ حضرت کعبؓ شدید زخمی ہو گئے تھے اور کفّار نے انہیں مردہ سمجھ کر چھوڑ دیا تھا۔ حضرت عمروؓ بن امیہؓ کو مشرکین نے گرفتار کر لیا لیکن عامر نے اپنی ماں کی ایک مِنّت پوری کرنے کے لیے انہیں رہا کر دیا۔ (بروایتِ دیگر وہ خود موقع پا کر بھاگ نکلے)۔ حضرت عمروؓ نے مدینہ منوّرہ پہنچ کر آنحضور صلّی اللہ علیہ وسلم کو اس دردناک واقعہ کی اطلاع دی تو آپؐ کو سخت صدمہ ہوا۔ آپؐ بالعموم کسی کے لیے بددعا نہیں کرتے تھے لیکن بیرِ معونہ میں مسلمانوں کی مظلومانہ شہادت سے آپؐ کو اس قدر دکھ پہنچا کہ صحیح بخاری کی روایت کے مطابق آپ مسلسل ایک ماہ تک بدبخت قاتلوں کے لیے بددعا کرتے رہے۔

(صحیح بخاری۔ سیرۃ ابنِ ہشام۔ البدایہ والنہایہ وغیرہ)

marfat.com

بھی ان میں سے بہت کم کے ناموں سے آشنا تھے۔ پھر وہ وقت آیا کہ انہوں نے وسیع و عریض علاقوں پر نہایت حسن و خوبی سے حکومت کی اور اپنے حسنِ کردار سے ایک دنیا کو مسخر کر لیا۔ ان میں سے بہترین عالم، بہترین مدبر، بہترین سیاست دان، بہترین معلم، بہترین سپہ سالار اور بہترین حکمران نکلے۔ یہ سب کچھ خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ صحبت کی بدولت ہوا۔

لاریب یہ اصحابِ صفہؓ اور دوسرے صحابۂ کرامؓ کی بلاکشی اور عزیمت و استقامت ہی تھی جس نے نخلِ اسلام کی اس طرح آبیاری کی کہ وہ تھوڑے ہی عرصہ میں ایک تناور درخت بن گیا۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہم

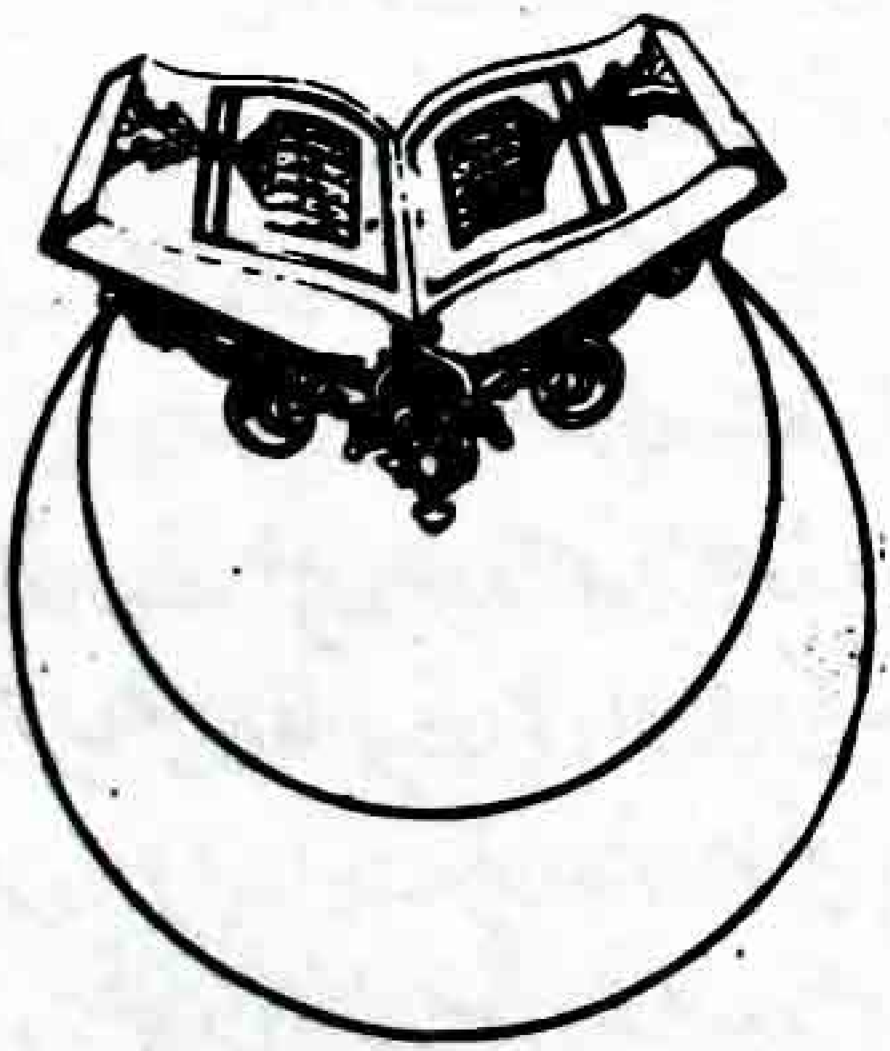

حضرت ابوہریرہؓ کی صعوبت کشی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے تین سال سے کچھ زیادہ عرصہ اصحابِ صُفّہ کی مقدس جماعت کے ایک ممتاز رکن اور درس گاہِ نبوی کے ایک درویش طالب علم کی حیثیت سے گزارا۔ اس دور میں دوسرے اصحابِ صُفّہ کی طرح انہوں نے بھی سخت مصیبتیں برداشت کیں۔ اس سلسلے میں ان سے کئی احادیث مروی ہیں ان میں سے کچھ ملاحظہ ہوں:

”میرا یہ حال تھا کہ جہاں کچھ میرے پیٹ میں پڑ جاتا فوراً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جاتا۔ نہ میں نے کبھی خمیری روٹی کھائی نہ عمدہ لباس پہنا، نہ میرا کوئی خادم تھا نہ خادمہ۔ بعض اوقات جب بھوک ستاتی تو کسی صاحب سے قرآن کی کوئی آیت پوچھتا حالانکہ وہ آیت مجھے خود یاد ہوتی۔ مقصد یہ ہوتا تھا کہ شاید وہ میری جانب متوجہ ہو کر مجھے کھانا کھلا دیں گے۔“

”میں ان ستر اصحابِ صُفّہ میں سے تھا جن میں سے کسی کے پاس اوڑھنے کے لیے چادر تک نہ تھی۔ ہر شخص کے پاس ایک دھاری دار لُنگی یا کمبل ہوتا تھا جسے وہ اپنی گردن میں باندھے رکھتا تھا۔ یہ لوگ بھوک سے بھی پریشان رہتے تھے۔ نماز کے وقت کے علاوہ ان میں سے کوئی گھر سے نکل کر مسجدِ نبوی کا رُخ کرتا تو اس کا واحد سبب بھوک ہوتی تھی۔ اکثر ایسا ہوتا کہ وہاں اسی حال میں مبتلا کچھ اور لوگ بھی مل جاتے تھے۔

marfat.com

ایک دن میں اسی حال میں مسجد پہنچا تو کچھ لوگ ملے۔ انہوں نے پوچھا، ابوہریرہ! تم اس وقت کیسے آئے؟ میں نے کہا، بھوک کی وجہ سے آرہا ہوں۔ وہ کہنے لگے، خدا کی قسم ہمیں بھی بھوک ہی یہاں لائی ہے۔ (چنانچہ طے ہوا کہ چلو رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں چلیں) پس ہم سب اٹھ کر چلے اور رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے پوچھا، اس وقت کیسے آئے ہو؟

عرض کیا، یا رسول اللہ! بھوک لائی ہے۔

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے کھجوروں کا ایک طباق منگوایا اور ہم میں سے ہر شخص کو دو دو کھجوریں دیں اور فرمایا، یہ دو کھجوریں تمہیں آج کے لیے کافی ہوں گی۔ میں نے ایک کھجور کھائی اور دوسری اپنے دامن میں رکھ لی۔

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دریافت فرمایا، ابوہریرہ! تم نے یہ کھجور کس لیے اٹھا کر رکھ لی۔

میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! یہ میں نے اپنی والدہ کے لیے رکھی ہے۔

آپؐ نے فرمایا، تم اس کو کھا لو ہم تمہاری والدہ کے لیے بھی تم کو دو کھجوریں دیں گے۔ چنانچہ میں نے وہ کھجور بھی کھا لی اور آپؐ نے مجھے والدہ کے لیے دو کھجوریں اور عنایت فرمائیں۔"

(فتح الباری ج ۸ ص۷۷، طبقات ابن سعد جلد۲ ص۵۵
سیر اعلام النبلاء ج ۲ ص۴۲۷)

بعض دفعہ بھوک کی شدت کی وجہ سے حضرت ابوہریرہؓ کمر سیدھی نہ کر سکتے تھے۔ اس حالت میں پیٹ پر پتھر باندھ لیتے تھے اور کہنی سے زمین پر ٹیک لگا کر نیم دراز ہو جاتے تھے۔ فرماتے ہیں کہ :—

"ایک دن میں اسی حالت میں شارع عام پر پڑا تھا کہ حضرت ابو بکرؓ میرے پاس سے گزرے۔ میں نے ان سے قرآن مجید کی ایک آیت کے بارے میں دریافت کیا۔ مقصد یہ تھا کہ وہ مجھے ساتھ چلنے کو کہیں گے اور کچھ کھلا دیں گے۔ لیکن وہ یوں ہی گزر گئے، مجھے ساتھ نہیں لیا۔ ان کے بعد عمرؓ گزرے، انہوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا (ادھر سے) گزر ہوا۔ آپؐ نے میرے چہرے سے بھوک کا اندازہ فرمالیا۔ ارشاد ہوا، ابو ہریرہ ہے؟ میں نے عرض کیا، میں حاضر ہوں یا رسول اللہؐ۔

پھر میں آپؐ کے ساتھ آپؐ کے خانۂ اقدس میں پہنچا۔ آپؐ نے وہاں ایک پیالے میں دودھ رکھا ہوا پایا۔ گھر والوں سے دریافت فرمایا، یہ کہاں سے آیا ہے؟ جواب ملا، فلاں صاحب نے آپؐ کے لیے بھیجا ہے۔ حضورؐ نے مجھ سے فرمایا، ابو ہریرہ! اہلِ صُفّہ کے پاس جاؤ اور سب کو بلا لاؤ —— اہلِ صُفّہ اسلام ہی کے مہمان تھے۔ نہ ان کا گھر تھا اور نہ ان کے پاس مال تھا۔ جب رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس کوئی صدقہ آتا تو آپؐ اس کو ان کے پاس بھیج دیتے اور خود اس میں سے کچھ استعمال نہ فرماتے اور جب آپؐ کے پاس کوئی ہدیہ آتا تو اسے استعمال فرماتے اور اہلِ صُفّہ کو بھی شریک کر لیتے۔

(حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ) اس وقت مجھے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ان لوگوں (اہلِ صُفّہ) کو بلانے کے لیے بھیجنا کچھ گراں معلوم ہوا۔ میں نے اپنے جی میں کہا کہ میرا خیال تھا کہ یہ دودھ مجھ ہی کو ملے گا اور اسے پی کر کچھ قوت آئے

marfat.com

گی۔ بھلا اتنے سے دودھ سے (تمام) اہلِ صُفّہ کا کیا بنے گا؟ لیکن رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ارشاد کی تعمیل تو ضروری تھی۔ میں اہلِ صُفّہ کے پاس آیا (اور ان سے کہا کہ تمہیں رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بُلا رہے ہیں)

تمام اہلِ صُفّہ حضورؐ کے کاشانۂ اقدس میں حاضر ہو گئے۔ جب وہ سب بیٹھ گئے تو رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:

"ابوہریرہ! اس پیالے کو لو اور ہر شخص کو دودھ پلاؤ"

میں باری باری ہر شخص کو دودھ پلانے لگا۔ ان میں سے ہر شخص نے خوب سیر ہو کر پیا۔ یہاں تک کہ میں نے سب کو فارغ کر دیا اور باقی دودھ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں پیش کیا۔ آپؐ نے مسکراتے ہوئے سر اٹھایا اور فرمایا، اب میں اور تم باقی رہے!

میں نے عرض کیا، جی ہاں یا رسول اللہؐ!

آپؐ نے فرمایا، لو پیو —— میں نے پیا۔

آپؐ نے پھر فرمایا، پیو —— میں نے پھر پیا۔

آپؐ فرماتے رہے، پیو —— اور میں پیتا رہا۔

یہاں تک کہ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا اب مزید گنجائش نہیں ہے (میں اور نہیں پی سکتا) پس وہ باقی دودھ آپؐ نے لے لیا اور خود نوش فرمایا۔"

(سیر اعلام النبلاء ج ۲ ص ۴۷۷، سیرۃ کبریٰ ص ۸۳۰ بحوالہ ترمذی و مستدرکِ حاکم)

"ایک دفعہ (جبکہ مجھے سخت بھوک لگی ہوئی تھی) میں عمرؓ بن خطاب

marfat.com

کے پاس پہنچا۔ اس وقت وہ نماز کے بعد تسبیحات پڑھ رہے تھے۔ میں ان کے پاس کھڑا ہوگیا اور انتظار کرنے لگا۔ جب وہ فارغ ہو گئے تو میں نے قریب جاکر کہا کہ مجھے قرآن مجید کی چند آیتیں پڑھا دیجئے۔ میرا مقصد یہ تھا کہ عمرؓ مجھے کھانے کی دعوت دیں گے (لیکن) انہوں نے (صرف اتنا کیا کہ) مجھے سورۂ آلِ عمران کی چند آیتیں پڑھا دیں۔ پھر ہم دونوں وہاں سے چل پڑے۔ جب عمرؓ اپنے گھر کے قریب پہنچے تو وہ مجھے دروازے پر چھوڑ کر اندر داخل ہو گئے۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ شاید وہ کپڑے بدلیں گے اور پھر مجھے کھانے کے لیے بلائیں گے لیکن جب کافی دیر ہو گئی اور میں نے کچھ نہ پایا تو واپس چل پڑا سامنے سے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تشریف لا رہے تھے۔ آپؐ مجھ سے باتیں کرنے لگے اور فرمایا، ابوہریرہ! تمہارے منہ سے یہ سخت بو کیسی آرہی ہے معلوم ہوتا ہے تم روزہ سے ہو۔

میں نے عرض کیا، ہاں یا رسول اللہ! میں بغیر افطار کے مسلسل روزہ سے ہوں اور کوئی ایسی چیز میرے پاس نہیں ہے کہ میں اس سے روزہ افطار کروں۔

آپؐ نے فرمایا، میرے ساتھ چلے آؤ۔

میں آپؐ کے ساتھ چلتا گیا یہاں تک کہ آپؐ اپنے گھر پہنچ گئے۔ آپؐ نے اپنی ایک سیاہ فام (حبشی) باندی کو پکارا اور اس سے فرمایا کہ وہ پیالہ لاؤ۔

وہ پیالہ لے آئی۔ اس میں کچھ تھوڑا سا بچا ہوا کھانا تھا، شاید وہ جو کی پکی ہوئی کوئی چیز تھی۔ پیالہ میں جو کھانا تھا آپؐ تناول فرما چکے تھے البتہ تھوڑا بہت کناروں کے ساتھ لگا

marfat.com

ہوا رہ گیا تھا۔ میں نے بسم اللہ پڑھی اور سمیٹ سمیٹ کر کھانے لگا یہاں تک کہ اسی سے شکم سیر ہو گیا۔

(طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۵۳، تذکرۃ الحفاظ ج ا ص ۳۲،

البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۱۰)

حضرت ابوہریرہؓ سخت فقر و افلاس کے باوجود حریص نہیں تھے اور صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے تھے۔ جو کچھ کھانے کو مل جاتا، اسی پر قناعت کرتے تھے۔ جب کچھ بھی نہ ملتا تو روزہ رکھ لیتے۔ ایک دن صبح کے وقت ان کے پاس پندرہ کھجوریں تھیں، انہوں نے پانچ کھجوروں سے روزہ افطار کیا، پانچ سحری کے وقت کھا کر روزہ رکھ لیا اور پانچ روزہ افطار کرنے کے لیے باقی رکھ لیں۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۱۲)

ارباب سیر کا بیان ہے کہ اکثر ایسا ہوتا کہ حضرت ابوہریرہؓ بھوک کی شدت کی وجہ سے اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے اور منبر رسول کے درمیان غش کھا کر گر پڑتے۔ آنے والے (بعض) لوگ ان کو مجنون سمجھ کر ان کی گردن پر پاؤں رکھ دیتے۔ (بروایت دیگر ان کے سرہانے بیٹھ جاتے) ابوہریرہؓ سر اٹھاتے اور کہتے، میں مجنون نہیں ہوں بلکہ بھوک کی وجہ سے مجھے غش آ گیا ہے۔

(طبقات ابن سعد جلد ۲ ص ۵۳، سیر اعلام النبلاء جلد ۲ ص ۴۲۶)

مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوریؒ نے اپنی تصنیف "سیرت کبریٰ" میں "جامع ترمذی" کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے:

" دوسرے اصحاب صفہ کی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی کوئی معین اور مستقل ذریعہ معاش نہیں رکھتے تھے۔ چونکہ قوت لایموت اور دوسری ضروریات زندگی کی طرف سے بالکل خالی الذہن اور لاابالی ہو کر داعیٔ حق صلی اللہ علیہ وسلم کے

marfat.com

ارشادات گرامی سننے کے لیے شب و روز بارگاہ نبوّت میں بیٹھے رہتے تھے اس لیے بسا اوقات فاقے پہ فاقے گزرتے تھے اور بہت کم ایسا ہوتا کہ شکم سیر کھانے کو مل گیا ہو۔

لیکن ایک دفعہ انہیں اپنی فاقہ کشی دور کرنے کی عجیب ترکیب سوجھی۔ آستانِ نبوّت میں کچھ کھجوریں لے گئے اور التماس کی:

"یارسول اللہؐ! ان میں برکت کی دعا کر دیجئے۔"

آپؐ نے ان کھجوروں کو نے کر اکٹھا کیا اور برکت کی دُعا کر کے ان سے فرمایا کہ:

"ان کو لے جاکر اپنے توشہ دان میں رکھ لو اور جب ضرورت ہو، ہاتھ ڈال کر نکال لیا کرو لیکن اس کو نہ کبھی الٹنا اور نہ جھاڑنا۔"

حضرت ابوہریرہؓ نے ان کھجوروں کو ایک تھیلی میں رکھ لیا اور جب خواہش ہوتی اس میں سے نکال کر خود بھی کھاتے اور دوسروں کو بھی کھلاتے۔ انہوں نے اس میں سے بیسیوں من کھجوریں برآمد کر کے فاقہ کش مسکینوں میں تقسیم کیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس تھیلی کو متاعِ گراں مایہ کی طرح ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے تھے ــــــ آخر پیشوائے اُمّت علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے وصال کے قریباً چھبیس سال بعد یعنی اس روز جبکہ ۳۵ھ ہجری میں امیر المؤمنین حضرت عثمان ذوالنّورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ رہگزینِ عالمِ جاوداں ہوئے، سوءِ اتفاق سے وہ تھیلی الٹ گئی۔ کھجوریں گر کر تھیلی خالی ہو گئی، اس روز سے کھجوروں کی برآمد بھی موقوف ہو گئی۔"

(سیرتِ کبریٰ جلد دوم ص۸۳۱-۸۳۲ بحوالہ ترمذی)

marfat.com

بظاہر یہ روایت ان روایات سے متعارض معلوم ہوتی ہے جن میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فقر و فاقہ کا حال بیان کیا گیا ہے۔ اس روایت سے اُن روایات کی تطبیق کی صورت میں یہ ہو سکتی ہے کہ "کھجوروں میں برکت کی دعا" کا واقعہ اواخرِ عہدِ رسالت میں پیش آیا ہوگا ـــ واللہ اعلم بالصواب۔

بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیرالمؤمنین حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت میں امارتِ بحرین پر فائز ہونے تک فقر و فاقہ کی زندگی گزارتے رہے۔ امارتِ بحرین کے منصب پر فائز ہونے کے بعد وہ آسودہ حال ہو گئے، وہاں سے واپس آنے کے بعد بھی ان کے حالات اچھے رہے غالباً حکومت کی طرف سے وظیفہ بھی مقرر ہو گیا تھا۔

marfat.com

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی والہانہ خدمت

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علمی سرچشمہ سے کسب فیض کے ساتھ ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضورؐ کی ہر قسم کی خدمت نہایت ذوق وشوق سے انجام دیتے اور اسے اپنے لیے باعثِ سعادت سمجھتے۔ خود ان سے روایت ہے کہ:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب استنجے کو جاتے تھے تو میں آپؐ کو پانی لا کے دیتا تھا۔ پانی کے برتن "تورا" میں (جو کانسی یا پتھر سے بنا ہوا ایک برتن ہوتا تھا) یا رکوہ میں (یعنی چمڑے کے چھوٹے مشکیزے میں) تو آپؐ اس سے طہارت کرتے تھے، پھر اپنے ہاتھ کو زمین کی مٹی پر ملتے تھے، پھر میں دوسرا برتن پانی کا لاتا تھا تو آپؐ اس سے وضو فرماتے تھے۔"

(سُنَنِ ابی داوُد)

ایک اور حدیث میں کہتے ہیں کہ:

"مجھے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ سے ہیں۔ میں نے کچھ کھجوریں کدو کے برتن میں بھگو دیں اور جب افطار کا وقت ہوا تو میں نے کھجوروں کا یہ شیرہ آپؐ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپؐ نے اسے دیکھا تو وہ شیرہ جوش مار رہا تھا اور اس میں نشہ کی کیفیت پیدا ہو چکی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس کو دیوار پر مار دو، اس کو تو وہ شخص پیتا ہے جو اللہ اور روزِ آخرت پر یقین نہ رکھتا ہو۔

(سُنَنِ ابی داوُد)

حضرت ابوہریرہؓ کی نیت یہ تھی کہ افطار کے وقت حضورؐ کی

marfat.com

خدمت میں یہ مشروب پیش کر کے آپؐ کو راحت پہنچائی جائے۔ یہ الگ بات ہے کہ یہ مشروب جوش مار گیا اور حضورؐ نے اسے پھینکنے کا حکم دیا۔

رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کو حضرت ابوہریرہؓ پر بہت اعتماد تھا۔ آپؐ اصحابِ صُفّہ میں کوئی چیز تقسیم فرمانا چاہتے تو بسا اوقات حضرت ابوہریرہؓ کی وساطت سے تقسیم فرماتے اور اگر اصحابِ صُفّہ کو کسی جگہ بُلانا چاہتے تو اکثر حضرت ابوہریرہؓ کو ارشاد فرماتے کہ وہ انہیں بُلا لائیں۔ اسی طرح آپؐ کبھی کبھی حضرت ابوہریرہؓ کو بطورِ خاص کوئی حدیث سناتے اور پھر انہیں حکم دیتے کہ اس حدیث کا عام لوگوں میں اعلان کر دو۔ (اس قسم کی کچھ مثالیں اس کتاب میں دوسری جگہ بیان کر دی گئی ہیں) مختصر یہ کہ حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہٗ درسگاہِ نبوی کے ایک درویش طالب علم اور آپؐ کے جاں نثار ہی نہیں بلکہ آپؐ کے مستعد اور مخلص خادم بھی تھے اور بلا شبہ خدمتِ رسولؐ بھی ان کی زندگی کا ایک روشن پہلو ہے۔

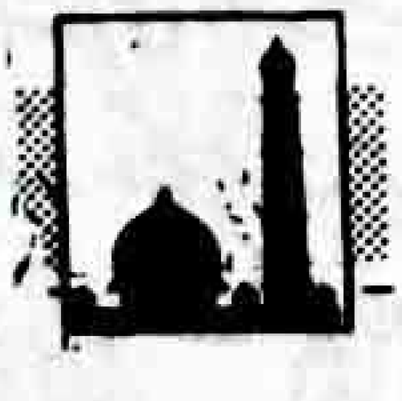

marfat.com

والدہ کا قبولِ اسلام

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی والدہ سے بے حد محبت تھی اور وہ ان کی خدمت اور اطاعت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرتے تھے۔ انہیں اس بات کا گہرا احساس تھا کہ ماں جوانی میں بیوہ ہوگئی تھیں اور انہوں نے بڑے جوکھوں سے ان کی پرورش کی ہے۔ اس لیے وہ ان کے ادب واحترام میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھتے تھے اور کبھی کوئی ایسی بات نہ کرتے تھے جس سے ان کی دلآزاری ہو۔ ماں بھی فرمانبردار فرزند پر جان چھڑکتی تھیں لیکن جب حضرت ابوہریرہؓ نے اسلام قبول کیا تو ماں نے بیٹے کا ساتھ نہ دیا کیونکہ وہ پرانے خیال کی خاتون تھیں اور اپنا آبائی مذہب (بُت پرستی) ترک کرنا انہیں کسی صورت میں گوارا نہ تھا۔ تاہم حضرت ابوہریرہؓ نے ان کے ادب و احترام میں کوئی کمی نہ کی اور برابر ان کی خدمت کرتے رہے۔ جب انہوں نے اپنے وطن سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی تو والدہ کو بھی ساتھ لے لیا۔ مدینہ منورہ پہنچ کر بھی وہ اپنے آبائی مذہب سے سختی کے ساتھ چمٹی رہیں۔ ان کے شرک کی وجہ سے حضرت ابوہریرہؓ دل ہی دل میں کڑھتے رہتے تھے۔ وہ ان کو بڑی نرمی سے اسلام قبول کرنے کی ترغیب دیتے اور اس کے محاسن و برکات سے ان کو آگاہ کرتے رہتے لیکن ان پر کوئی اثر نہ ہوتا تھا۔ آخر ایک دن بی بی امیمہ کے نعمتِ اسلام سے بہرہ یاب ہونے کا وقت آہی گیا ——— اُس دن جب حضرت ابوہریرہؓ نے ماں کو دعوتِ اسلام دی تو انہوں نے نہ صرف اس دعوت کو ٹھکرا دیا بلکہ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کی شان میں بھی بہت بُرے الفاظ کہہ بیٹھیں۔ اُدھر حضرت ابوہریرہؓ کو آنحضورؐ سے بے پناہ عقیدت اور محبت تھی، ان کو

marfat.com

ماں کی باتوں سے سخت صدمہ پہنچا، روتے ہوئے حضورؐ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ واقعہ عرض کیا اور درخواست کی:

"یارسولؐ اللہ! بارگاہِ ایزدی میں دعا کیجئے کہ وہ رحیم وکریم میری والدہ کو قبولِ حق کی توفیق دے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت دعا کی، الٰہی ابوہریرہ کی ماں کو ہدایت دے۔

حضرت ابوہریرہؓ گھر واپس آئے تو دیکھا کہ دروازہ بند ہے اور اندر سے پانی گرنے کی آواز آرہی ہے۔ وہ سمجھ گئے کہ ماں غسل کر رہی ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو والدہ نے اس حالت میں دروازہ کھولا کہ دوسرے کپڑے تو پہن چکی تھیں لیکن سر پر دوپٹہ نہیں لیا تھا۔ جونہی حضرت ابوہریرہؓ نے گھر کے اندر قدم رکھا ماں بولیں:

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

"میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں گواہی دیتی ہوں کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔"

حضرت ابوہریرہؓ فرطِ مسرت سے بےخود ہو گئے، خوشی کے آنسو بہاتے ہوئے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

"یارسول اللہ! بشارت ہو کہ آپ کی دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے میری ماں کو ہدایت بخشی۔"

حضورؐ یہ خبر سن کر بہت خوش ہوئے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ اب حضرت ابوہریرہؓ نے استدعا کی:

"یارسولؐ اللہ! دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ سب مومنین اور مومنات کے دل میں میری اور میری والدہ کی محبت پیدا کر دے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اور اس دعا کا یہ اثر ہوا کہ خود

marfat.com

حضرت ابوہریرہؓ کے قول کے مطابق جو مومن عورت یا مرد ان کے بارے میں سنتا ان سے محبت کرنے لگتا۔

(طبقات ابن سعد ج ۴ ص۵۵، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص۱۰۴)

والدہ کا ادب و احترام

حضرت اُمیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بہت خوش قسمت تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا مؤدب اور اطاعت گزار فرزند بخشا تھا۔ وہ والدہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو کہتے:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اُمَّتَاہُ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

(اے میری ماں، اللہ کی آپ پر سلامتی، رحمت اور برکتیں ہوں)

ان کی والدہ جواب دیتیں:

وَعَلَیْكَ یَا بُنَیَّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

(اے میرے فرزند تم پر بھی اللہ کی سلامتی، رحمت اور برکتیں نازل ہوں)

پھر حضرت ابوہریرہؓ کہتے:

"اماں جان! اللہ آپ کو بہتر بدلہ دے کہ آپ نے بچپن میں مجھے پالا پوسا۔"

ماں جواب دیتیں:

"اے بیٹے! اللہ تجھے بھی اچھا بدلہ دے کہ تو نے بڑے ہو کر میرے ساتھ بہت اچھا برتاؤ کیا۔"

(ادب المفرد باب جزاء الوالدین)

والدہ سے تعلق خاطر

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو والدہ سے جس قدر تعلقِ خاطر تھا

marfat.com

اس کا اندازہ اس واقعہ سے کیا جا سکتا ہے کہ ایک دفعہ وہ چند دوسرے اصحابِ صُفّہ کے ساتھ بھوک سے پریشان ہو کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔

حُضُور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے پوچھا: "اس وقت کیسے آنا ہوا؟"

عرض کیا، "یا رسول اللہ! بھوک کھینچ لائی ہے۔"

حُضُور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے کھجوروں کا ایک طباق منگوایا اور ہر شخص کو دو دو کھجوریں دے کر فرمایا: ——

"یہ دو کھجوریں کھاؤ اور اس کے بعد پانی پیو۔ یہی دو کھجوریں تمہیں آج کے لیے کافی ہوں گی۔"

حضرت ابوہریرہؓ نے ایک کھجور کھالی اور دوسری اپنے دامن میں اٹھا کر رکھ لی۔ حُضُورؐ نے پوچھا: ——

"ابوہریرہ! تم نے یہ کھجور کس لیے دامن میں رکھ لی؟"

انہوں نے عرض کیا: —— "یا رسولؐ اللہ! اپنی والدہ کے لیے۔"

ارشاد ہوا: ——

"تم یہ کھجور کھالو ہم تمہاری والدہ کے لیے بھی تم کو دو کھجوریں دیں گے۔"

انہوں نے تعمیلِ ارشاد کی اور حُضُورؐ نے انہیں دو کھجوریں اور عطا کیں تاکہ اپنی والدہ کی خدمت میں پیش کریں۔

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہٗ زندگی بھر والدہ کے خدمت گزار رہے اور جب تک وہ حیات رہیں۔ ان کی تنہائی اور بڑھاپے کے خیال سے حج کے لیے بھی نہ گئے۔ قیاسِ غالب ہے کہ ان کی والدہ بہت ضعیف ہوں گی اور ان کی زندگی میں حضرت ابوہریرہؓ نے صرف اس وجہ سے حج نہیں کیا کہ ان کو بڑھاپے میں تنہا چھوڑنے سے تکلیف ہوگی اور اس عمر میں ان کو دیکھ بھال کی سخت ضرورت ہے۔

اس سلسلے میں علامہ ابنِ سعدؒ کا بیان ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ والدہ

marfat.com

کی خدمت گزاری کے خیال سے (اور ان کی محبّت کی بناء پر) حج پر نہیں گئے اس وقت تک کہ وہ فوت ہوگئیں۔

(طبقات ابنِ سعد ج ۴ ص ۵۵ عن ابنِ شہاب زہری)

بعض علماء نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ ابنِ سعدؒ کی روایت میں حج سے مراد نفلی حج ہے کیونکہ فرض حج کی سعادت وہ ۹ سنہ ہجری (حجِ اکبر) اور ۱۰ سنہ ہجری (حجۃ الوداع) میں حاصل کر چکے تھے۔ دوسری طرف جب ہم دیکھتے ہیں کہ اُمّ ابی ہریرۃؓ حضرت اُمیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا سالِ وفات کسی نے بیان نہیں کیا تو پھر یہ قیاس آرائی بھی کی جا سکتی ہے کہ وہ ۹ سنہ میں حجِ اکبر سے پہلے وفات پا چکی تھیں۔ یا سعادت مند فرزند اُن کو اپنے ساتھ حج پر لے گئے ہوں گے ــــ جہاں تک نفلی حج کا تعلق ہے تو اس کا موقع حضرت ابوہریرۃؓ کو عہدِ رسالت کے بعد ہی ملا ہوگا۔ اگر حضرت اُمیمہؓ اس وقت زندہ تھیں تو پھر ان کی حیات میں حضرت ابوہریرۃؓ نے کوئی نفلی حج نہیں کیا کیونکہ نہ تو وہ ان کو مدینہ میں تنہا چھوڑ سکتے تھے اور نہ اپنے ساتھ مکّہ لے جا سکتے تھے (شاید ضعیف العمری کی وجہ سے ان کے لیے اتنا طویل سفر ممکن نہ ہو۔) وثوق کے ساتھ صرف یہی کہا جا سکتا ہے کہ ــــ

"واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب"

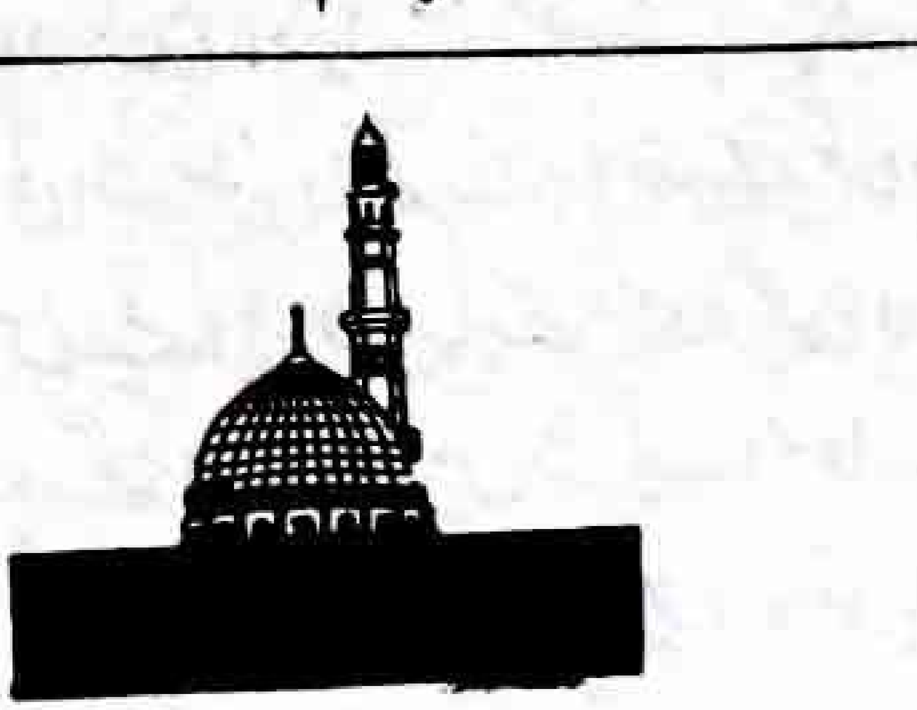

marfat.com

عمرۃ القضاء میں شرکت

(سنہ ۷ ہجری)

صلحنامۂ حدیبیہ (ذیلقعدہ سنہ ۶ ہجری) کی ایک شرط (شق یا دفعہ) یہ تھی کہ مسلمان اس سال (سنہ ۶ ہجری میں) مکہ میں داخل ہوئے بغیر واپس چلے جائیں گے البتہ اگلے سال مسلمان مکہ میں داخل ہو سکیں گے اور تین روز تک قیام کر سکیں گے۔ ان میں سے کسی شخص کے پاس تلوار کے سوا کوئی ہتھیار نہ ہوگا اور تلوار بھی نیام میں ہوگی۔

چنانچہ ذیلقعدہ سنہ ۷ ہجری میں رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بہت سے مسلمانوں کو ساتھ لے کر عمرہ کے لیے مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ امام محمدؒ بن اسحاقؒ کا بیان ہے کہ اس سفر میں صرف وہی اصحاب رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ہم رکاب تھے جن کو پچھلے سال اللہ کے گھر جانے سے منع کیا گیا تھا۔ (سیرۃ ابن ہشام ج۔۴ صہ۳)

بعض دوسرے علماء نے لکھا ہے کہ رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے حکم کے مطابق وہ تمام اصحاب جو حدیبیہ میں حاضر تھے (سوائے ان کے جو گزشتہ ایک سال کے دوران میں دنیا سے رخصت ہو چکے تھے) وہ تو یقیناً اس سفر میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ساتھ تھے مگر دوسرے لوگوں پر بھی کوئی پابندی نہ تھی اس لیے اہل حدیبیہ کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی اس مقدس قافلے میں شامل ہو گئے اور قافلے میں شریک اصحاب کی تعداد دو ہزار تک پہنچ گئی (جبکہ اہل حدیبیہ کی تعداد چودہ سو یا اس سے کچھ زیادہ تھی) عورتیں اور بچے ان کے علاوہ تھے۔

(فتح الباری ج ۷ صہ۵، زاد المعاد جلد صہ۱۵۱)

marfat.com

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہلِ حدیبیہ میں سے نہیں تھے کیونکہ وہ ۷ھ کے آغاز میں بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے تھے مگر ان کی خوش بختی دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی عمرۃ القضاء میں شریک ہونے کا موقع عطا فرما دیا۔ ان کا اپنا بیان ہے کہ میں اس سفر میں خادموں کی اس فہرست میں شامل رہا جو قربانی کے جانور لے کر جا رہے تھے۔

(البدایہ والنہایہ ج۔۴ صـ۲۳۱)

اہلِ حق کی آمد کے موقع پر مشرکین قریش شہر سے باہر نکل گئے۔ ایک روایت کے مطابق وہ اپنے گھروں سے نکل کر کعبہ کے شمال میں واقع جبل قُعیقِعان پر جا بیٹھے۔ مسلمانوں نے بڑے جوش و خروش اور دلی خوشی کے ساتھ عمرہ ادا کیا اور تین دن مکّہ میں مقیم رہے۔ چوتھے دن صبح کے وقت مشرکین نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آکر کہا کہ اپنے صاحب سے کہو کہ اب مکّہ سے رخصت ہو جائیں کیونکہ شرط کے مطابق مسلمانوں نے تین دن یہاں قیام کر لیا ہے۔ اہلِ حق سے بڑھ کر عہد پورا کرنے والا کون ہوگا، وہ پہلے ہی کوچ کی تیاری کر رہے تھے چنانچہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب مسلمانوں کو ساتھ لے کر عازمِ مدینہ ہو گئے۔

چونکہ یہ عمرہ صلحنامۂ حدیبیہ کے مطابق کیا گیا تھا اور ایسی صلح یا مصالحت کو عربی میں قضاء یا مقاضاۃ کہا جاتا ہے اس لیے اس کو عمرۃ القضاء کہا جاتا ہے۔ بعض نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ یہ عمرہ چونکہ پچھلے سال کے عمرے کی قضاء کے طور پر ادا کیا گیا اس لیے عمرۃ القضاء مشہور ہو گیا۔ اس عمرے کو عمرۃ القضاء کے علاوہ عمرۂ صلح، عمرۂ قضیہ اور عمرۂ قصاص بھی کہا جاتا ہے۔

(فتح الباری جلد ۷ صـ۵۰۰)

marfat.com

بحرین کا سفر

بحرین عرب کے مشرقی ساحل (احسار) کے مشرق میں چند چھوٹے چھوٹے جزیروں کا مجموعہ ہے۔ اس کا کل رقبہ ۲۴۰ مربع میل ہے۔ اس کے مغرب میں یمامہ یا نجد (سعودی عرب) شمال میں عراق اور جنوب میں قطر اور عمان واقع ہیں۔ یہاں کا ساحل سمندر موتیوں کے لیے مشہور رہا ہے۔ اب اس علاقے میں تیل کے چشمے دریافت ہوئے ہیں جن کی وجہ سے اس ملک کی اہمیت پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گئی ہے۔

صلح حدیبیہ (ذیقعدہ سنہ ۶ ہجری) کے وقت بحرین پر آلِ منذر یا مناذرہ کی حکومت تھی۔ یہ لوگ ایران کی مجوسی حکومت کے زیرِ اثر تھے اور وہ بحرین پر ایرانی حکومت کے گورنر کی حیثیت سے حکمران تھے۔ اسی سال جب آنحضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مختلف بادشاہوں اور رئیسوں کے نام دعوتِ اسلام کے خطوط بھیجے تو ایک خط بحرین کے گورنر المنذر بن ساوی العبدی[1] کے نام بھی بھیجا اور یہ خط مکتوب الیہ کو پہنچانے کی ذمہ داری حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد فرمائی[2]۔ کچھ دوسرے

---

[1] ابنِ اثیرؒ نے ابنِ کلبی کے حوالے سے ان کا نسب نامہ اس طرح بیان کیا ہے:
منذر بن ساوی بن عبد اللہ بن زید بن عبد اللہ بن دارم تمیمی الداری
ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ ایک روایت کے مطابق ان کا تعلق بنو عبد القیس سے تھا۔ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا مکتوبِ مبارک ملنے پر منذر بن ساوی مسلمان ہو گئے اور حضورؐ کو اپنے اسلام لانے کی اطلاع دی۔ آپؐ نے خوشنودی کا اظہار فرمایا اور منذر کو اپنی طرف سے بحرین کا گورنر مقرر کر دیا۔ منذر نے عہدِ رسالت ہی میں وفات پائی تو حضورؐ نے ان کی جگہ حضرت علاء الحضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

marfat.com

صحابہؓ کو بھی آپؐ نے ان کے ساتھ کر دیا۔ حضرت علاءؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب مبارک لے کر منذر بن ساویٰ کے پاس گئے تو یہودیوں اور مجوسیوں کے سوا تمام لوگ اس مکتوب مبارک کا مضمون سُن کر مشرّف بہ اسلام ہو گئے۔ ان میں خود منذر بن ساویٰ بھی شامل تھے۔ انہوں نے اپنے اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

کو بحرین کا حاکم بنایا۔ ایک روایت کے مطابق منذر بن ساویٰ کو بارگاہِ نبوی میں حاضری کا شرف بھی حاصل ہوا لیکن یہ روایت معتبر نہیں ہے۔ جمہور اربابِ سِیَر نے انہیں ان بزرگوں میں شمار کیا ہے جو عہدِ رسالت میں اگرچہ سچے دل سے مسلمان تو ہو گئے لیکن کسی وجہ سے بارگاہِ نبوی میں حاضر نہ ہو سکے۔

۲ حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار مشہور صحابہ میں ہوتا ہے۔ وہ نسلاً حضرمی تھے اور وطناً یمنی۔ لیکن ان کے والد وطن کی سکونت ترک کر کے مکہ میں آ بسے تھے اور حرب بن امیہ سے حلیفانہ تعلقات قائم کر لیے تھے۔ حضرت علاءؓ یہیں پیدا ہوئے۔ ان کا نسب نامہ یہ ہے:

علاءؓ بن عبداللہ بن ضماد بن سلمی بن اکبر

حضرت علاءؓ کو اللہ تعالیٰ نے فطرتِ سلیم سے نوازا تھا۔ دعوتِ حق کے اوائل میں شرفِ اسلام سے بہرہ ور ہو گئے۔ وہ ان معدودے چند صحابہ میں سے تھے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ ذیقعدہ ۶ھ ہجری کے بعد رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دعوتِ اسلام کا خط دے کر بحرین بھیجا۔ وہاں کے حاکم منذر بن ساویٰ نے اسلام قبول کر لیا۔ حضورؐ نے انہیں اپنی طرف سے بحرین کا امیر مقرر فرمایا مگر کچھ عرصہ کے بعد آپؐ نے انہیں اس عہدے سے سبکدوش کر دیا اور حضرت ابان بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کا جانشین بنایا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے عہدِ خلافت میں حضرت ابانؓ کے مستعفی ہونے پر حضرت علاء کو دوبارہ بحرین کا عامل مقرر فرمایا۔

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

marfat.com

دوسرے اہلِ بحرین کے قبولِ اسلام کے بارے میں حضورؐ کو اطلاع دی تو آپؐ نے ان کو یہ فرمان بھیجا: (ترجمہ)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اسی اثناء میں فتنۂ ارتداد نے بڑا زور پکڑ لیا۔ حضرت علاءؓ نے کئی معرکوں کے بعد بحرین، ہجر اور دارین کے مرتدین کو کچل ڈالا اور اپنے صوبے میں نظم و نسق پوری طرح بحال کر دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی حضرت علاءؓ کو اپنے عہدے پر قائم رکھا لیکن جب بصرہ آباد ہوا اور چھ مہینے کے بعد وہاں کے پہلے حاکم حضرت عتبہؓ بن غزوان نے اپنے عہدے سے استعفا دے دیا تو حضرت عمر فاروقؓ نے ان کی جگہ حضرت علاءؓ کو بصرہ کا امیر نامزد کیا۔ چنانچہ حضرت علاءؓ کچھ آدمیوں کو ساتھ لے کر بصرہ کی جانب روانہ ہوئے۔ اثنائے راہ میں حضرت علاءؓ اچانک سخت بیمار ہو گئے اور "لباس" کے مقام پر فوت ہو گئے۔ ان کی ازواج و اولاد کے بارے میں کتبِ سیر خاموش ہیں۔

اربابِ سیر نے حضرت علاءؓ کے تذکرہ میں بعض ایسے واقعات بیان کیے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خاصانِ خدا میں سے تھے اور اللہ تعالیٰ ان کی دعائیں کو قبول فرماتا تھا۔ ایک موقع پر ان کے اور دشمنوں کے درمیان سمندر کی ایک شاخ حائل ہو گئی۔ حضرت علاءؓ نے مسلمانوں سے کہا کہ میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔ پھر وہ ایک دعا پڑھتے ہوئے سمندر میں داخل ہو گئے۔ سب مسلمان بھی ان کے پیچھے ہو لیے۔ خدا کی قدرت تمام لوگ سمندر سے اس طرح گزر گئے جس طرح ریت پر سے گزرتے ہیں۔ ایک اور موقع پر ان کے لشکر کے پاس پانی ختم ہو گیا تو انھوں نے بارگاہِ ربّ العزت میں نہایت خشوع و خضوع سے بارش کے لیے دعا کی۔ اس کے ساتھ ہی موسلا دھار بارش ہوئی اور ہر طرف پانی ہی پانی ہو گیا۔ (طبقات ابن سعد ج ۴۔ ق ۲ ص ۷۸)

marfat.com

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ محمدؐ رسول اللہ کی جانب سے منذر بن ساویٰ کے نام۔ سلام علیک (تجھ پر اللہ کی سلامتی ہو) میں اس اللہ کی حمد کرتا ہوں جو یکتا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ میں اللہ کی وحدانیت اور محمدؐ کی رسالت کی گواہی دیتا ہوں۔

اما بعد میں تم کو اللہ کی یاد دلاتا ہوں اس لیے کہ جو نصیحت قبول کرتا ہے وہ اپنے ہی کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ جس نے میرے قاصدوں کی اطاعت کی اور ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے ان کے ساتھ خیر خواہی کی اس نے میرے ساتھ خیر خواہی کی۔

اور میرے قاصدوں نے تمہاری تعریف کی ہے۔ میں نے تمہاری قوم کے بارے میں تمہاری سفارش قبول کی پس وہ املاک مسلمانوں کے قبضہ میں چھوڑ دو جس پر وہ اسلام لائے ہیں اور خطا کاروں کو میں نے معاف کیا ان سے اسلام یا توبہ قبول کر دا اور جب تک تم ٹھیک اور درست رہو گے ہم تم کو معزول نہیں کریں گے اور جو شخص اپنی یہودیت یا مجوسیت پر قائم رہے اس پر جزیہ ہے۔"

اس مکتوب مبارک کے مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علاءؓ اور ان کے ساتھی پہلا مکتوب مبارک منذر بن ساویٰ کو پہنچا کر مدینہ منورہ واپس آ گئے۔ دوسری مرتبہ وہ فتح مکہ کے بعد بحرین گئے۔ جب منذر کی وفات کے بعد حضورؐ نے انہیں بحرین کا عامل مقرر فرمایا۔

علامہ بلاذریؒ نے "فتوح البلدان" میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ہجر کے مجوسیوں کو بھی خط لکھا جس میں ان کو دعوت اسلام دی گئی تھی۔ یہ مکتوب گرامی بھی حضرت علاءؓ لے کر گئے۔ حضورؐ

marfat.com

نے ان کے ساتھ حضرت ابوہریرہؓ کو بھیجا اور یہ ہدایات دیں۔

(۱) ابوہریرہؓ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔

(۲) اگر اہلِ ہجر اسلام کی دعوت قبول نہ کریں تو ان سے جزیہ لینا۔ ان کی عورتوں سے نکاح نہ کرنا اور نہ ان کا ذبیحہ کھانا۔

علاّمہ بلاذریؒ نے یہ صراحت نہیں کی کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت علاءؓ کو اہلِ ہجر کی طرف کب بھیجا۔ کیا اس وقت جب وہ منذر بن ساویٰ کے نام دعوتِ اسلام کا خط لے کر گئے یا اس وقت جب آپؐ نے منذر کی وفات کے بعد حضرت علاءؓ کو بحرین کا عامل مقرر فرمایا۔ اس سلسلے کی تمام روایات کو یکجا کر کے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علاءؓ پہلی مرتبہ ۶ھ ہجری میں بحرین گئے۔ اور دوسری مرتبہ فتح مکہ (رمضان المبارک ۸ھ ہجری) کے بعد۔

پہلی مرتبہ ان کی حیثیت رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے قاصد یا سفیر کی تھی اور دوسری مرتبہ بحرین کے عامل یا حاکم کی۔ بلاذریؒ کے سوا کسی اور نے ان کے ہجر جانے کا الگ ذکر نہیں کیا۔

ہجر یمامہ سے متصلاً مشرق میں احساء کی ایک بستی تھی۔ "احساء" یمامہ یا نجد کے مشرقی جانب واقع ساحل کو کہا جاتا ہے۔ یہ قطر کی شمالی سرحد سے کویت کی جنوبی سرحد تک کئی سو میل پھیلا ہوا ہے۔ اس کے مغربی جانب دہنا اور نجد کا علاقہ ہے اور مشرقی جانب سمندر پھر بحرین کا جزیرہ واقع ہے۔ جزیرہ نمائے عرب کی یہ وسیع اور ساحلی پٹی ہے جسے پہلے زمانہ میں ہجر اور بحرین کہا جاتا تھا۔ حدیث اور تاریخ کی کتابوں میں بحرین کا لفظ اسی علاقہ کے متعلق آیا ہے اب اس کو احساء کہتے ہیں۔

گویا بحرین یا ہجر کا سفر ایک ہی بات ہے۔ جب ہم کہتے ہیں کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت علاءؓ کو بحرین بھیجا تو بحرین میں ہجر کو بھی

marfat.com

شامل سمجھنا چاہیے۔ (جزیرۃ العرب از مولانا محمد رابع ندوی)

قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت ابوہریرہؓ کو اس وقت حضرت علاءؓ کے ساتھ بحرین بھیجا۔ جب وہ حضورؐ کی طرف سے منذر بن ساویٰ کی جگہ وہاں کے عامل (یا گورنر) بن کر جا رہے تھے۔ ابن سعدؒ نے حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہ علیہ وسَلَّم نے مجھے اس وقت بحرین بھیجا جب آپؐ (غزوۂ حنین کے بعد) جعرانہ سے مدینہ منوّرہ واپس آ رہے تھے۔

(طبقات ابن سعد ج ۴ ص ۲۶۰)

مستند روایات کے مطابق آنحضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ذیقعدہ ۸ھ ہجری میں جعرانہ سے مدینہ منوّرہ کو مراجعت فرمائی۔ گویا حضرت علاءؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ذیقعدہ ۸ھ ہجری میں بحرین گئے۔ حضورؐ نے ان کے ساتھ حضرت ابوہریرہؓ کو بھیجا اور حضرت علاءؓ کو بطور خاص ہدایت فرمائی کہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔ (طبقات ابن سعد ج ۴ ص ۲۶۰)

بقول بعض آنحضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت ابوہریرہؓ کو اس وقت حضرت علاءؓ کے ساتھ بھیجا جب وہ آپؐ کا مکتوب مبارک لے کر منذر بن ساویٰ کے پاس گئے لیکن اس سلسلے میں دو مختلف روایتیں ملتی ہیں۔ ایک یہ کہ حضرت علاءؓ پہلی مرتبہ ۶ھ ہجری میں بحرین گئے اور دوسری مرتبہ ۸ھ ہجری میں۔ دوسری روایت یہ ہے کہ وہ ایک ہی مرتبہ ذیقعدہ ۸ھ ہجری میں بحرین گئے۔ ان روایات کا بغور مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ۶ھ ہجری میں حضرت علاءؓ کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے بحرین جانے کی روایت بالکل غلط ہے کیونکہ وہ پہلی مرتبہ محرم ۷ھ ہجری میں بارگاہِ نبویؐ میں حاضر ہوئے۔ صحیح یہی ہے کہ وہ ذیقعدہ ۸ھ ہجری میں (عہدِ رسالت میں ایک ہی دفعہ) بحرین گئے۔

marfat.com

حافظ ابنِ کثیرؒ فرماتے ہیں :

" وہ (حضرت ابوہریرہؓ) رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں برابر حاضر رہے۔ علاءؓ بن الحضرمی کی معیت میں سفرِ بحرین کے سوا وہ کبھی آپؐ سے جدا نہیں ہوئے۔"

(البدایہ والنہایہ ج ۸ صـ۱۱۳)

ابنِ سعدؒ کا بیان ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ، حضرت علاءؓ کے ساتھ بحرین کے سفر پر روانہ ہوئے تو حضرت علاءؓ نے ان سے پوچھا کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مجھے آپ کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے آپ مجھے بتائیں کہ بحرین میں آپ کس کام کا ذمہ لیں گے۔ حضرت ابوہریرہؓ نے جواب دیا کہ آپ مجھے اذان دینے کی ذمہ داری سونپ دیں لیکن آپ آمین کہنے میں مجھ سے سبقت نہیں کریں گے۔ حضرت علاءؓ نے یہ ذمہ داری ان کو دے دی۔

(طبقات ج ۴ صـ۳۶)

حافظ ابنِ حجرؒ نے حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بحرین میں حضرت علاءؓ بن حضرمی کی طرف سے مؤذن تھے۔ انہوں نے امام (یعنی حضرت علاءؓ) سے یہ وعدہ لے لیا تھا کہ وہ صفیں سیدھی کرنے میں حضرت ابوہریرہؓ کی مصروفیت کا لحاظ رکھیں گے اور نیّت باندھنے میں جلدی نہیں کریں گے تاکہ وہ امام کے ساتھ آمین کہنے کی سعادت سے محروم نہ ہوں۔

(فتح الباری ج ۲ صـ۲۱۷)

اربابِ سیرَ نے یہ وضاحت نہیں کی کہ بحرین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قیام کتنا عرصہ رہا لیکن قرینہ یہ ہے کہ ان کا قیام چند ماہ تک ہی محدود رہا کیونکہ رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت علاءؓ کو تھوڑے سے ہی عرصہ کے بعد امارتِ بحرین سے سبکدوش کر دیا اور

marfat.com

ان کی جگہ حضرت ابان بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو بحرین کا گورنر مقرر کیا۔
حضرت علاءؓ بحرین سے مدینہ واپس آئے تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ بھی ان کے ساتھ واپس آ گئے۔ یہ واپسی ذی الحجہ ۹ھ ہجری سے پہلے ہوئی کیونکہ ۹ھ ہجری کے حج میں ان کی شرکت قطعی طور پر ثابت ہے۔ (اس کی تفصیل "حج اکبر ۹ھ ہجری" کے عنوان کے تحت دیکھئے)

اب رہی علامہ بلاذری کی ہجر والی روایت تو دوسری روایتوں کے ساتھ اس کی تطبیق یوں ہو سکتی ہے کہ حضرت علاء رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ امارتِ بحرین کی ذمہ داری سنبھالنے کے لیے مدینہ منوّرہ سے روانہ ہوئے تو آپؐ نے انہیں اہلِ ہجر کے بارے میں خصوصی ہدایات دیں اس لیے کہ وہاں کے بیشتر لوگ مجوسی تھے۔ حالانکہ اردگرد کے اکثر لوگ حلقہ بگوشِ اسلام ہو چکے تھے۔ ہو سکتا ہے کہ اہلِ ہجر کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بطورِ خاص کوئی فرمان حضرت علاءؓ کے ہاتھ بھیجا ہو۔ یہ فرمان اس مکتوبِ مبارک کے علاوہ ہو گا جو آپؐ نے منذر بن ساویؒ کے نام بھیجا تھا۔

(واللہ اعلم بالصواب)

marfat.com

حجِ اکبر ۹ ھ ہجری

غزوۂ تبوک سے واپسی کے بعد ذیقعدہ یا ذی الحجہ ۹ ھ ہجری میں رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے تین سَو مسلمانوں کا ایک قافلہ حج کے لیے مکہ معظمہ روانہ فرمایا۔ اس قافلے کا امیر آپؐ نے حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہ تعالیٰ عنہٗ کو مقرر فرمایا۔ چونکہ حضورؐ خود بعض ضروری دینی کاموں کی وجہ سے حج کے لیے نہ جاسکے، آپؐ نے قربانی کے جانور حضرت ابوبکر رَضِیَ اللہ تعالیٰ عنہٗ کے ساتھ بھیج دیئے۔ ان جانوروں (اونٹوں) کی تعداد بیس تھی۔ آپؐ نے ان کی گردنوں میں اپنے دستِ مبارک سے قلادے پہنائے اور قربانی کے نشان لگائے۔

حضرت ابوبکر رَضِیَ اللہ تعالیٰ عنہٗ نے اپنے قربانی کے پانچ جانور بھی ساتھ لے لیئے۔ اہلِ سیر وحدیث نے اس قافلے کے شرکا میں حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہ تعالیٰ عنہٗ کا نام صراحت کے ساتھ لیا ہے۔ ایک روایت کے مطابق انہوں نے مُعلِّم اور منادی کے فرائض انجام دیئے۔

مدینہ مُنوَّرہ سے قافلے کی روانگی کے بعد سورۂ براءۃ (التوبہ) کا ابتدائی حصہ نازل ہوا جس میں مشرکین سے کیئے گئے معاہدوں نیز مناسکِ حج سے متعلق نہایت اہم احکام دیئے گئے تھے۔ صحابۂ کرامؓ نے عرض کہ یا رسول اللہ! یہ احکامِ الٰہی ابوبکرؓ کو بھیج دیجیے تاکہ وہ حج میں ان کو سُنا دیں۔ لیکن آپؐ نے فرمایا کہ اس اہم معاملہ کا اعلان میری طرف سے میرے ہی خاندان کے کسی آدمی کو کرنا چاہیے (خون اور مال کے معاہدوں کے سلسلے میں عرب میں دستور تھا کہ متعلقہ آدمی یا تو خود اعلان کرے یا اپنے خاندان کے کسی فرد سے اعلان کرائے۔

marfat.com

خاندان سے باہر کے کسی شخص کا اعلان تسلیم نہیں کیا جاتا تھا۔) چنانچہ آپؐ نے حضرت علی رَضِیَ اللہ تعالیٰ عنہ، کو اس خدمت پر اس ہدایت کے ساتھ مامور فرمایا کہ حاجیوں کے مجمع عام میں یہ احکامِ الٰہی سنانے کے بعد حسبِ ذیل چار باتوں کا اعلان بھی کر دیں :۔۔۔۔

(۱) جنت میں کوئی ایسا شخص داخل نہ ہو گا جو دینِ اسلام کو قبول کرنے سے انکار کرے۔

(۲) اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کے لیے نہ آئے۔

(۳) بیت اللہ کے گرد برہنہ طواف کرنا ممنوع ہے۔

(۴) جن لوگوں کے ساتھ رسول اللہ صَلَّی اللہ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کا معاہدہ قائم ہے ان کے ساتھ مدتِ معاہدہ تک وفا کی جائے گی۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی ملاقات حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہ تعالیٰ عنہ، سے عرج یا وادیٔ ضجنان میں ہوئی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کو خیال گزرا کہ شاید رسول اللہ صَلَّی اللہ عَلَیۡہِ وَسَلَّم نے ان کی جگہ حضرت علی رَضِیَ اللہ تعالیٰ عنہ، کو امیر الحج مقرر فرمایا ہے۔ انہوں نے حضرت علیؓ سے اس بارے میں استفسار کیا تو انہوں نے نفی میں جواب دیا اور کہا کہ مجھے حضورؐ نے مامور (نقیب یا قاصد) بنا کر بھیجا ہے تاکہ ان احکامِ الٰہی کا اعلان کروں جو چند دن پہلے نازل ہوئے ہیں۔

حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہ تعالیٰ عنہ، نے لوگوں کو حج کے صحیح طریقے بتائے اور سکھائے۔ سب مسلمانوں نے انہی طریقوں کے مطابق حج کیا تاہم مشرکین نے حسبِ سابق اپنے طریقے پر حج کیا (اور یہ آخری حج تھا جس میں مشرکین شریک ہوئے)۔

دسویں ذی الحجہ کو حضرت ابو بکرؓ نے کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا اور حضرت علیؓ نے بابِ حمزہ کے پاس کھڑے ہو کر سورۂ براءۃ کی ابتدائی آیات پڑھیں

marfat.com

اور وہ اعلان بھی کیا جس کا حکم رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دیا تھا۔ پھر حضرت ابوبکر رَضِیَ اللہ تعالیٰ عنہ، نے بھی صحابہ کرام کی ایک جماعت بھیج کر یہ اعلانِ عام کرایا کہ آئندہ کسی مشرک کو حج کرنے کی اجازت نہیں ہوگی اور نہ کوئی برہنہ ہو کر بیت اللہ کا طواف کر سکے گا۔ صحابہؓ کی اس جماعت میں حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہ تعالیٰ عنہ، بھی شامل تھے ـــــ صحیحین میں ان سے روایت ہے کہ:

"جس حج میں نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ابوبکرؓ کو امیر الحج مقرر کر کے بھیجا تھا یعنی حَجَّۃُ الْوَدَاع سے پہلے، اس سال ابوبکرؓ نے مجھ کو یہ اعلان کرنے کے لیے بھیجا کہ اس سال کے بعد نہ کوئی مشرک حج کرے اور نہ کوئی برہنہ شخص بیت اللہ کا طواف کرے۔"

(مشکوٰۃ باب دُخُولِ مَکَّۃَ وَالطَّوَافِ)

جن صحابہ کرامؓ (بشمول حضرت ابوہریرہؓ) نے اس موقع پر منادی کی خدمت انجام دی، بلند آواز سے بول بول کر ان کے گلے بیٹھ گئے۔ اس حج کو تاریخ میں بڑی اہمیت حاصل ہے کیونکہ اس میں کیے جانے والے اعلانِ بَرَاءَۃ سے عرب میں شرک اور مشرکین کا وجود گویا عملاً خلافِ قانون (ILLEGAL) ہو گیا۔ ان کے اعتقادات، اخلاق، اعمال اور جاہلانہ طریقِ زندگی کو ناپاک قرار دیا گیا اور اسی بناء پر مسجدِ حرام میں ان کا داخلہ ممنوع قرار دیا گیا۔

marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم

حجۃ الوداع میں رسول اکرم کی ہمرکابی

۱۰ھ ہجری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حجۃ الوداع میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمرکابی کا شرف حاصل ہوا۔ ۹ھ ہجری کے حج کی طرح حجۃ الوداع میں ان کی شرکت پر تمام ارباب سیر کا اتفاق ہے۔

حجۃ الوداع کے سلسلے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے چند احادیث بھی مروی ہیں۔ ان میں سے کچھ یہ ہیں:

- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حجۃ الوداع کے سفر میں) ایک شخص کو دیکھا جو اپنے قربانی کے جانور کو ہنکائے لیے جا رہا تھا۔ آپؐ نے اس سے فرمایا، اس پر سوار ہو جا۔ اس نے عرض کیا، یہ قربانی کا جانور ہے۔ آپؐ نے پھر فرمایا، اس پر سوار ہو جا۔ اس نے پھر یہی کہا کہ یہ قربانی کا جانور ہے ـــــ آپؐ نے (تیسری بار) فرمایا، اس پر سوار ہو جا۔ اس نے پھر یہی کہا کہ یہ قربانی کا جانور ہے۔ آپؐ نے فرمایا، سوار ہو جا تجھ پر افسوس ہے۔ (مشکوٰۃ بحوالہ صحیح بخاری و صحیح مسلم)

- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رَوحاء کے مقام پر ایک قافلہ ملا۔ آپؐ نے پوچھا، تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے کہا، ہم مسلمان ہیں۔ پھر قافلے والوں نے پوچھا، تم کون ہو؟ آپؐ نے فرمایا، میں اللہ کا رسول ہوں۔ ایک عورت نے اپنے بچہ کو دکھا کر آپؐ سے پوچھا، کیا اس بچہ پر بھی حج ہے۔ آپؐ نے فرمایا، ہاں اور تجھ کو (بھی) ثواب ہے۔ (مشکوٰۃ بحوالہ صحیح مسلم)

حضورؐ کے جواب کا مطلب یہ تھا کہ اگر وہ خاتون بچے کو ساتھ لے کر حج

marfat.com

کرلے تو بچے کو بھی حج کا ثواب مل جائے گا اور ماں بھی اس ثواب میں شریک ہوگی۔

○ قبیلہ خثعم کی ایک عورت نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے عرض کیا، یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ کے فرض حج نے میرے بوڑھے باپ کو پالیا (یعنی اللہ نے اپنے بندوں پر حج کو فرض کیا ہے اور وہ فرض میرے باپ پر اس وقت عائد ہوا ہے جب وہ بہت بوڑھا ہو چکا ہے اور چلنے پھرنے سے قاصر ہے) کیا میں اس کی طرف سے حج کروں؟ آپؐ نے فرمایا، ہاں اور یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے۔

(مشکوٰۃ بحوالہ بخاری و مسلم)

○ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تشریف لائے تو مکہ میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے حجرِ اسود کے قریب پہنچ کر آپؐ نے اس کا استلام کیا۔ پھر آپؐ نے طواف کیا، پھر صفا پہاڑی پر آئے اور اس کے اتنے اوپر چڑھ گئے کہ بیت اللہ نظر آنے لگا۔ پھر آپؐ نے ہاتھ اٹھائے (جس طرح دُعا میں اٹھائے جاتے ہیں) اور پھر جتنی دیر تک آپؐ نے چاہا، دُعا میں مشغول رہے۔[۱] (سُنَنِ ابی داؤد)

---

[۱] شارحینِ حدیث نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حجۃ الوداع میں مکہ معظمہ پہنچنے کے بعد پہلا طواف پیادہ پا کیا تھا۔ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت میں جس طواف کا ذکر ہے وہ آپؐ نے دسویں ذی الحجہ سنہ ۱۰ ہجری کو منیٰ سے مکہ آکر کیا تھا اس وقت آپؐ اونٹنی پر سوار تھے تاکہ سوالات کرنے والے آپؐ سے سوال کرسکیں۔

marfat.com

سیّدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

میدانِ جہاد میں

عہدِ رسالت

سیّدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ صرف علم وفضل کے اعتبار سے نہایت بلند مقام پر فائز تھے بلکہ راہِ حق کے ایک سرفروش مجاہد بھی تھے۔ عہدِ رسالت میں پہلی مرتبہ غزوۂ خیبر (محرّم ۷ھ ہجری) میں شریک ہوئے۔ اس کے بعد جن غزوات وسرایا میں شریک ہوئے، ان کی تفصیل یہ ہے:

غزوۂ وادی القریٰ

یہ غزوہ محرم ۷ھ ہجری میں غزوۂ خیبر کے بعد پیش آیا۔ بعض نے اس غزوے کو "مہم فدک" کا نام دیا ہے۔ فدک وادی القریٰ ہی کی ایک بستی ہے اس لیے اس کو غزوۂ وادی القریٰ کہہ لیں یا غزوۂ فدک، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وادی القریٰ خیبر اور تیماء کے درمیان واقع ہے۔ اس زمانے میں یہ بہت سرسبز اور شاداب تھی۔ وادی القریٰ (بالخصوص فدک) میں بہت سے یہودی آباد تھے۔ علامہ شبلیؒ کا بیان ہے کہ جب خیبر کی فتح کے معاً بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم فدک کی طرف بڑھے تو ان لوگوں نے لڑے بغیر نصف زرعی پیداوار سالانہ پر صلح کر لی۔ (سیرۃ النبی ج-۱)

قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوریؒ نے لکھا ہے کہ خیبر سے واپسی کے وقت جب (حضورؐ کا) یہاں (وادی القریٰ) میں قیام ہوا تو یہاں کے یہودیوں نے جنگ

marfat.com

کی ابتداء کی ——— خفیف سے مقابلہ کے بعد دشمن کو شکست ہوئی۔ یہودیوں کو ان کی اراضیات وغیرہ پر قابض رکھا گیا۔ (رحمۃ للعالمین جلد دوم)

اس غزوے میں حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہٗ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ہم رِکاب تھے۔ خود ان سے روایت ہے:

"جب ہم رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ خیبر سے وادی القریٰ گئے تو ہم اصیل میں ٹھہرے۔" (تاریخ الامم والملوک طبری جلد ۳ ص۱۶)

غزوۂ ذات الرِّقاع

اس کو غزوۂ نجد بھی کہا جاتا ہے۔ بعض روایتوں میں اس کا سالِ وقوع ۴ھ ہجری یا ۵ھ ہجری بیان کیا گیا ہے لیکن جمہور ارباب سِیَر و حدیث (بشمول امام بخاریؒ) نے اس کا سالِ وقوع غزوۂ خیبر کے بعد بیان کیا ہے۔ غزوۂ خیبر محرّم ۷ھ ہجری میں پیش آیا اور غزوۂ ذات الرِّقاع بھی اسی سال (بلکہ اسی مہینے فتحِ خیبر کے فوراً بعد) پیش آیا۔ اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اس غزوے میں حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہما شریک تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ غزوۂ خیبر کے اختتام سے کچھ ہی پہلے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور حضرت ابوموسیٰ اشعری اس وقت خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے جب خیبر فتح ہو چکا تھا۔ کُتُبِ سِیَر میں اس غزوے کے جو حالات بیان کیے گئے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے:

رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اطلاع ملی کہ بنو غطفان کچھ اور قبیلوں (بنو محارب، بنو ثعلبہ اور بنو انمار) کو اپنے ساتھ ملا کر مدینہ منوّرہ پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہے ہیں۔ آپؐ نے باختلافِ روایت حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہٗ یا حضرت ابوذر غفاریؓ کو مدینہ میں اپنا قائم مقام بنایا اور چار سَو (بروایتِ دیگر سات سَو) صحابہ کو ساتھ لے کر ان کی سرکوبی کے لیے نجد کی طرف روانہ ہوئے۔

marfat.com

مدینہ سے دو دن کے فاصلے پر آپ نے بنو غطفان کے علاقے میں ایک ایسے میدان میں پڑاؤ ڈالا جس کے ارد گرد سیاہ سفید اور سرخ رنگ کی پہاڑیاں تھیں۔ اسلامی لشکر کی آمد کی خبر سن کر بنو غطفان اور دوسرے قبائل منتشر ہو گئے اور کوئی لڑائی پیش نہ آئی البتہ آپؐ نے اس موقع پر صلوٰۃِ خوف (حالتِ جنگ والی نماز) پڑھی۔

"ذات الرِقاع" کے سفر میں مسلمانوں کو سخت مشکلوں اور تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑا۔ راستہ پتھریلا اور دشوار گزار تھا اور اس میں جگہ جگہ کانٹے دار جھاڑیاں اور درخت تھے ادھر مسلمانوں کے پاس سواری کے جانور بہت کم تھے۔ چھ چھ آدمیوں کے پاس ایک اونٹ تھا جس پر وہ باری باری سوار ہوتے تھے۔ اس طرح ان کے پاؤں زخمی ہو گئے تھے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں نکلے۔ ہم چھ آدمیوں کے پاس ایک ہی اونٹ تھا جس پر باری باری سوار ہوتے تھے، اس لیے ہمارے پاؤں چھلنی ہو گئے۔ میرے دونوں پاؤں زخمی ہو گئے اور ناخن جھڑ گیا۔ چنانچہ ہم لوگ اپنے پاؤں پر چیتھڑے لپیٹے رہتے تھے۔ اسی لیے اس کا نام ذات الرِقاع (چیتھڑوں والا) پڑ گیا[۱]

(صحیح بخاری جلد ۲ صـ ۵۹۲، صحیح مسلم ج ۲ صـ ۱۱۸ غزوۂ ذات الرِقاع)

اس غزوے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شرکت کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں۔ صحیح بخاری میں خود حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے:

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ نجد میں

---

[۱] ڈاکٹر غلام جیلانی برقؔ مرحوم نے لکھا ہے کہ "ذات الرِقاع" کے لفظی معنی ہیں، دھجیوں اور ٹکڑوں والی۔ اس سے مراد غطفان کا وہ میدان ہے جس کے گرد رنگ برنگ کی پہاڑیاں تھیں اور جن کی وجہ سے یہ مہم "ذات الرِقاع" کے نام سے مشہور ہو گئی۔ (نقوش لاہور رسول نمبر جلد ۴ صـ ۴۰ حاشیہ ۱۰۷)
لیکن صحیحین کی روایت کے پیشِ نظر ان کی رائے قبول نہیں کی جا سکتی۔

marfat.com

صلوٰۃِ خوف پڑھی ہے (اور حضرت ابوہریرہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جنگِ خیبر کے موقع پر حاضر ہوئے۔)

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۲۹۳)

غزوۂ فتح مکّہ

رمضان المبارک ۸ھ ہجری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو اُن دس ہزار قدسیوں میں شامل ہونے کا شرف حاصل ہوا جو فتح مکّہ کے موقع پر رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب تھے اور جن کا ذکر صدیوں پہلے "کتابِ استثناء" کی اس پیشین گوئی میں کیا گیا تھا:

"خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا۔ کوہِ فاران سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے ہاتھ میں ایک آتشیں (یعنی نورانی) شریعت تھی۔"

غزوۂ فتح مکّہ میں حضرت ابوہریرہؓ کی شمولیت پر تمام اربابِ سیر کا اتفاق ہے۔ صحیح بخاری اور دوسری کتبِ حدیث کی متعدد روایات سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔

غزوۂ حُنین

فتح مکّہ کے معاً بعد غزوۂ حُنین پیش آیا۔ بعض قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اس میں بھی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب تھے۔ صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حُنین کا ارادہ کیا تو فرمایا اگر اللہ نے چاہا تو ہم "خیف بنی کنانہ" میں ٹھہریں گے جہاں کفّار نے کفر پر قائم رہنے کی قسم کھائی تھی۔" (بخاری جلد ۲ ص ۶۱۴)

marfat.com

بعض روایات میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ خطبہ بھی نقل ہوا ہے جو آپؐ نے حُنین سے واپسی پر جِعرّانہ کے مقام پر دیا تھا اور جس میں آپ نے انصار کے اوصاف بیان فرمائے تھے۔ ان روایتوں کی سے یہ نتیجہ اخذ کرنا غلط نہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ غزوۂ حُنین میں بھی شریک تھے۔ جب وہ فتح مکہ میں شریک تھے تو غزوۂ حُنین میں پیچھے رہنے کی کوئی وجہ نہ تھی۔

غزوۂ تبوک (جیشِ عسرۃ)

مدینہ منوّرہ سے کوئی ساڑھے تین سو میل دُور (بجانب شمال) اور خلیج عقبہ سے ایک سو میل دور مشرق میں "تبوک" شمالی عرب کا ایک شہر ہے۔ ۹ سنہ ہجری میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی کہ رومی فوجیں عرب کی شمالی سرحد پر جمع ہو رہی ہیں۔ آپؐ نے فیصلہ کیا کہ رومیوں کو سرزمین عرب پر قدم رکھنے کی اجازت نہ دی جائے اور خود آگے بڑھ کر سرحدِ شام پر ان کا مقابلہ کیا جائے۔ چنانچہ آپؐ نے صحابۂ کرام کو جہاد کی تیاری کا حکم دے دیا اور اس مقصد کے لیے دل کھول کر روپیہ اور مال اسباب دینے کی ترغیب بھی دی۔ صحابہؓ اور صحابیاتؓ نے اس موقع پر حیرت انگیز قربانی اور ایثار کا مظاہرہ کیا اور اپنی استطاعت سے بھی بڑھ کر مال و اسباب اللہ کی راہ میں نہایت خوشدلی سے پیش کر دیا۔ عورتوں نے اپنے زیور اتار کر دے دیئے، حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ہزار دینار، ایک سو گھوڑے اور نو سو اونٹ پیش کیے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر کا نصف سامان اٹھا لائے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر کا سارا مال اسباب حتیٰ کہ سوئی سلائی بھی لے آئے اور گھر میں جھاڑو پھیر دی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

"ابوبکر! گھر میں بھی کچھ چھوڑا ہے؟"

marfat.com

عرض کیا :—— " اللہ اور اللہ کے رسولؐ کے سوا کچھ نہیں چھوڑا میرے لیے یہی کافی ہے۔"

غرض ہر مسلمان نے انفاق فی سبیل اللہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اُس سال خشک سالی نے قیامت ڈھا رکھی تھی اور سارے ملک میں قحط کے آثار تھے۔ اہلِ مدینہ کی امیدیں اپنے نخلستانوں سے وابستہ تھیں جن میں کھجور کے درختوں پر پھل گدرا چکے تھے اور ان کے آمانے کا وقت قریب آپہنچا تھا۔ ان حالات میں تپتے ہوئے بے آب و گیاہ صحراؤں میں ساڑھے تین سو میل کا پُرصعوبت سفر اختیار کرنا بہت بڑا امتحان تھا جس میں اہلِ حق پورے اترے اور رجب ۹ھ ہجری میں تیس ہزار مجاہدین سرورِ عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ہمرکابی میں عازمِ تبوک ہو گئے۔ حضرت ابو ہُریرہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہٗ بھی ان مردانِ حق میں شامل تھے۔ اسلامی لشکر تبوک پہنچ کر وہاں بیس دن تک رہا لیکن رومی فوج سامنے نہ آئی اس لیے آنحضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم واپس تشریف لے آئے۔ تبوک کے سفر میں مسلمانوں کو طرح طرح کی مصیبتیں جھیلنی پڑیں۔ کہیں انہیں بھوک پیاس نے ستایا تو کہیں جھلس دینے والی لُو نے۔ کہیں صحرا کی زہریلی ہواؤں نے ہلکان کیا تو کہیں جلا دینے والی دھوپ نے —— اسی لیے اس غزوے کو "جیشِ عسرۃ" بھی کہتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہٗ نے یہ ساری تکلیفیں ہنسی خوشی برداشت کیں۔ غزوۂ تبوک میں حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہٗ کی شرکت پر سب کا اتفاق ہے۔

بعض سرایا میں شرکت

مذکورہ بالا غزوات کے علاوہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہٗ بعض سرایا میں بھی شریک تھے۔

صحیح بخاری اور مُسندِ احمد میں حضرت ابُو ہُریرہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہٗ کا یہ بیان

marfat.com

نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ہمیں ایک (مختصر) لشکر کے ساتھ بھیجا اور دو (دشمنِ اسلام) آدمیوں کے نام لے کر فرمایا کہ اگر وہ تمہیں مل جائیں تو ان دونوں کو آگ میں جلا دو۔ لیکن جب ہم روانہ ہونے لگے تو رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا، میں نے تمہیں فلاں فلاں کو جلانے کا حکم دیا تھا مگر آگ کا عذاب دینا صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے اگر وہ تمہیں مل جائیں تو انہیں (تلوار سے) قتل کر دو۔ (بخاری ج ۱ ص ۴۲۳، مُسندِ احمد جلد ۵ ا ص ۲۰۶)

ایک اور موقع پر رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو ایک خاص مہم پر مامور فرمایا۔ جب وہ چلنے لگے تو حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے بہ نفسِ نفیس انہیں الوداع کہا اور فرمایا، میں تجھے اللہ کی امانت میں دیتا ہوں جس کی امانت کبھی ضائع نہیں ہوتی۔ (ابنِ ماجہ ج ۲ ص ۵۴۳)

کچھ اور روایات سے حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عَنہٗ کی بعض دوسرے سرایا میں بھی شرکت کا اشارہ ملتا ہے۔

عہدِ صدیقی
(عہدِ رسالت کے بعد)

رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی رحلت کے بعد سیّدنا حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عَنہٗ سریر آرائے خلافت ہوئے تو دفعتہً سارے عرب میں فتنۂ ارتداد کے شعلے بھڑک اٹھے۔ انصارِ مدینہ، قریشِ مکّہ اور ثقیفِ طائف کے سوا کوئی قبیلہ ایسا نہ تھا جو تھوڑا یا بہت اس فتنے سے متاثر نہ ہوا ہو۔ اس طرح خلافتِ اسلامیہ آغاز ہی میں شدید مشکلات سے دوچار ہو گئی لیکن اللہ تعالیٰ نے خلیفۃ الرّسول حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عَنہٗ کو بے مثال عزیمت و استقامت عطا کی تھی۔ انہوں نے اس فتنے کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور ہر قسم کی رکاوٹوں اور مشکلات کے علی الرّغم دس ماہ کے اندر اندر اس کو کچل کر رکھ دیا۔ اس پُر آشوب اور انتہائی نازک زمانے میں جن اصحاب نے حضرت

marfat.com

ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ساتھ دیا اور اس تباہ کن فتنے کے استیصال کے لیے کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہ کیا وہی سچے اور پکے یا حقیقی معنوں میں مخلص مسلمان تھے۔ وہ اپنی جان مال اولاد ہر شے قربان کر سکتے تھے لیکن ان کو یہ گوارا نہ تھا کہ اسلام پر کسی قسم کی آنچ آئے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہی مخلص مؤمنین میں شامل تھے۔ انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معیت میں فتنۂ ارتداد کے استیصال میں بھرپور حصہ لیا۔ اس سلسلے میں وہ روایت کرتے ہیں کہ :

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اس وقت تک لڑنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک لوگ کلمہ طیبہ نہ پڑھیں۔ جب لوگوں نے یہ کلمہ پڑھ لیا تو انہوں نے مجھ سے اپنے خون اور مال بچا لیے البتہ اگر اسلام کے کسی حق کی وجہ سے ان کا خون اور مال مباح ہو تو یہ دوسری بات ہے اور جہاں تک اعمال کے محاسبے کا تعلق ہے تو وہ اللہ تعالیٰ ہی کرے گا۔ جب رِدّۃ (ارتداد) کا فتنہ بپا ہوا تو حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا، آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے باوجود لوگوں سے کیوں لڑ رہے ہیں؟ حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا، خدا کی قسم میں صلوٰۃ اور زکوٰۃ میں تفریق نہیں کروں گا جو ان دونوں میں تفریق کرے گا میں اس سے لڑوں گا[1] پس ہم نے

---

[1] بہت سے مرتدین یہ کہتے تھے کہ ہم سے نماز پڑھوا لو لیکن زکوٰۃ نہ لو۔ چونکہ مرتدین کی تعداد بہت زیادہ تھی اس لیے حضرت عمرؓ کا خیال تھا کہ فی الحال ان کے ساتھ کچھ نرمی کی جائے جب حالات اعتدال پر آجائیں گے تو پھر سب سے نبٹ لیا جائے گا لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس رائے سے متفق نہ ہوئے اور فرمایا جو کوئی عہد رسالت میں بکری (یا اونٹ) کی رسی بھی زکوٰۃ میں دیتا تھا اس سے ضرور لی جائے گی۔ میں اپنی زندگی میں اسلام کے کسی رکن کا انہدام گوارا نہیں کر سکتا۔

marfat.com

حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ مل کر مرتدین کے خلاف جنگ کی اور بھلائی اسی میں دیکھی۔"
(مُسندِ احمد جلد ا صفحہ ۱۸۱)

فتنۂ ردّہ کے استیصال کے سلسلے میں مرتدین سے بہت سی خونریز لڑائیاں ہوئیں۔ ارباب سِیَر نے یہ تصریح نہیں کی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کس کس لڑائی میں شریک ہوئے، البتہ یہ بات ثابت ہے کہ اُن کا شمار ان صحابۂ کرامؓ میں ہے جو "الرِّدّہ" کے استیصال میں خلیفۃ الرسول سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست و بازو بنے اور جنہوں نے اسلام کی کشتی کو گردابِ بلا سے نکالنے کے لیے اپنی جانوں کی بازی لگا دی۔

عہدِ فاروقی

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عُمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام کے میدانِ جہاد میں پہنچ گئے۔ شام میں رومیوں اور مجاہدینِ اسلام کے درمیان بہت سی لڑائیاں ہوئیں، ان میں سب سے خونریز جنگ "جنگِ یرموک" تھی۔ مؤرخ ابن عساکرؒ نے لکھا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یرموک کی لڑائی میں شریک تھے۔ (تاریخِ دمشق طبع ۴۲۹ معرکۂ یرموک)

یرموک کے خونریز معرکے میں رومیوں نے کئی موقعوں پر مسلمانوں پر اس قدر دباؤ ڈالا کہ اگر حضرت معاذؓ بن جبل، حضرت حجاجؓ بن عبد یغوثؓ، حضرت عمروؓ بن طفیلؓ، حضرت جندبؓ بن عمرو، حضرت ابوہریرہؓ اور ان جیسے دوسرے جانباز انہیں سنبھال نہ لیتے تو ان کے قدم اکھڑ گئے ہوتے۔ ایسے ہی ایک موقع پر جب رومی میسرے نے اسلامی میمنے پر تباہ کن حملہ کیا تو قبیلہ ازد دشمن کے سامنے آہنی دیوار بن کر کھڑا ہو گیا۔ بنو دوس، اَزدہی کا بطن تھے اس لیے اسلامی لشکر کے ازدی دستوں میں حضرت ابوہریرہؓ اور دوسرے دوسی

marfat.com

مجاہدین بھی شامل تھے۔ حضرت طفیل بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حضرت عمروؓ بڑی بے جگری سے رومیوں کا مقابلہ کر رہے تھے[1] وہ تلوار چلاتے جاتے اور اپنے قبیلے کو للکارتے جاتے تھے کہ خبردار ازدیو تمہاری وجہ سے مسلمانوں پر شکست کا داغ نہ آئے۔

ان کے ہاتھ سے رومیوں کے نو بڑے بڑے بہادر مارے گئے۔ آخر رومیوں نے ان کو گھیر کر تیروں تلواروں اور برچھیوں کا مینہ برسا دیا اور وہ جامِ شہادت پی کر جنّت الفردوس کو سدھارے۔

حضرت جندبؓ بن عمرو ازدی نے اپنے جھنڈے کو زور سے ہلا کر بلند آواز سے کہا:

"اے قوم ازد! تم میں سے کوئی ہمیشہ زندہ نہ رہے گا۔ نہ اس وقت تک اپنے کو معصیت اور خواری سے بچا سکے گا جب تک وہ پوری استقامت کے ساتھ دشمن کا مقابلہ نہ کرے گا۔ کان کھول کر سن لو کہ بھاگنے والے کے لیے ذلّت ہے اور مرنے والے کے لیے شہادت۔"

اس موقع پر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آگے بڑھے اور اپنے قبیلے کو

---

[1] حضرت عمرو بن طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھی شرفِ صحابیت حاصل تھا۔ وہ عرب کے نامی بہادروں میں شمار ہوتے تھے اور "فارس العرب" کے لقب سے مشہور تھے۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت میں اپنے والد کے ہمراہ مسیلمہ کذاب کے خلاف یمامہ کی لڑائی میں شریک ہوئے اور نہایت بہادری سے لڑے۔ حضرت طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی لڑائی میں شہید ہو گئے اور حضرت عمروؓ کا ایک ہاتھ شہید ہو گیا۔ اس سانحہ کے باوجود ان کا جذبۂ جہاد سرد نہ ہوا اور وہ یرموک کی خونیں جنگ میں بھی بڑے جوش اور جذبے کے ساتھ شریک ہوئے۔ اس لڑائی میں وہ فوج کے ایک حصے کے افسر تھے۔

marfat.com

للکار کر کہا :

" بہادرو! حورانِ بہشتی تمہاری منتظر ہیں۔ ان سے ملنے کے لیے اپنے کو آراستہ کر لو۔ اللہ تعالیٰ کا تقرب اور خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کمربستہ ہو جاؤ۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک نیکی کی اس سے زیادہ پسندیدہ جگہ کوئی نہیں ہے جہاں تم اس وقت کھڑے ہو۔"

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہٗ کی للکار سُن کر قبیلہ اَزد کے بہادر اُن کے گرد جمع ہو گئے اور پھر سب نے مل کر اس زور کا جوابی حملہ کیا کہ رومیوں کے قدم لڑکھڑا گئے۔ عین اس وقت بیس ہزار تازہ دم رومی فوج ان کی مدد کے لیے پہنچ گئی تاہم ازدی مجاہدین نہایت ثابت قدمی سے لڑتے رہے۔ اُدھر حضرت خالد بن ولید رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہٗ کو اپنے میمنے کا حال معلوم ہوا تو وہ اپنے رسالے کے ساتھ اس کی مدد کو پہنچ گئے اور اپنے بے پناہ حملوں سے رومیوں کے قدم اکھاڑ دیئے۔ (فاتح شام از ابو محمد امام الدین رام نگری)

اربابِ سیَر نے تصریح تو نہیں کی لیکن قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہٗ نے شام کے کئی اور معرکوں میں بھی رومیوں کے خلاف دادِ شجاعت دی ہو گی۔

علامہ ابنِ اثیرؒ کا بیان ہے کہ حضرت عُمَرِ فاروق رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہٗ کے عہدِ خلافت میں جب آذربائیجان اور آرمینیہ (بلادِ آرمن) پر فوج کشی ہوئی تو حضرت عبدالرَّحمٰن بن ربیعہ باہلی رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہٗ آرمینیہ کی تسخیر پر مامور ہوئے[۱] حضرت عبدالرَّحمٰنؓ کے لشکر میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ

---

[۱] حضرت عبدالرَّحمٰنؓ بن ربیعہ قبیلۂ باہلہ کے چشم و چراغ تھے۔ نسب نامہ یہ ہے:
عبدالرَّحمٰنؓ بن ربیعہ بن یزید بن سہم بن عمرو بن ثعلبہ (یا فضلہ) بن غنم بن قتیبہ بن معن باہلی

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

maktabah.org

ایک مجاہد کی حیثیت سے شریک تھے۔ اسلامی لشکر یلغار کرتا ہوا شہر "باب" کے قریب پہنچ گیا۔ وہاں کے مجوسی حاکم شہر براز نے مسلمانوں کی اطاعت قبول کر لی اور ان کے ساتھ ہو لیا۔ پھر حضرت عبدالرحمٰنؓ مملکتِ خزر (آرمینیہ) کے پایۂ تخت بلنجر کی طرف بڑھے۔ شہر براز نے تعجب سے کہا یہ آپ کیا کر رہے ہیں، ہم لوگ تو اسی کو غنیمت سمجھتے تھے کہ ارمنی ہم پر چڑھ کر نہ آئیں۔ جوشِ جہاد سے سرشار حضرت عبدالرحمٰنؓ نے فرمایا، لیکن میں تو جب تک ارمنی مملکت کے جگر میں نہ گھس جاؤں آگے بڑھنے سے نہیں رک سکتا۔ چنانچہ انہوں نے شہر بیضاء کو مسخر کر لیا۔ اس اثناء میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی وجہ سے عہدِ فاروقی ختم ہو گیا اور مسلمانوں کی پیش قدمی رک گئی۔

عہدِ عثمانیؓ

حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت عثمانؓ ذوالنورینؓ مسند نشینِ خلافت ہوئے۔ ان کی خلافت کے نویں سال (۳۲ھ ہجری میں)

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ)

حضرت عبدالرحمٰنؓ کو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا شرف تو حاصل ہوا لیکن ان سے کوئی حدیث مروی نہیں ہے۔ وہ عالم فاضل آدمی تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں قادسیہ (عراقِ عرب) کی لڑائی میں مسلمانوں نے فتح پائی تو امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کی ہدایت کے مطابق مالِ غنیمت کی وصولی اور تقسیم کا کام حضرت عبدالرحمٰن کے سپرد کیا گیا اس کے علاوہ ان کو قضا کے عہدے پر بھی مقرر کیا گیا۔ چند سال کے بعد وہ آرمینیہ کی تسخیر پر مامور ہوئے۔ وہ آرمینیہ میں فاتحانہ پیشقدمی کر رہے تھے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے شہادت پائی اور یہ مہم ناتمام رہ گئی۔ عہدِ عثمانی میں وہ پھر آرمینیہ کی تسخیر پر مامور ہوئے اور معرکۂ بلنجر میں مردانہ وار لڑتے ہوئے شہادت پائی۔ (اُسد الغابہ)

marfat.com

ایک مہم بقول بعض حضرت سعیدؓ بن العاص اُمویؓ کی قیادت میں بلنجر کی طرف روانہ کی گئی۔ ایک روایت کے مطابق بلنجر پر حملہ کرنے والی فوج

لے حضرت سعید بن العاص رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہ کا شمار صغائر (کمسن) صحابہ میں ہوتا ہے ان کا تعلق قریش کی شاخ بنو امیہ سے تھا۔ نسب نامہ یہ ہے:

سعید بن عاص بن ابو احیحہ سعید بن عاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصیٰ

عہدِ رسالت میں کم سن تھے۔ آنحضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی رحلت کے بعد انہوں نے اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ، حضرت عمرِ فاروقؓ، حضرت عثمانِ غنیؓ اور کئی دوسرے صحابہ کرام سے کسبِ فیض کیا اور فضلاءِ صحابہ میں شمار ہونے لگے۔ نہایت بہادر طباع اور دانا آدمی تھے۔ عہدِ صدیقی اور عہدِ فاروقی میں زیادہ تر تحصیلِ علم میں مشغول رہے۔ حضرت عثمانِ غنیؓ نے اپنے عہدِ خلافت (۲۹ھ) میں انہیں کوفہ کا گورنر مقرر کیا۔ اس عہدے پر وہ چار پانچ سال تک فائز رہے! اس عرصے میں انہوں نے شاندار عسکری کارنامے سرانجام دیئے۔ ان میں طبرستان اور جرجان وغیرہ کی تسخیر شامل ہے۔ امارتِ کوفہ سے سبکدوش ہونے کے بعد وہ مدینہ منورہ واپس آ گئے۔ ۳۵ھ ہجری میں باغیوں نے حضرت عثمانِ غنیؓ کے مکان کا محاصرہ کیا تو حضرت سعیدؓ نے کچھ دوسرے صحابہ (بشمول حضرت ابوہریرہؓ) سے مل کر کاشانہ خلافت کی حفاظت کا فرض انجام دیا اور باغیوں سے ایک جھڑپ کے دوران میں شدید زخمی ہو گئے۔ حضرت عثمانِ غنیؓ کی شہادت کے بعد وہ مکہ جا کر گوشہ نشین ہو گئے! امیر معاویہؓ کے عہدِ خلافت میں کچھ عرصہ مدینہ کے والی بھی رہے۔ باختلافِ روایت ۵۷ھ، ۵۸ھ یا ۵۹ھ میں مدینہ منورہ سے چند میل دور العقیق کے مقام پر اپنے مکان میں وفات پائی۔ نہایت دریادل اور سخی تھے۔ ان کی سخاوت اور جود وسخا کے بہت سے واقعات تاریخ میں محفوظ ہیں! ایک روایت کے مطابق عہدِ عثمانی میں انہوں نے قرآنِ کریم کی کتابت میں بھی حصہ لیا۔ اہلِ سیر نے ان کی جود وسخا کے علاوہ شرافت، شجاعت، عقل و دانش، فہم و تدبر اور وقار و علم کی بے حد تعریف کی ہے۔

marfat.com

کے سپہ سالار حضرت عبدالرحمٰن بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے - اس فوج میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل تھے۔ اہل بلنجر اور ترک کفار متحد ہو کر مسلمانوں کے مقابل ہوئے۔ فریقین میں خونریز لڑائی ہوئی۔ اس لڑائی میں حضرت عبدالرحمٰنؓ بن ربیعہ نے مردانہ وار لڑتے ہوئے شہادت پائی اور مسلمانوں کو وقتی طور پر اس محاذ سے پسپا ہونا پڑا۔ پھر مسلمانوں نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر لیا۔ ایک حصہ تو بلادِ خزر (آرمینیہ) میں مصروفِ جہاد رہا اور دوسرا جیلان اور جرجان کی طرف بڑھا۔ حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت سلمان فارسیؓ اس دوسرے حصے میں شامل ہو گئے۔ جیلان اور جرجان کی تسخیر کے سلسلے میں جو معرکے پیش آئے حضرت ابوہریرہؓ نے ان میں سرفروشانہ حصہ لیا۔ طبریؒ، ابن اثیرؒ اور حافظ ابن کثیرؒ نے اس واقعہ کو اپنے اپنے الفاظ میں بیان کیا ہے اور اس میں صراحت کے ساتھ حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت سلمان فارسیؓ کے نام لیے ہیں۔ حافظ ابن کثیرؒ کے الفاظ یہ ہیں:

"...... فَقُتِلَ یَوْمَئِذٍ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ رَبِیْعَةَ کَانَ یُقَالُ لَهٗ ذُو النُّوْرِ وَانْهَزَمَ الْمُسْلِمُوْنَ فَافْتَرَقُوْا فِرْقَتَیْنِ فَفِرْقَةٌ ذَهَبَتْ بِلَادَ الْخَزَرِ۔ وَفِرْقَةٌ سَلَکُوْا نَاحِیَةَ جِیْلَانَ وَجُرْجَانَ وَفِیْ هٰؤُلَاءِ اَبُوْ هُرَیْرَةَ وَسَلْمَانُ الْفَارِسِیُّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ۔

(البدایہ والنہایہ ص۱۶۰ جلد سابع تحت سنۃ ۳۲ھ طبع مصر)
(نیز تاریخ ابن جریر طبری ج ۵ ص ۸۷ تحت سنۃ ۳۲ھ طبع مصر قدیم و الکامل لابن اثیر ج ۳ ص ۶۶ تحت سنۃ ۳۲ھ طبع مصر)

علامہ ابن اثیرؒ نے "تاریخ الکامل" میں ایک جگہ لکھا ہے کہ

marfat.com

کہ آرمینیہ سنہ ۳۱ھ میں حضرت حبیبؓ بن مَسلَمہ فہریؒ[1] کے ہاتھ پر فتح ہوا۔ اس صورت میں سنہ ۳۲ھ میں آرمینیہ پر دوبارہ چڑھائی کا سبب بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ آرمینیہ نے بغاوت کر دی ہوگی۔ قیاس یہ ہے کہ آرمینیہ کی تسخیر کے لیے مختلف موقعوں پر دو تین مہمیں بھیجی گئیں۔ ان مہموں کے سنین کے بارے میں کچھ اختلاف ہے۔ بہر صورت یہ بات ثابت ہے کہ آرمینیہ جرجان وغیرہ کی تسخیر کے سلسلے میں جو لڑائیاں پیش آئیں ان میں حضرت ابوہریرہؓ شریک تھے۔ ان لڑائیوں سے فارغ ہو کر حضرت ابوہریرہؓ مدینہ منوّرہ واپس آگئے اور پھر اپنی وفات تک کسی لڑائی میں شریک نہیں ہوئے تاہم جذبۂ جہاد

---

[1] حضرت ابوعبدالرحمٰن حبیبؓ بن مسلمہ فہری کا شمار قرنِ اوّل کے نامور فاتحین میں ہوتا ہے۔ واقدیؒ نے ان کے صحابی ہونے سے انکار کیا ہے لیکن امام بخاریؒ نے ان کو صحابہ میں شمار کیا ہے۔ سلسلۂ نسب یہ ہے:

حبیبؓ بن مَسلَمہ بن مالک اکبر بن وہب بن ثعلبہ بن وایلہ بن عمرو بن شیبان بن محارب بن فہر بن مالک فہری۔

حضرت حبیبؓ نے عنفوانِ شباب میں اسلام قبول کیا۔ عہدِ صدیقی اور عہدِ فاروقی میں شام میں رومیوں کے خلاف کئی معرکوں میں حصہ لیا۔ حضرت عثمانِ غنیؓ نے اپنے عہدِ خلافت میں ان کو آذربائیجان کا گورنر بنایا اور آرمینیہ کی تسخیر کا حکم دیا۔ انہوں نے عہدِ عثمانی میں اور بھی کئی معرکے سر کیے۔ حضرت عثمانِ غنیؓ کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے درمیان جنگِ صفّین ہوئی تو حضرت حبیبؓ نے امیر معاویہؓ کا ساتھ دیا۔ انہوں نے سنہ ۴۲ ہجری میں (بعہدِ خلافت امیر معاویہؓ) وفات پائی۔

عہدِ عثمانی میں حضرت حبیبؓ نے رومیوں کے خلاف بہت سی مہموں کی قیادت کی۔ اسی بنا پر "حبیب الروم" کے لقب سے مشہور ہو گئے تھے۔ شام کے متعدد شاعروں نے اپنی رجزیہ نظموں میں ان کی شجاعت اور جانبازی کی بہت تعریف کی ہے۔

marfat.com

ان کے دل میں عمر بھر موجزن رہا۔ اس کا ثبوت ان سے مروی اس حدیث سے ملتا ہے :-

" رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ہم سے غزوۂ ہند کا وعدہ لیا (کیا) تھا۔ مجھے اس غزوہ میں شریک ہونے کا موقع نصیب ہوا تو میں اپنی جان اور مال سے اس میں لڑوں گا۔ اگر اس میں قتل ہو گیا تو بہترین شہید ہوں گا۔ اور اگر زندہ واپس آگیا تو دوزخ سے آزادی کا پروانہ لیے ہوئے ابوہریرہ ہوں گا۔"

(سُنَنِ نَسَائی جلد ۲ ص ۵۶ کتاب الجہاد۔ مُسْنَدِ احمد جلد ۲ ص ۱۷)

marfat.com

عہدِ رسالت کے بعد

حضرت ابوہریرہؓ کے شب و روز

یہاں ہم حضرت ابوہریرہؓ کے جن شب و روز کا اجمالاً ذکر کر رہے ہیں۔ ان میں وہ شب و روز شامل نہیں ہیں جو انہوں نے میدانِ جہاد یا علمی سرگرمیوں میں گزارے۔ ان کی تفصیل الگ ابواب میں بیان کی گئی ہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہدِ خلافت میں

بعض اربابِ سیَر نے لکھا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے خلیفۃ الرّسول حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہ تعالیٰ عنہ، کے عہدِ خلافت میں ملکی معاملات میں کوئی حصہ نہیں لیا اس لیے کہیں نمایاں طور پر نظر نہیں آتے۔ اس مدت میں وہ خاموشی کے ساتھ اشاعتِ حدیث میں مصروف رہے۔ لیکن "مُسندِ احمدِ حنبل"، اور "طبقات ابن سعد" کی بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہ تعالیٰ عنہ، نے حضرت علاء بن الحضرمی رَضِیَ اللہ تعالیٰ عنہ، کے تجربہ کے پیشِ نظر ان کو دوبارہ بحرین کا عامل مقرر کیا تو حضرت ابوہریرہؓ بھی بحرین چلے گئے اور حضرت علاءؓ کے ساتھ مل کر مرتدین کے خلاف جہاد کیا۔ مُسندِ احمد میں خود حضرت ابوہریرہؓ کا یہ بیان نقل کیا گیا ہے کہ "ہم نے حضرت ابوبکرؓ کی معیت میں مرتدین کے خلاف جہاد کیا اور اس میں بھلائی پائی۔"[۱] اس روایت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ فتنۂ ارتداد کے استیصال

---

[۱] مُسندِ احمد بن حنبل جلد ۱ صہ ۱۸۱

marfat.com

کے سلسلے میں جو لڑائیاں پیش آئیں ان میں سے بعض میں حضرت ابوہریرہ رضہ شریک تھے۔

بعض روایات کے مطابق حضرت ابوبکر صدیق رضہ کی وفات (جمادی الآخر ۱۳ ہجری) کے وقت حضرت ابوہریرۃ رضہ حضرت علاءؓ کے پاس بحرین میں تھے۔ لیکن یہ معلوم نہیں کہ حضرت علاءؓ نے ان کو کونسی ذمہ داری سونپ رکھی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ حکومت کی طرف سے کوئی ذمہ داری نہ سونپے جانے کی صورت میں بھی حضرت ابوہریرۃؓ نے رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ارشادات کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کا کام اپنے ذمّہ لے رکھا تھا۔ جہاں بھی ہوتے اس ذمّہ داری کو نباہتے رہتے تھے۔

حضرت عُمرِ فاروقؓ کے عہدِ خلافت میں

حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد حضرت عُمرِ فاروق رَضِیَ اللہ تعالیٰ عنہ مسندنشینِ خلافت ہوئے تو انھوں نے بھی حضرت علاء حضرمی رضہ کو امارتِ بحرین کے منصب پر قائم رکھا۔ طبقات ابن سعدؒ کی ایک روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس زمانے میں بھی حضرت ابوہریرۃؓ کا قیام بحرین میں تھا[1]۔ کچھ عرصہ بعد بصرہ کے نوآباد شہر کے والی حضرت عتبہؓ بن غزوان نے وفات پائی تو امیر المؤمنین نے ان کی جگہ حضرت علاءؓ کو بصرہ کا گورنر نامزد کیا۔ وہ حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت ابو بکرۃؓ کے ساتھ بحرین سے بصرہ کے لیے روانہ ہوئے لیکن راستے ہی میں ان کا وقتِ آخر آپہنچا اور انہوں نے

---

[1] ابن سعد کہتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت عمرؓ نے حضرت علاءؓ کو ایک فرمان بھیجا۔ یہ فرمان ملتے ہی علاءؓ بحرین سے ایک جماعت کے ساتھ نکلے، اس میں حضرت ابوہریرۃؓ اور ابوبکرۃؓ بھی شامل تھے۔ (طبقات ج ۴ صـ ۳۶۱)

marfat.com

"لباس" کے مقام پر وفات پائی۔ امیرالمؤمنینؓ کو اطلاع ملی تو انہوں نے حضرت قدامہؓ بن مظعون کو بحرین کا گورنر مقرر کیا[1] ادھر حضرت ابوہریرہؓ بھی حضرت علاءؓ کو سپردِ خاک کر کے بحرین واپس آ گئے۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ امیرالمؤمنینؓ نے حضرت قدامہ بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بحرین کے تمام مالی امور (مالیات) کا نگران و امیر بنایا اور حضرت ابوہریرہؓ کو احداث (خلافِ سنّت امور) کی روک تھام اور قیامِ صلوٰۃ پر متعین کیا۔ (اسلامی ہند کی عظمتِ رفتہ ص۴۹)

ابھی حضرت قدامہؓ کو بحرین آئے ہوئے تھوڑے ہی دن ہوئے تھے، کہ وہ ایک ابتلا میں مبتلا ہو گئے۔ اس ابتلا کے سلسلے میں حضرت ابوہریرہؓ کا ذکر بھی ایک گواہ کے طور پر آتا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت قدامہؓ

---

[1] حضرت قدامہ بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعلق قریش کی شاخ بنی جُمَح سے تھا۔ سلسلۂ نسب یہ ہے:

قدامہؓ بن مظعون بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جُمَح

دعوتِ توحید کے آغاز میں اسلام لائے اور اپنے بھائیوں حضرت عثمانؓ اور حضرت عبداللہؓ کے ساتھ ہجرت کر کے حبشہ گئے۔ چند سال بعد حبشہ سے مدینہ منوّرہ آئے اور سب سے پہلے غزوۂ بدر (رمضان المبارک ۲ھ ہجری) میں شریک ہونے کا شرفِ عظیم حاصل کیا۔ اس کے بعد اُحد، احزاب وغیرہ عہدِ رسالت کے دوسرے بیشتر غزوات میں بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب رہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہدِ خلافت میں بحرین کا گورنر مقرر کیا، وہیں وہ افسوسناک واقعہ پیش آیا جس کے نتیجے میں ان پر حد جاری ہوئی۔ اس کے بعد ان کے تعلقات حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کشیدہ ہو گئے (یہاں یہ ذکر کرنا بے محل نہ ہوگا کہ حضرت قدامہؓ، حضرت عمرؓ کے بہنوئی تھے) لیکن

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

marfat.com

کے دورِ امارت میں قبیلہ عبد القیس کے ایک سردار جارود بن عمرو عبدیؓ[1] بحرین سے مدینہ آئے اور امیر المؤمنین حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر حضرت قدامہؓ پر شراب پینے کا الزام لگایا اور ان پر حدِ شرعی جاری کرنے کا مطالبہ کیا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) - کچھ عرصہ بعد دونوں بزرگوں میں صفائی ہو گئی۔ (صلح کے لیے پہل حضرت عمرؓ کی طرف سے ہوئی۔)

حضرت قدامہؓ نے ۳۶ھ ہجری میں (بعہدِ خلافت حضرت علیؓ) وفات پائی۔ اس وقت عمر کی ۶۸ منزلیں طے کر چکے تھے۔

[1] حضرت جارود بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قبیلہ عبد القیس کے سرداروں میں سے تھے۔ یہ قبیلہ بحرین میں آباد تھا۔ جارود پہلے دینِ عیسوی کے پیرو تھے۔ ۹ھ یا ۱۰ھ میں اپنے قبیلے کے ایک وفد کے ساتھ مدینہ منورہ آئے اور بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر شرفِ اسلام سے بہرہ ور ہو گئے۔

حضرت جارودؓ کا اصل نام بشر تھا اور کنیت ابو منذر تھی۔ وہ نہایت بہادر اور مہم جو آدمی تھے۔ قبول اسلام سے پہلے ایک دفعہ انہوں نے قبیلہ بکر بن وائل پر چھاپہ مارا اور اس کے تمام مویشی اور مال اسباب یہاں تک کہ سوئی سلائی بھی لوٹ کر لے آئے۔ "جرد" کے معنی "بے برگ و بار" کے ہیں اس لیے جارود (بے برگ و بار کر دینے والا) ان کا لقب پڑ گیا۔ شعر و شاعری میں بھی درک رکھتے تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد عہدِ صدیقی میں فتنۂ ارتداد نے زور پکڑا تو قبیلہ عبد القیس بھی اس کی لپیٹ میں آ گیا لیکن حضرت جارودؓ نہ صرف خود پوری استقامت کے ساتھ اسلام پر قائم رہے بلکہ اپنے قبیلے کو بھی ارتداد سے باز رکھنے کی پوری کوشش کی۔ ان کی مساعی کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے لوگ گمراہ ہونے سے بچ گئے۔ بعض روایات کے مطابق انہوں نے مرتدین کے خلاف کچھ لڑائیوں میں بھی حصہ لیا۔ حضرت عمرِ فاروقؓ کے عہدِ خلافت میں انہوں نے بصرہ میں مستقل اقامت اختیار کر لی، وہاں سے وہ

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

marfat.com

(ایک روایت میں ہے کہ حضرت جارودؓ کو بعض رومیوں نے بتایا تھا کہ ہم نے قدامہ کو شراب پیتے دیکھا ہے۔ وہ اپنے گورنر کی یہ مبینہ لغزش برداشت نہ کرسکے اور ان کے خلاف شکایت لے کر مدینہ پہنچ گئے) حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا، جو الزام تم قدامہ پر لگا رہے ہو اس کا گواہ کون ہے؟

حضرت جارودؓ نے کہا، ابوہریرہ اس کا گواہ ہے۔

حضرت عمرؓ نے حضرت ابوہریرہؓ کو بلا بھیجا جب وہ حاضر ہوئے تو ان سے پوچھا، ابوہریرہ! تم اس معاملے میں کس بات کی گواہی دیتے ہو؟

انہوں نے کہا، میں نے قدامہ کو شراب پیتے ہوئے تو نہیں دیکھا البتہ نشہ کی حالت میں قے کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (الاصابہ ج ۳ ص ۲۲۸)

حضرت عمرؓ نے فرمایا، صرف اتنی شہادت سے جرم ثابت نہیں ہوتا مزید تحقیقات کے لیے انہوں نے حضرت قدامہؓ کو بحرین سے طلب کیا۔ جب وہ آئے تو حضرت جارودؓ نے ان پر حد جاری کرنے کا مطالبہ کیا۔ حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا، تم شاہد ہو یا فریق؟

انہوں نے کہا، شاہد۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا، تو بس تم شہادت دے چکے، اب تمہیں خاموش رہنا چاہیے۔ اس وقت حضرت جارودؓ خاموش ہو گئے لیکن دوسرے دن پھر قسم دلا کر حضرت قدامہؓ پر حد جاری کرنے کے لیے اصرار کیا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ان مجاہدین میں شامل ہو گئے جو ایران میں مصروفِ جہاد تھے۔ انہوں نے باختلاف روایت فارس یا نہاوند کی لڑائی میں مردانہ وار لڑتے ہوئے جامِ شہادت نوش کیا۔ اپنے پیچھے مُنذر نامی ایک بیٹا چھوڑا۔ حضرت جارودؓ اگرچہ عہدِ رسالت کے بہت آخر میں اسلام لائے تھے تاہم ان سے مروی چند احادیث کتبِ حدیث میں موجود ہیں۔

marfat.com

اس اصرار پر حضرت عمرؓ کو کچھ شبہ ہوا اور انہوں نے فرمایا :

"جارود! تم اپنی زبان پر قابو رکھو ورنہ میں سختی سے پیش آؤں گا"

اس تنبیہ پر حضرت جارودؓ جوش میں آ گئے اور کہا :

"امیر المؤمنین، حق یہ نہیں ہے کہ آپ کا ابن عم شراب پیئے اور آپ الٹا مجھ کو سختی کی دھمکی دیں۔"

اس موقع پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیر المؤمنینؓ کو مشورہ دیا کہ آپ قدامہ کی بیوی کو بھی بلا کر پوچھ لیں۔

حضرت عمرؓ نے قدامہؓ کی بیوی ہندہ کو بلا کر پوچھا تو انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ کے بیان کی تصدیق کی۔ اس پر حضرت عمرؓ نے حضرت قدامہؓ سے فرمایا کہ حد کے لیے تیار ہو جاؤ۔

حضرت قدامہؓ نے اپنی لغزش کا اقرار نہیں کیا بلکہ یہاں تک کہا کہ اگر ان سے اس لغزش کا ارتکاب ہو بھی گیا ہو تو ان پر سورہ المائدہ کی آیہ ۱۱ کے مطابق حد جاری نہیں کی جا سکتی تھی لیکن حضرت عمرؓ اپنے فیصلے پر قائم رہے اور چند دن کے بعد ان پر حد جاری کر دی۔ ساتھ ہی ان کو امارت بحرین کی ذمہ داری سے سبکدوش کر دیا۔ (الاستیعاب ج ۲ ص ۵۴۸)

امارتِ بحرین

حضرت قدامہ بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معزولی کے کچھ عرصہ بعد امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو ہریرہؓ کو بحرین کا امیر (عامل) مقرر فرمایا۔ اگرچہ ان کے زمانۂ امارت کے بارے میں جو روایتیں ملتی ہیں ان میں ابہام پایا جاتا ہے، لیکن اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ عہدِ فاروقی میں حضرت ابو ہریرہؓ تقریباً ایک سال تک بحرین کے والی (عامل) رہے۔

اس منصب پر فائز ہونے کے بعد حضرت ابو ہریرہؓ کا فقر و افلاس کا دور

marfat.com

ختم ہو گیا کیونکہ حضرت عُمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اپنے عُمّال کو معقول تنخواہیں دیا کرتے تھے۔ تقریباً ایک سال کے بعد امیرالمؤمنینؓ نے اُنہیں اس منصب سے سبکدوش کر کے مدینہ مُنوّرہ واپس بُلا لیا۔

بحرین سے واپسی کے بعد

بحرین سے واپسی کے بعد حضرت ابوہریرہؓ کے ساتھ جو کچھ پیش آیا اس کے بارے میں تاریخ و سیر کی کتابوں میں مختلف روایتیں ملتی ہیں۔ ان میں سے دو مشہور روایتیں یہ ہیں:

حضرت ابوسلمہؒ بن عبدالرّحمٰنؓ بن عوف کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا:—— میں بحرین سے اپنے ساتھ پانچ لاکھ کی رقم ساتھ لایا (غالباً درہم) اور امیرالمؤمنین عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ رقم پیش کی تو انہوں نے پوچھا، یہ کتنا مال ہے؟ میں نے کہا، پانچ لاکھ۔ وہ (متعجب ہو کر) بولے، کیا تم جانتے ہو کہ پانچ لاکھ کتنے ہوتے ہیں؟ میں نے کہا، جی ہاں ایک لاکھ، ایک لاکھ، ایک لاکھ، ایک لاکھ اور ایک لاکھ۔

امیرالمؤمنین نے کہا، (شاید) تم پر بے خوابی کے اثرات ہیں۔ اس وقت جاؤ صُبح پھر آنا۔

چنانچہ دوسرے دن صبح کو میں حاضر ہوا اور کہا، امیرالمؤمنین مجھ سے یہ مال لے لیجئے۔ حضرت عمرؓ نے دوبارہ پوچھا، یہ کتنا مال ہے؟

میں نے کہا، پانچ لاکھ۔

حضرت عُمرؓ نے پوچھا، کیا یہ تمام رقم حلال ذرائع سے حاصل کی گئی ہے؟ میں نے کہا، میرے علم کے مطابق یہ تمام مال حلال کی آمدنی ہے۔

پس امیرالمؤمنین نے (یہ رقم بیت المال کے لیے قبول کرتے ہوئے) اعلان کیا—— "اے لوگو! بے شک اس وقت ہمارے

marfat.com

پاس کثیر مال آیا ہے۔ (کتاب الخراج از قاضی ابو یوسف ؒ صفحہ ۴۸-۴۹)

حافظ ذہبیؒ نے "سیر اعلام النبلاء" میں یہ روایت مختلف انداز میں بیان کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے چار لاکھ (درہم یا دینار) بحرین کا لگان جمع کر کے حضرت عمرؓ کو دیا تو انہوں نے پوچھا،

"تم نے کسی پر ظلم تو نہیں کیا؟

حضرت ابو ہریرہؓ نے عرض کیا، نہیں۔

پھر حضرت عمرؓ نے سوال کیا، تم اپنے لیے وہاں سے کیا لائے؟

حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا، بیس ہزار

حضرت عمرؓ نے پوچھا، یہ مال تم نے کیسے حاصل کیا؟

حضرت ابو ہریرہؓ نے عرض کیا، تجارت کے ذریعے۔

امیر المؤمنینؓ نے فرمایا، اپنا راس المال رکھ لو اور باقی رقم بیت المال میں جمع کرا دو۔

دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ بحرین سے واپس آئے تو ان کے پاس دس یا بارہ ہزار روپے (درہم یا دینار) تھے (جنہیں وہ اپنی ذاتی آمدنی بتلاتے تھے) حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا تو انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے پوچھا کہ تم نے یہ رقم کہاں سے لی؟ انہوں نے کہا، میرے پاس کچھ گھوڑیاں تھیں ان کے یہاں بچے پیدا ہوئے (ان کو فروخت کیا) کچھ میرے غلام نے کما کر دی اور کچھ اپنی تنخواہوں سے بچائی۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تحقیق کرائی تو جو کچھ حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا تھا وہ درست نکلا۔ (سیر اعلام النبلاء جلد ۲ صفحہ ۶۱۲ البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۱۱۱)

بعض روایات میں ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ سارا یا نصف مال لے کر بیت المال میں داخل کر دیا۔[1]

---

[1] ابن عبد ربہ نے "عقد الفرید" میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابو ہریرہؓ

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

marfat.com

اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد حضرت عمرؓ نے حضرت ابوہریرہؓ کو دوبارہ بحرین کی امارت پر بھیجنا چاہا تو انہوں نے یہ عہدہ قبول کرنے سے معذرت کر دی۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا، تم کو یہ عہدہ ناپسند ہے حالانکہ حضرت یوسف علیہ السلام نے جو تم سے بہتر تھے، اس کے لیے خواہش کی تھی۔

حضرت ابوہریرہؓ نے عرض کیا، امیر المومنین! یوسف علیہ السلام نبی ابن نبی تھے، میں بے چارہ امیمہ کا بیٹا ابوہریرہ ہوں۔ میں ان پانچ باتوں سے ڈرتا ہوں اسی لیے منصب امارت پر فائز ہونا پسند نہیں کرتا۔ ایک یہ کہ بغیر علم کے کچھ کہوں، دوسری یہ کہ حجت شرعی کے بغیر کوئی فیصلہ کر دوں، تیسری یہ کہ میری پیٹھ پر کوڑے پڑیں، چوتھی یہ کہ مجھے بے عزت کیا جائے۔ پانچویں یہ کہ میرا مال ضبط کر لیا جائے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۱۱)

حضرت ابوہریرہؓ کا جواب سن کر حضرت عمرؓ خاموش ہو گئے اور ان کو دوبارہ بحرین جانے پر مجبور نہ کیا۔

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ) سے فرمایا کہ میں نے تمہاری آمدنی کا حساب لگایا ہے یہ رقم جسے تم اپنی (ذاتی) بتاتے ہو اس آمدنی سے زیادہ ہے (جس کا میں نے حساب لگایا ہے) لہٰذا یہ بیت المال میں جمع کرادو۔ حضرت ابوہریرہؓ نے کہا کہ آپ کو یہ حکم دینے کا اختیار نہیں ہے اس پر حضرت عمرؓ نے انہیں زدوکوب کیا اور یہ رقم ان سے لے کر بیت المال میں داخل کر دی (عقد الفرید جلد ۱ ص ۳۴)

علامہ عجاج الخطیب نے اپنی کتاب "سوانح ابوہریرہؓ" میں اس روایت پر کڑی تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ حضرت عمرؓ نے بعض دوسرے عمّال (حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور حضرت سعدؓ بن ابی وقاص) کو بھی جب معزول کیا تھا تو ان سے نصف مال لے لیا تھا۔ یہ صحیح نہیں کہ امیر المومنین نے حضرت ابوہریرہؓ کو مارا پیٹا تھا۔

---

marfat.com

حضرت عثمانِ غنی رضؓ کے عہدِ خلافت میں

امیر المؤمنین حضرت عثمانِ غنی رضیَ اللہ تعالیٰ عنہٗ کے دورِ خلافت میں مشرقی ممالک میں جو جہاد ہوا، حضرت ابوہریرہ رضیَ اللہ تعالیٰ عنہٗ اس میں حصہ لینے کے بعد مدینہ منوّرہ واپس آ گئے اور ہمہ تن حدیث کی اشاعت میں مشغول ہو گئے البتہ جب حضرت عثمانِ غنی رضیَ اللہ تعالیٰ عنہٗ کے خلاف شورش برپا ہوئی اور باغیوں نے کاشانہ خلافت کا محاصرہ کر لیا تو حضرت ابوہریرہؓ نے بڑے پُرجوش طریقے سے لوگوں کو امیر المؤمنین کی امداد و حمایت پر آمادہ کرنے کی کوشش کی۔ ارباب سِیَر کا بیان ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ ان اصحاب میں شامل تھے جو حضرت عثمانؓ کے دفاع کے لیے آئے تھے اور کاشانہ خلافت میں موجود تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ نے امیر المؤمنینؓ سے اجازت لینے کے بعد ان سے مخاطب ہو کر کہا:

"میں نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے سُنا ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا، میرے بعد تم لوگ فتنہ اور اختلاف میں مبتلا ہو گے، ایک شخص نے پوچھا، یا رسول اللہ! اس دورِ فتن میں ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ آپؐ نے فرمایا، تم کو اس وقت امین اور اس کے حامیوں کے ساتھ ہونا چاہیے۔"

اس سے حضرت عثمانِ غنی رضیَ اللہ تعالیٰ عنہٗ کی طرف اشارہ تھا۔

(مُسندِ احمد بن حنبل جلد۲ ص۳۴۵۔ مُستدرکِ حاکم جلد۴ ص۴۳۳)

امیر المؤمنین حضرت عثمانِ غنیؓ کریم النفسی کے درجۂ کمال پر تھے۔ انھوں نے اس وقت بھی اپنے حامیوں کو تلوار اٹھانے کی اجازت نہ دی۔ تاہم بقول ابنِ سعد و ابنِ اثیرؒ امیر المؤمنینؓ کے بعض حامیوں نے باغیوں کو پیچھے دھکیلنے میں تلوار سے کام لے ہی لیا لیکن تقدیر کے لکھے کو کون ٹال سکتا ہے

marfat.com

کچھ باغی پچھلی طرف سے دیوار پھلانگ کر گھر کے اندر گھس آئے اور ضعیف العمر امیر المومنینؓ کو نہایت بیدردی سے اس حالت میں شہید کر ڈالا کہ وہ تلاوتِ قرآن میں مشغول تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس سانحۂ جانگداز سے سخت صدمہ پہنچا اور انہوں نے دل برداشتہ ہو کر گوشہ نشینی اختیار کر لی۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں جو لڑائیاں پیش آئیں (جنگِ جمل و جنگ صفین) حضرت ابوہریرہؓ ان سے یکسر کنارہ کش رہے اور اس حدیث نبویؐ پر عمل کیا جو خود ان سے مروی ہے:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ (میرے بعد یقیناً) فتنے برپا ہوں گے۔ ان میں بیٹھ رہنے والا شخص کھڑے ہونے والے سے بہتر ہے اور کھڑا رہنے والا چلنے والے سے بہتر ہے اور چلنے والا شخص کوشش کرنے والے سے بہتر ہوگا۔ جس کو بھی ایسے فتنوں کا سامنا کرنا پڑے تو وہ اُن کو دبانے کی کوشش کرے اور جس کو پناہ اور امن کی جگہ نظر آئے وہاں پناہ پکڑ لے۔"

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۴۸)

یا پھر اس حدیث نبویؐ پر: ——

اے عرب اس شر سے آگاہ رہو جو جلد آنے والا ہے۔ کامیاب وہ ہوگا جس نے اپنے ہاتھوں کو باندھے رکھا۔

(ابوداؤد ج ۲ ص ۲۲۷)

اس دورِ فتن میں بہت سے صحابۂ کرامؓ نے گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی۔ اور بعض تو آبادی سے دور صحرا یا جنگل میں جا بسے تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ بھی فتنہ میں مبتلا ہونے کے خوف سے عزلت گزین ہو گئے تھے۔

marfat.com

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے جنگ صفین کے موقع پر حضرت ابوالدرداء انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مل کر اصلاح کی کوشش کی اور اس سلسلے میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں سے ملے مگر انہیں اپنے مقصد میں کامیابی نہ ہوئی۔ اس کے بعد وہ یکسر گوشہ نشین ہو گئے۔

بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت میں حضرت ابوہریرہؓ نے بعض موقعوں پر اہلِ مدینہ کو نماز پڑھائی۔

حضرت امیر معاویہؓ کے دورِ خلافت میں

سنہ ۴۰ ہجری میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہادت پائی اور سیدنا حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سریر آرائے خلافت ہوئے۔ سنہ ۴۱ ہجری میں وہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں خلافت سے دست بردار ہو گئے تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کر لی۔

امارتِ مدینہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مختلف صوبوں میں اپنے والی مقرر کیے تو مروان بن الحکم کو مدینہ منورہ کا والی مقرر کیا۔ امام احمد بن حنبل اور حافظ ذہبیؒ کا بیان ہے کہ وہ جب مروان سے ناراض ہو جاتے تو اسے معزول کر دیتے اور اس کی جگہ حضرت ابوہریرہؓ کو مدینہ کا والی مقرر کر دیتے اور جب حضرت ابوہریرہؓ سے کبیدہ خاطر ہوتے تو ان کی جگہ مروان کو مدینہ کا والی مقرر کر دیتے۔

(مسندِ احمد ج ۱۳ ص ۲۳۶۔ سیر اعلام النبلاء ج ۲ ص ۲۴۱)

marfat.com

ابن جریر طبریؒ کا بیان ہے کہ والئ مدینہ مروان بن الحکم جب حج کے لیے جاتا تو حضرت ابوہریرہؓ کو مدینہ منورہ میں اپنا نائب یا قائم مقام مقرر کر دیتا تھا۔ وہ اپنے زمانۂ امارت میں ۵۴ھ اور ۵۵ھ میں دو مرتبہ حج کے لیے گیا، اس نے ایک مرتبہ یا دونوں مرتبہ حضرت ابوہریرہؓ کو مدینہ منورہ میں اپنا جانشین بنایا۔ (تاریخ طبری ص ۲۲۸)

بہرصورت اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ نے حضرت امیر معاویہؓ کے عہدِ خلافت میں بعض موقعوں پر امارت مدینہ کے فرائض ضرور انجام دیئے۔ صحیح مسلم کی اس روایت سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔

"ابو رافع کہتے ہیں کہ مروان نے مکہ جاتے وقت ابوہریرہ کو اپنا قائم مقام بنایا، انہوں نے ہمیں جمعہ کی نماز پڑھائی۔"

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۸۷)

حضرت ابوہریرہؓ بحیثیت قاضی

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بعض موقعوں پر کچھ مقدمات کے فیصلے کیے تھے۔ یہ فیصلے انہوں نے قاضی کی حیثیت سے کیے یا امیر کی حیثیت سے، اس کے بارے میں وثوق سے کچھ کہنا بہت مشکل ہے۔ ایسی تو کوئی شہادت نہیں ملتی جس سے ثابت ہوتا ہو کہ کسی خلیفہ نے ان کا تقرر قاضی کی حیثیت سے کیا ہو لیکن بعض کتابوں میں ان سے کچھ ایسے فیصلے منسوب ہیں جو ایک بااختیار امیر یا قاضی ہی کر سکتا تھا۔ ایسی تین مثالیں ہم یہاں پیش کرتے ہیں:

(۱) ابو محمد بن نعیم کا بیان ہے کہ میں ایک دفعہ حضرت ابوہریرہؓ کی خدمت میں گیا۔ میں نے دیکھا کہ اچانک حارث بن الحکم اندر آیا۔ حضرت ابوہریرہؓ تکیے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ ان کا خیال تھا کہ حارث کسی ذاتی کام

marfat.com

کے لیے آیا ہے۔ اسی وقت ایک دوسرا شخص آیا اور حضرت ابوہریرہؓ کے سامنے بیٹھ کر کہنے لگا:

"حارث بن الحاکم کے مقابلے میں میری مدد کریں۔"

حضرت ابوہریرہؓ سمجھ گئے کہ اس شخص کا حارث بن الحاکم سے کوئی جھگڑا ہے۔ انہوں نے اسی وقت حارث بن الحاکم سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"اٹھو اور اپنے فریق مخالف کے سامنے کھڑے ہو جاؤ۔ یہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی سُنّت ہے۔"

(دفاعِ ابوہریرہؓ بحوالہ اخبار القضاۃ ج ۱ ص ۱۱۳)

(۲) عمر بن خلدہ سے روایت ہے کہ ہم ایک شخص کے بارے میں، جو دیوالیہ ہو گیا تھا، حضرت ابوہریرہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے کہا، میں وہی فیصلہ کروں گا جو نبی صلی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے کیا تھا۔ آپؐ نے فرمایا تھا کہ جو شخص دیوالیہ ہو جائے یا مر جائے اور کوئی شخص بعینہٖ اپنا سامان اس کے ہاں پائے تو وہی شخص اس سامان کا زیادہ حقدار ہے۔

(ابوداؤد ج ۲ ص ۲۵۷۔ مُسندِ احمد ج ۱۳ ص ۱۰۳)

(۳) ابو میمون کہتے ہیں کہ میں ایک دفعہ اپنا اونٹ مسجد کے باہر باندھ کر خود اندر چلا گیا۔ اچانک ایک شخص آیا اور اس نے میرے اونٹ کی رسی کھول دی۔ میں جب باہر آیا تو اس کی اس حرکت پر مجھے اس قدر غصہ آیا کہ میں نے اس کو ماں کی گالی دی۔ وہ مجھے حضرت ابوہریرہؓ کے پاس لے گیا۔ انہوں نے حکم دیا کہ مجھ پر حدِ قذف جاری کی جائے۔

(دفاعِ ابوہریرہ بحوالہ اخبار القضاۃ ج ۱ ص ۱۱۱)

marfat.com

وادیٔ سینا کا سفر

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دفعہ وادیٔ سینا کا سفر کیا اور کوہِ طور (جبلِ موسیٰ) کی زیارت کی۔ محدثین نے یہ تصریح نہیں کی کہ وہ کس زمانے میں وہاں گئے۔ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت عثمان غنیؓ کے عہدِ خلافت میں ۳۲ھ ہجری سے پہلے کسی وقت وہاں گئے۔ اس سفر کا حال خود انہوں نے اس طرح بیان کیا ہے کہ

"میں (ایک دفعہ) کوہِ طور کی طرف گیا۔ وہاں میری ملاقات کعب احبار[1] سے ہوئی۔ میں ان کے پاس بیٹھ گیا۔ انہوں نے میرے سامنے تورات میں سے کچھ بیان کیا اور میں نے ان کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی (کچھ) احادیث بیان کیں۔ ان میں ایک حدیث یہ بھی تھی کہ ان (تمام) دنوں میں جن میں آفتاب طلوع ہوتا ہے بہترین دن جمعہ کا ہے۔ اسی

---

[1] حضرت کعب احبار کا شمار مشہور (اہلِ کتاب) تابعین میں ہوتا ہے۔ ان کی کنیت ابو اسحٰق تھی اور خاندانی تعلق یمن کے حمیری خاندان کی شاخ "آل ذی رعین" سے تھا۔ قبولِ اسلام سے پہلے ان کا شمار یہود کے جید علماء میں ہوتا تھا۔ عہدِ رسالت میں موجود تھے۔ اور ایک روایت کے مطابق اسی زمانے میں حضرت علیؓ کے ہاتھ پر (جب وہ یمن تشریف لائے) اسلام قبول کر لیا (الاصابہ ج ۵ ص ۳۲۲) لیکن معتبر روایت کے رو سے وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔

(طبقات ابنِ سعد ج ۷، ق ۲ ص ۱۵۶)

قبولِ اسلام کے بعد حضرت کعبؓ یمن سے مدینہ آ گئے اور عمِ رسول حضرت عباسؓ کے حلیف بن گئے۔ مدینہ میں انہوں نے اکابر صحابہ کرامؓ (بالخصوص حضرت عمرؓ،

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

maktabat.com

روز آدمؑ پیدا کیے گئے۔ اسی دن ان کو جنت سے نکالا گیا، اسی روز ان کی توبہ قبول ہوئی۔ اسی دن وہ فوت ہوئے اور اسی دن قیامت قائم ہو گی اور کوئی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت صہیبؓ) سے کتاب و سنت کی تعلیم حاصل کی۔ اس طرح وہ توراۃ کے ساتھ اسلامی علوم کے بھی بہت بڑے عالم بن گئے۔ مدینہ میں کچھ مدت قیام کرنے کے بعد وہ شام چلے گئے اور حمص میں مستقل سکونت اختیار کرلی۔ وہیں ۳۲ھ میں وفات پائی۔

حضرت کعب احبارؒ یہود کے نامور علماء میں سے تھے اس لیے یہودی مذہب کے بارے میں ان کی معلومات نہایت وسیع تھیں۔ بعض اکابر صحابہ بھی ان کی وسعت نظر کے معترف تھے اور بقول حافظ ذہبیؒ انہوں نے کعب سے اہل کتاب کے علوم سیکھے تھے (تذکرۃ الحفاظ ج /۱ ص ۴۵)

حافظ ابن حجرؒ کا بیان ہے کہ اسرائیلیات میں حضرت ابوہریرہؓ، حضرت معاویہؓ اور حضرت ابن عباسؓ نے حضرت کعبؒ سے استفادہ کیا۔ اسی طرح تابعین میں عطاءؒ بن ابی رباح، مالکؒ بن ابی عامر، اصبحیؒ، عبداللہ بن رباح انصاری، عبدالرحمن بن شعیبؒ، عبداللہ بن حمزہ سلولیؒ وغیرہم ان سے فیض یاب ہوئے۔ چونکہ اسرائیلیات میں بہت سی بے سروپا حکایات شامل ہیں اس لیے کعبؒ کے ذریعے اسلامی لٹریچر میں بھی کچھ ایسی روایات داخل ہو گئیں۔ اسی بناء پر بعض ائمہ حدیث کعبؒ کی روایات کو مستند نہیں سمجھتے۔ تاہم بعض علماء نے ان کے تبحر علمی کی بہت تعریف کی ہے۔ حافظ ذہبیؒ کہتے ہیں کہ وہ علم کا ظرف اور اہل کتاب کے بہت بڑے عالموں میں سے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ ج /۱ ص ۴۵) امام نوویؒ کہتے ہیں کہ کعب کے تبحر علمی پر سب کا اتفاق ہے۔ اسی لیے وہ کعب احبار اور کعب الحبر کہے جاتے تھے، ان کے مناقب بکثرت ہیں اور ان کے اقوال بہت مشہور ہیں۔ (تہذیب الاسماء ج /۱ ق ۲ ص ۶۹)

marfat.com

چوپایہ ایسا نہیں ہے جو جمعہ کی صبح سے آفتاب طلوع ہونے تک کان لگائے ہوئے نہ ہو (یعنی قیامت کے ہولناک دن کا منتظر نہ ہو) مگر جن اور انسان اس سے غافل ہیں اور جمعہ کے دن ایک ساعت ہے کہ اگر کوئی مسلمان بندہ اس کو پالے اور اس میں نماز پڑھ کر اللہ سے دعا مانگے تو اللہ اس کی خواہش کو پورا کر دے گا۔ کعب احبار نے (یہ سن کر) کہا کہ یہ دن سال میں ایک مرتبہ آتا ہے۔ میں نے کہا، بلکہ یہ ساعت ہر جمعہ میں ہوتی ہے۔ یہ سُن کر کعب نے تورات کو پڑھا اور کہا، رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے سچ فرمایا ہے۔

ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ اس کے بعد (مدینہ واپس آکر) میں نے عبداللہ[1] بن سلام سے ملاقات کی اور کعب احبار سے جو گفتگو ہوئی تھی اس کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ کعب نے کہا تھا کہ یہ (قبولیتِ دعا والا) دن سال میں ایک مرتبہ

---

[1] حضرت عبداللہؓ بن سلام کا شمار عظیم المرتبت (اہلِ کتاب) صحابہ میں ہوتا ہے۔ وہ یہودِ مدینہ کے بہت بڑے عالم اور رئیس تھے۔ آنحضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو حضرت عبداللہؓ بن سلام نے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر تین سوال پوچھے۔ آپؐ نے ان کا جواب دیا تو وہ فوراً اسلام لے آئے۔ ان کی قوم جو پہلے ان کی تعریفیں کرتی نہیں تھکتی تھی اب ان کی دشمن ہو گئی اور ان کو طرح طرح کے بُرے ناموں سے یاد کرنے لگی۔ حضرت عبداللہؓ کا نام پہلے حصین تھا حضورؐ نے بدل کر عبداللہ رکھا۔ غزوۂ خندق اور اس کے بعد کے تمام غزوات میں رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کے ہم رکاب تھے (بعض نے تو بدر اور اُحد میں بھی ان کو شریک بتایا ہے لیکن اس میں اختلاف ہے)۔

عہدِ فاروقی میں امیر المؤمنین حضرت عمرِ فاروق رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہ بیت المقدس تشریف لے گئے تو حضرت عبداللہؓ بن سلام کو بھی اپنے ساتھ لے گئے تھے۔

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

marfat.com

آتا ہے ـــــــ عبداللہ بن سلام (یہ سن کر فوراً) بولے، کعب نے جھوٹ کہا ـــــــ پھر میں نے کہا کہ کعب نے اس کے بعد توراۃ کو پڑھا اور کہا کہ وہ ساعت (ہر) جمعہ کے دن ہوتی ہے۔ عبداللہؓ بن سلام نے کہا، کعب نے سچ کہا۔

اس کے بعد عبداللہؓ بن سلام نے کہا، میں اس ساعت سے واقف ہوں۔ میں نے کہا، تو پھر مجھ کو تبلائیے اور بخل نہ کیجئے۔

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ)

امیرالمؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت کے اواخر میں باغیوں نے کاشانۂ خلافت کا محاصرہ کیا تو حضرت عبداللہؓ بن سلام نے ان کو فتنہ و فساد سے باز رکھنے کی بے حد کوشش کی لیکن انہوں نے ان کی بات نہ مانی اور امیرالمؤمنینؓ کی شہادت کا المناک سانحہ پیش آگیا۔

حافظ ابن حجرؒ کا بیان ہے کہ

"حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرکز خلافت مدینہ سے کوفہ منتقل کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت عبداللہؓ بن سلام نے انہیں کہلا بھیجا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر نہ چھوڑیئے۔ لیکن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بوجوہ ان کا مشورہ قبول نہ کیا اور فرمایا، وہ بے چارے بہت نیک آدمی ہیں۔"

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۴۳ھ ہجری میں وفات پائی۔ ان سے ۲۵ احادیث مروی ہیں۔ بڑے عالم فاضل بزرگ تھے اور دینی مسائل میں فتویٰ دیا کرتے تھے۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

---

marfat.com

عبداللہؓ بن سلام نے کہا، وہ ساعت جمعہ کے دن آخری گھڑی ہے۔
میں نے ان کی بات سن کر کہا، کہ یہ جمعہ کے دن آخری گھڑی کیونکر ہو سکتی ہے جب کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا ہے کہ جو مسلمان بندہ اس ساعت کو پائے وہ اس میں نماز پڑھتا ہو (یعنی نماز پڑھ کر دعا مانگے) اور اس وقت جس کا تم نے ذکر کیا ہے نماز نہیں پڑھی جاتی۔
عبداللہؓ بن سلام نے کہا، کیا رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ جو شخص نماز کے انتظار میں اپنی جگہ بیٹھا رہے وہ گویا حالتِ نماز میں ہے یہاں تک کہ وہ نماز پڑھے۔
ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے اس کے جواب میں کہا، ہاں رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے یوں ہی فرمایا ہے۔
عبداللہؓ بن سلام نے کہا، نماز سے مراد یہی ہے کہ وہ نماز کا انتظار کرے۔
(مؤطا امام مالک۔ سُنَنِ ابی داؤد۔ جامع ترمذی۔ سننِ نسائی)

marfat.com

سفرِ آخرت

مرض الموت

پہلی صدی ہجری کے ساتویں عشرے کے اواخر میں سیّدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سخت بیمار ہو گئے یہاں تک کہ جانبری کی امید نہ رہی۔ لوگ عیادت کے لیے آئے تو وہ اس حالت میں بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرتے تاہم دنیا سے دل سرد ہو چکا تھا۔ حضرت ابوسلمہؒ بن عبدالرحمٰنؓ عیادت کے لیے آئے [1] اور رواج کے مطابق ان کی صحت کے لیے دعا کی کہ اے اللہ ابوہریرہ کو شفا عطا کر۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فوراً بولے:

"اے اللہ! اب مجھے دنیا میں نہ لوٹا۔"

دو دفعہ یہ کلمات دہرائے۔ پھر حضرت ابوسلمہؒ سے مخاطب ہو کر فرمایا:۔

---

[1] حضرت ابوسلمہؒ جلیل القدر صحابی حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ (یکے از عشرہ مبشّرہ) کے صاحبزادے تھے۔ بقولِ بعض ان کا نام عبداللہ تھا اور کنیت ابوسلمہ تھی۔ لیکن بعض کے نزدیک ان کا نام ہی ابوسلمہ تھا۔ والدِ گرامی اور متعدد دوسرے اکابر صحابہؓ کے فیضِ تربیت نے انہیں بہت بڑا عالم بنا دیا تھا۔ ان کا شمار مدینہ منوّرہ کے بہت بڑے فقہا میں ہوتا تھا۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ ان کے بارے میں کہتے ہیں کہ ابوسلمہؒ کی امامت اور جلالتِ قدر پر سب کا اتفاق ہے۔

حافظ ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ "وہ بڑے ائمۂ تابعین میں کثیر العلم، ثقہ اور عالم تھے۔"

حضرت ابوسلمہؒ نے فقہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھرپور استفادہ

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

marfat.com

"ابوسلمہ! تمہارے بس میں ہو تو مرنے سے دریغ نہ کرو۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے وہ زمانہ دُور نہیں جب لوگ موت کو سرخ سونے کے ذخیرہ سے زیادہ محبوب سمجھیں گے۔ تم زندہ رہے تو دیکھو گے کہ جب آدمی کسی مسلمان کی قبر سے گزرے گا تو تمنا کرے گا کہ اے کاش بجائے اس کے میں اس قبر میں مدفون ہوتا۔"

(طبقات ابن سعد جلد ۲ ص ۱۱۶، البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۱۲)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

کیا۔ حدیث میں انہوں نے اپنے والدِ گرامی کے علاوہ جن اکابر صحابہ وصحابیات سے استفادہ کیا، ان میں سے کچھ کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

حضرت عثمان غنیؓ، حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ، حضرت انسؓ بن مالک، حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ بن عاص، حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت عبادہؓ بن صامت، حضرت ابوالدرداءؓ، حضرت ابوقتادہؓ، حضرت عبداللہؓ بن سلام، حضرت ثوبانؓ، حضرت رافعؓ بن خدیج، اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ، اُمّ المومنین حضرت اُمِّ سلمہؓ وغیرہم۔

ان کے علاوہ بہت سے اکابر تابعین سے بھی فیض حاصل کیا۔ اس طرح فقہ اور حدیث میں ان کا پایۂ علمی بہت بلند ہوگیا تھا۔ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت میں کچھ عرصہ مدینہ منوّرہ کے عہدۂ قضا پر بھی فائز رہے۔ باختلافِ روایت ۹۴ھ یا ۱۰۴ھ میں وفات پائی۔ ان کے ارشد تلامذہ میں کچھ کے نام یہ ہیں:

امام شعبیؒ۔ ابوحازمؒ۔ امام زہریؒ۔ یحییٰ بن سعید انصاریؒ عبدالرحمٰن الاعرجؒ۔ یحییٰ بن ابی کثیرؒ وغیرہم۔

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

marfat.com

مرض الموت میں محاسبۂ آخرت کا خیال کر کے بہت روتے تھے۔ ایک دن لوگوں نے پوچھا کہ آپ روتے کیوں ہیں؟ تو فرمایا:

"میں اس دنیا کی دلفریبیوں کے چھوٹ جانے پر نہیں روتا۔ میں تو اس لیے روتا ہوں کہ سفر طویل ہے اور زادِ راہ کم۔ میں اس وقت جنّت اور دوزخ کے نشیب و فراز میں ہوں معلوم نہیں کس راستہ پر جانا پڑے (بالفاظِ دیگر مجھے معلوم نہیں کہ میری آخری منزل جنّت ہوگی یا جہنّم۔)"

آخری وصیّت

جب آخری وقت آیا تو وصیّت کی:

"میری قبر پر خیمہ نہ لگانا، جنازہ کے پیچھے آگ لے کر نہ چلنا اور جنازہ لے جانے میں جلدی کرنا۔ میں نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو فرماتے سُنا ہے کہ جب مؤمن کو چارپائی پر رکھا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ مجھے جلدی لے چلو اور جب کافر یا فاجر کو چارپائی پر رکھا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے، مجھے کہاں لے جا رہے ہو۔ اگر میں نیکوکار ہوں گا تو جلد اپنے رَبّ سے ملوں گا، اگر بدقسمت ہوں گا تو ایک بوجھ تمہاری گردن سے اتر جائے گا۔" (الادب المفرد ص۱۷۷، طبقات ابنِ سعد جلد۲ ص۶۲ الاصابہ جلد۷ ص۲۰۶۔ البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص۱۱۲)

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ)

نہایت حسین وجمیل تھے۔ چہرہ بے حد روشن اور سرخ و سفید تھا۔ سر اور ڈاڑھی کے بال سفید ہو گئے تھے۔ کبھی مہندی اور کبھی وسمہ کا خضاب لگاتے تھے۔

(تہذیب الاسماء۔ تہذیب التہذیب۔ تذکرۃ الحفاظ۔ طبقات ابنِ سعد)

marfat.com

وفات

اسی وقت مروان بن الحکم ان کی عیادت کے لیے آیا اور ان کے لیے دعائے صحت کی تو فرمایا: ———

"اے اللہ! میں تیری ملاقات کا آرزو مند ہوں۔ تو بھی میری ملاقات پسند کر۔"

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں کہ مروان اٹھ کر ابھی روئی کے بازار تک بھی نہ پہنچا تھا کہ حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہٗ نے پیکِ اجل کو لبیک کہا ——— اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ (اَلْاِصابہ جلد ۴ صفحہ ۲۱)

جنازہ اور تدفین

جنازہ کے بعد ان کی وصیت کی پوری تعمیل کی گئی۔ نمازِ جنازہ اس وقت کے امیرِ مدینہ ولید بن عتبہ بن ابی سفیانؓ نے پڑھائی۔ اکابر صحابہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہما اور حضرت ابوسعید خُدری رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہٗ جنازہ میں شریک تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جنازہ کے آگے آگے چل رہے تھے اور حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہٗ کے لیے دُعائے مغفرت کرتے جاتے تھے۔ (بروایتِ دیگر وہ جنازے کے بائیں جانب کا اگلا حصہ تھامے ہوئے تھے اور تلقینِ ترحّم کثرت سے کرتے جاتے تھے۔) نمازِ جنازہ کے بعد حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے صاحبزادوں نے چارپائی کو کندھا دے کر جَنَّتُ البقیع پہنچایا اور اسلام کے اس رجلِ عظیم کو فخرِ مہاجرین میں سپردِ خاک کر دیا۔

سالِ وفات اور عُمر

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہٗ کے سالِ وفات کے بارے تین اقوال ملتے ہیں۔ ایک روایت

کے مطابق وہ ۵۷ سنہ ہجری / ۶۷۷ سنہ عیسوی میں فوت ہوئے۔ دوسری کے مطابق ۵۸ سنہ ھ ۶۷۸ء میں اور تیسری کے مطابق ۵۹ سنہ ھ ۶۷۹ء میں انتقال کیا۔ ان سب روایات کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ۵۷ سنہ ھ والی روایت درست نہیں[1] کیونکہ جمہور ارباب سِیَر کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہا رمضان المبارک ۵۸ سنہ ہجری میں فوت ہوئیں تو ان کی نمازِ جنازہ حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی (مولانا سید سلیمان ندوی رح نے "سیرۃ عائشہ رض" میں لکھا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہ ان دنوں مدینہ کے قائم مقام حاکم تھے) اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہ اس وقت حیات تھے اور انہوں نے رمضان المبارک ۵۸ سنہ ہجری کے بعد کسی وقت وفات پائی۔

حافظ ابنِ حجر رح اور حافظ ابنِ کثیر رح کے نزدیک حضرت ابوہریرہ رض کا سالِ وفات ۵۹ سنہ ہجری ہے۔ ۵۸ سنہ ہجری اور ۵۹ سنہ ہجری والی روایتوں میں اس طرح تطبیق ہو سکتی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رض نے ۵۸ سنہ ہجری کے بالکل آخر میں یا ۵۹ سنہ ھ

---

[1] یہ روایت حضرت ہشام بن عروہ رح کی ہے لیکن جہاں وہ یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رض نے ۵۷ سنہ ہجری میں وفات پائی وہاں یہ بھی کہتے ہیں کہ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہا اور حضرت ابوہریرہ رض دونوں نے ایک ہی سال وفات پائی۔ دوسری طرف جب ہم دیکھتے ہیں کہ ارباب سِیَر میں سے کسی نے اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رض کا سالِ وفات ۵۷ سنہ ہجری بیان نہیں کیا تو لامحالہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضرت ابوہریرہ رض اُمّ المؤمنین کے سالِ وفات ۵۸ سنہ ہجری سے پہلے فوت نہیں ہوئے —— ان کی تاریخِ وفات ۱۷ رمضان المبارک ۵۸ سنہ ہجری کے بعد کی ہے۔ کیونکہ اس تاریخ کو اُمّ المؤمنین فوت ہوئیں اور ان کا جنازہ حضرت ابوہریرہ رض نے پڑھایا۔

(سیرۃِ عائشہ از سید سلیمان ندوی۔ حضرت ابوہریرہ رض از محمد عجاج الخطیب)

marfat.com

کے بالکل آغاز میں وفات پائی۔ بعض علماء نے یہی خیال ظاہر کیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

یہاں یہ ذکر کرنا بے محل نہ ہوگا کہ واقدیؒ نے ایک روایت میں کہا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہٗ نے ماہ شوال ۵۹ھ میں اُمّ المؤمنین حضرت اُمِّ سلمہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہا کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور اسی سال وہ خود بھی فوت ہوئے۔ اُدھر مستند روایات کی رُو سے اُمّ المؤمنین حضرت اُمِّ سلمہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہا کا سالِ وفات ۶۱ھ ہجری ثابت ہے۔ اس لیے اس بات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ حضرت ابوہریرہؓ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی ہو۔ فی الحقیقت اُمّ المؤمنین حضرت اُمِّ سلمہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہا کا سالِ وفات بیان کرنے میں واقدیؒ کو تسامح ہوا۔ حافظ ابن حجرؒ نے بھی اس کی صراحت کی ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ صحیح ترین قول کے مطابق حضرت اُمِّ سلمہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہا، حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہٗ کی وفات کے بعد بقیدِ حیات رہی تھیں اور اکثر علماء اسی بات کے قائل ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہٗ ۵۹ھ میں فوت ہوئے۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۱۴، طبقات ابن سعد جلد ۲ ص ۶۴، تہذیب التہذیب جلد ۱۲ ص ۲۶۶)

اب رہا یہ سوال کہ ۵۸ھ یا ۵۹ھ میں وفات کے وقت حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہٗ کی عمر کتنی تھی تو بیشتر سیرت نگاروں اور مؤرخین نے ان کی عمر اٹھہتّر سال بیان کی ہے۔ دوسری طرف جب ہم دیکھتے ہیں کہ خود حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہٗ نے ورودِ مدینہ کے وقت اپنی عمر تیس سال سے کچھ اوپر بتائی ہے ــــ تو پھر ۵۸ھ یا ۵۹ھ میں وفات کے وقت ان کی عمر یقیناً ۸۷ سال سے اوپر تھی جیسا کہ ذیل کے نقشے سے معلوم ہوگا:

مدینہ میں ورود کی تاریخ		وفات کا امکانی سال	
قمری سال	شمسی سال	قمری سال	شمسی سال
محرم ۷ھ	مئی ۶۲۸ء	۵۸ھ	۶۷۸ء

marfat.com

قمری (ہجری) سنہ کے حساب سے دُرودِ مدینہ (۷ھ) سے وفات (۵۸ھ)

تک کا عرصہ —— ۵۲ سال

دُرُودِ مدینہ کے وقت عمر —— ۳۰ سال

کل عمر ۸۲ سال قمری

سنہ عیسوی کے حساب سے دُرُودِ مدینہ (۶۲۷ء) سے وفات (۶۷۸ء)

تک کا عرصہ —— ۵۱ سال

دُرُودِ مدینہ کے وقت عمر —— ۳۰ سال

۸۱ سال شمسی

اگر سالِ وفات ۵۹ھ ۶۷۹ء تسلیم کیا جائے تو پھر کل عمر ایک سال اور بڑھ جاتی ہے۔ گویا سیدنا حضرت ابوہُریرہؓ کی عمر وفات کے وقت ہر حساب سے اسّی برس سے اوپر تھی۔

پسماندگان سے حُسنِ سُلوک

علّامہ ابن سعدؒ کا بیان ہے کہ حاکمِ مدینہ ولید بن عتبہ نے حضرت امیر معاویہ رَضِیَ اللہ تعالیٰ عَنہٗ کو حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہ تعالیٰ عَنہٗ کی وفات سے مطلع کیا تو انہوں نے ولید کو فرمان بھیجا کہ ابوہریرہ کے پسماندگان کو دس ہزار درہم دے دو اور ان سے اچھا برتاؤ کرو کیونکہ ابوہریرہ حامیانِ عثمانؓ میں سے تھے اور جب شورش پسندوں نے امیر المؤمنینؓ شہید کے مکان کا محاصرہ کر رکھا تھا تو وہ ان کے گھر میں موجود تھے۔ (طبقات جلد۲ ص۶۳)

امام حاکمؒ کا بیان ہے کہ امیر معاویہؓ نے ترکہ کے علاوہ بیت المال سے دس ہزار درہم حضرت ابوہریرہؓ کے وُرثاء کو دلائے اور ولید بن عتبہ کو حُسنِ سلوک کی تاکید کی۔ (مستدرکِ حاکم جلد۳ ص۲۰۸)

---

marfat.com

مخصوص ذاتی حالات

حُلیہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رنگ گندم گوں (گندمی) تھا (یعنی سفید اور سرخ)۔ دانت چمکدار، آگے کے دونوں دانتوں کے درمیان ذرا سا فاصلہ تھا۔ چھاتی چوڑی چکلی تھی۔ (دونوں مونڈھوں کے درمیان خاصی کشادگی تھی) سر پر زلفیں تھیں۔ یہ دو حصوں میں تقسیم ہو کر دونوں مونڈھوں پر پڑی رہتی تھیں۔ بال سفید اور ریشم کی طرح نرم تھے۔ ان میں باختلافِ روایت سرخ یا زرد خضاب کرتے تھے۔ ایک روایت میں تصریح کی گئی ہے کہ ڈاڑھی کو مہندی کا خضاب لگاتے جس سے وہ سرخ نظر آتی تھی۔ (سیر اعلام النبلاء، الاصابہ، سیر الصحابہ وغیرہ)

لباس

طالب علمی کے زمانے میں تن ڈھانپنے کے لیے پورے کپڑے بھی مشکل میسّر آتے تھے۔ بعد کی زندگی میں بھی لباس بالعموم سادہ ہوتا تھا۔ صرف دو رنگے ہوئے کپڑے استعمال کرتے تھے۔ آسودگی کے زمانے میں کبھی کبھی کتان وغیرہ کے قیمتی کپڑے بھی زیب تن کر لیتے تھے۔ (غالباً یہ تحدیثِ نعمت کے طور پر کرتے تھے) ایک دفعہ کتان کے (بیش قیمت) کپڑے میں ناک صاف کر کے (بروایتِ دیگر تھوک کر) فرمایا:

"واہ واہ ابوہریرہ! آج کتان کے کپڑے میں ناک صاف کرتے ہو (تھوکتے ہو) ایک زمانہ وہ تھا جب تم۔۔۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

marfat.com

اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ کے درمیان (بغیر پورے کپڑوں کے) پڑے رہتے تھے۔ لوگ آتے اور مجھے دیوانہ خیال کرتے حالانکہ میری یہ حالت بھوک کی وجہ سے ہوتی تھی۔"

سر پر عمامہ باندھتے تھے۔ خباب بن عروہؒ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابوہریرہؓ کو سیاہ پگڑی باندھے دیکھا ہے۔

(طبقات ابنِ سعد ج ۲ ص ۵۳۔ سیر اعلام النبلاء ج ۲ ص ۴۳۶)

خانگی زندگی

کُتُبِ سِیَر سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی صرف ایک بیوی کا پتہ چلتا ہے۔ قیاس غالب یہی ہے کہ انہوں نے عمر بھر میں صرف ایک شادی کی۔ یہ شادی بھی بقولِ صحیح عہدِ رسالت کے بعد کسی وقت ہوئی [1] بیوی کا نام

---

[1] صحیح بخاری اور سنن نسائی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا یہ بیان نقل کیا گیا ہے کہ ایک دفعہ میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا:——

"یا رسول اللہ! میں ایک جوان آدمی ہوں، مجھے اپنے نفس سے ڈر ہے کہ کہیں گناہ میں ملوث نہ ہو جاؤں اور شادی کرنے کی استطاعت بھی نہیں ہے پس آپ مجھے خصی ہونے کی اجازت دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری بات سن کر سکوت فرمایا، میں نے پھر پوچھا یہاں تک کہ آخری بار میرے پوچھنے پر آپؐ نے فرمایا، اے ابوہریرہ اللہ تعالیٰ کو جو منظور ہے وہ ہو کر رہے گا خواہ تم خصی ہو یا نہ ہو (یعنی خصی ہونا یا نہ ہونا تمہاری مرضی پر منحصر ہے)"۔

اس ارشاد سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد حضرت ابوہریرہؓ کو اپنے نفس پر قابو پانے اور صبر کی تلقین کرنا تھا۔ چنانچہ انہوں نے اپنا زمانہ تجرد نہایت صبر و ضبط اور پاکبازی کے ساتھ گزارا۔ (بخاری ج ۱ ص ۵۹، ۷۶۰، نسائی ج ۲ ص ۶۹ مطبوعہ مصر)

marfat.com

بُسرہ بنتِ غزوان تھا جو مشہور صحابی حضرت عُتبہ بن غزوان رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہٗ کی بہن تھیں[۱] وہ بڑی مالدار خاتون تھیں اور ایک معزز قبیلے "بنو مازن" سے تعلق رکھتی تھیں۔ حضرت ابُوہریرہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہٗ اکثر اللہ کا شکر ادا کیا کرتے تھے کہ ان کی شادی ایسے معزز خاندان میں ہوئی۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ پہلے حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہٗ اُن کے ملازم ہوا کرتے تھے۔ بعد میں ان کے شوہر ہو گئے۔

---

[۱] سیدنا حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا شمار نہایت عظیم المرتبت صحابہ میں ہوتا ہے۔ ان کا تعلق "بنو مازن" سے تھا۔ سلسلۂ نسب یہ ہے:

عتبہ بن غزوان بن جابر بن وہب بن نسیب بن زید بن مالک بن حارث بن مازن بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس بن عیلان بن مضر۔

ابنِ اثیرؒ کا بیان ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں ان کا خاندان مکہ میں قریش کے خاندان "بنی نوفل بن عبدِ مناف" کا حلیف تھا۔

حضرت عتبہ بن غزوان رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہٗ دعوتِ توحید کے اوائل ہی میں شرفِ اسلام سے بہرہ ور ہو گئے اور اس طرح " اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ" کی مقدس جماعت کے رکن بن گئے۔ دوسرے مسلمانوں کی طرح جب وہ بھی کفارِ مکہ کے ظلم وستم کا نشانہ بنے تو دوسری ہجرتِ حبشہ (۶ بعدِ بعثت) میں مکہ سے ہجرت کر کے حبش چلے گئے لیکن چند سال کے بعد وہاں سے مکہ واپس آ گئے۔ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اس وقت تک مکہ ہی میں تشریف فرما تھے۔ کچھ عرصہ کے بعد حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے گئے لیکن حضرت عتبہ بن غزوان اور حضرت مقداد بن الاسود رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہما بعض دشواریوں کے باعث ایک عرصہ تک مدینہ جانے سے مجبور رہے۔ ہجرتِ نبوی کے کچھ عرصہ بعد جب اہلِ حق اور کفارِ مکہ میں باہم فوجی چھیڑ چھاڑ کا آغاز ہوا تو حضرت عتبہؓ اور حضرت مقدادؓ قریش کے ایک متجسس دستے کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اس دستے کی قیادت عکرمہ بن ابی جہل کر رہا تھا۔ راستے میں اس دستے کی

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

marfat.com

حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ان کے بارے میں لکھتے ہیں :

"بُسرہ بنتِ غزوان وہ خاتون ہیں جن کے ہاں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملازم تھے۔ بعد میں انہوں (ابوہریرہؓ) نے اُن سے شادی کر لی۔ اسماء الرجال کی کتابوں میں ان کا ذکر بہت کم آیا ہے۔"

(الاصابہ ج ۴ ص ۲۵۲)

خود حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شادی کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے :

"میں بُسرہ بنتِ غزوان کا پیٹ کی روٹی پر ملازم تھا (میرے ذمہ یہ کام تھا) کہ جب وہ سواری سے اترتی تو میں خدمت کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے میری شادی کرادی اور اسے میری بیوی بنا دیا۔ پس تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے دین کو زندگی (سہارا) بنا دیا اور

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ)

مڈبھیڑ مجاہدینِ اسلام کے ایک دستے سے ہو گئی۔ اس دستے کے قائد حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ حضرت مقداد اور حضرت عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما موقع پا کر مسلمانوں سے مل گئے۔ مدینہ پہنچ کر حضرت عتبہؓ، حضرت عبداللہ بن سلمہ عجلانی کے مہمان ہوئے۔

ابنِ سعدؒ کے بیان کے مطابق جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخاۃ قائم کرائی تو حضرت عتبہؓ کو حضرت ابودجانہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دینی بھائی بنایا۔ غزوات کا آغاز ہوا تو حضرت عتبہؓ بدر سے لے کر تبوک تک عہدِ رسالت کے تمام غزوات میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے اور ہر معرکے میں اپنی شجاعت و بسالت کے جوہر دکھائے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت میں ابلہ، بیسان اور ابرقباذ وغیرہ کئی مقامات فتح کیے اور پھر امیر المومنینؓ کے حکم کے مطابق شہر بصرہ کی بنا ڈالی۔

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

marfat.com

ابوہریرہ کو امام (پیشوا) بنایا۔" (طبقات ابن سعد ج ۴ ص ۳۲۶)

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہٗ اپنی ازدواجی زندگی سے بہت مطمئن اور خوش تھے۔

اولاد

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہٗ کو اللہ تعالیٰ نے چار بچے عطا کیے تین لڑکے اور ایک لڑکی۔ لڑکوں کے نام یہ تھے۔

محرزؒ (المحرّر)۔ عبدالرحمٰن اور بلال

لڑکی کا نام کسی روایت میں نہیں ملتا البتہ اتنا پتہ چلتا ہے کہ ان کی شادی

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ)

جب شہر آباد ہو گیا تو امیرالمؤمنین حضرت عُمَرِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے حضرت عتبہ بن غزوان رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہٗ کو بصرہ کا پہلا امیر (گورنر) مقرر کیا۔ وہ چھ ماہ تک نہایت حسن و خوبی سے اپنے فرائضِ منصبی انجام دیتے رہے لیکن پھر طبیعت امارت کی ذمہ داریوں سے اچاٹ ہو گئی۔ ۱۵ سنہ ہجری میں حضرت مجاشع بن مسعود رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہٗ کو اپنا جانشین بنا کر فرات کی طرف لشکر کشی کی ہدایت کی اور حضرت مغیرہ بن شعبہ ثقفی کو امامت کی خدمت سپرد کر کے حج کے لیے مکّہ معظّمہ پہنچے، وہاں امیرالمؤمنین حضرت عُمَرِ فاروق رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہٗ موجود تھے۔ ان کی خدمت میں اپنا استعفا پیش کیا لیکن انہوں نے اسے منظور نہ کیا اور انہیں واپس بصرہ جانے کی ہدایت کی۔ وہ مجبور ہو کر بصرہ کی طرف روانہ ہوئے تو ہاتھ اٹھا کر دُعا کی، الٰہی مجھے بصرہ نہ پہنچانا۔ عُمقِ قلب سے نکلی ہوئی یہ دُعا قبول ہوئی اور حضرت عتبہؓ راستے میں اونٹ سے گر کر فوت ہو گئے۔ اس وقت ان کی عمر ۵۷ برس کی تھی۔

(طبقات ابنِ سعد۔ اُسدُالغابہ۔ مُسندِ احمد وغیرہ)

marfat.com

رئیس التابعین حضرت سعید بن مُسَیَّب رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی تھی [1]
بڑے صاحبزادے حضرت محرر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پدرِ بزرگوار نیز حضرت عمرِ فاروق رضی اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیثیں روایت کی ہیں۔

---

[1] حضرت سعید بن مُسَیَّب رض کا شمار نہایت عظیم المرتبت تابعین میں ہوتا ہے۔ وہ فقہاءِ سبعہ کی معزز جماعت کے ایک رکن تھے۔ رئیس التابعین، فقیہ الفقہاء اور افقہ التابعین ان کے القاب تھے۔ وہ حضرت عمرِ فاروق رض کے عہدِ خلافت کے تیسرے یا چوتھے سال مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ خاندانی تعلق قریش کے خاندان بنو مخزوم سے تھا۔ ان کے والد حضرت مُسَیَّب رض اور دادا حضرت حزن رض دونوں شرفِ صحابیت سے بہرہ ور تھے۔
حضرت سعید رض نے بہت سے اکابر صحابہ وصحابیات سے کسبِ فیض کیا۔ ان میں سے کچھ کے اسماءِ گرامی یہ ہیں:
حضرت عثمانِ غنی رض، حضرت علی رض، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت جابر بن عبد اللہ رض، حضرت ابوذر غفاری رض، حضرت ابوہریرہ رض، حضرت ابوموسیٰ اشعری رض، حضرت ابوسعید خدری رض، حضرت عبد اللہ بن عباس رض، حضرت عبد اللہ بن عمر رض، حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابو قتادہ رض، حضرت ابوالدرداء رض، اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رض، اُم المؤمنین حضرت اُمِ سلمہ رض، حضرت اسماء بنت عمیس، حضرت اُمِ سلیم رض۔
اتنے بزرگوں سے کسبِ فیض کر کے وہ بہت بڑے عالم بن گئے۔
حضرت ابوہریرہ رض ان کے خسر تھے۔ اس نسبت سے وہ سب سے زیادہ ان سے فیض یاب ہوئے۔ چنانچہ ان کی مرویات کا بڑا حصہ حضرت ابوہریرہ رض ہی کی احادیث پر مشتمل ہے۔ حدیث اور فقہ ان کے خاص فن تھے۔ حافظہ نہایت قوی تھا۔ ابن عماد حنبلی کا بیان ہے کہ "حضرت سعید بن مُسَیَّب رض کی ذات حدیث، تفسیر، فقہ، زہد وتقویٰ اور جملہ علمی اور عملی کمالات کی جامع تھی۔" فی الحقیقت وہ جملہ دینی علوم میں درجۂ تبحر

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

marfat.com

ان سے ان کے بیٹے مسلم رحمۃ اللہ علیہ، ابن شہاب زہریؒ، مصعبؒ، عطاؒ، عکرمہؒ
عامر شعبیؒ، ابنِ عقیلؒ، عبداللہ بن محیریزؒ وغیرہم روایت کرتے ہیں۔ یہ روایتیں

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ

رکھتے تھے۔ تعبیرِ رؤیا میں بھی کمال درجے کی مہارت تھی۔ عبادت اور ذکرِ الٰہی سے بے انتہا شغف تھا۔ قائم اللیل اور دائم الصوم تھے۔ نماز باجماعت کا یہ اہتمام تھا کہ باختلافِ روایت چالیس یا پچاس سال میں ایک وقت کی نماز باجماعت بھی ناغہ نہیں ہوئی۔ کسبِ معاش کے لیے تجارت کا پیشہ اختیار کیا تھا اور اس میں انتہائی دیانت اور احتیاط سے کام لیتے تھے۔ نہایت راست باز اور حق گو تھے۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے مکہ میں اپنی خلافت کا اعلان کیا تو انہوں نے بوجوہ ان کی بیعت نہ کی، اس پر مدینہ کے گورنر جابر بن اسود نے ان کو کوڑوں سے پٹوایا۔ حضرت ابنِ زبیرؓ کو معلوم ہوا تو انہوں نے جابر کو ایک سخت خط لکھ کر حضرت سعیدؒ سے بدسلوکی کرنے پر سخت ملامت کی۔ عبدالملک بن مروان کے عہدِ خلافت میں بھی حکومت کے عتاب کا نشانہ بنے لیکن انہوں نے حکومت کا کوئی ایسا حکم نہ مانا جو ان کے نزدیک ناجائز تھا۔ اخلاق و عادات میں صحابۂ کرامؓ کا نمونہ تھے۔ حکمرانوں کی داد و دہش سے بالکل بے نیاز تھے۔ طبعاً بڑے نرم اور صلح پسند تھے لیکن حق بات کہنے میں کسی بڑے سے بڑے آدمی کی پروا نہیں کرتے تھے۔

ایک دفعہ اپنے ایک غریب لیکن صالح شاگرد کثیر بن ابی وداعہ کے بارے میں معلوم ہوا کہ ان کی اہلیہ فوت ہو گئی ہے تو اپنی نہایت عالمہ فاضلہ نا کتخدا بیٹی کا نکاح ان سے کر دیا اور بیٹی کو خود داماد کے گھر چھوڑ کر آئے۔ اس سے پہلے خلیفہ عبدالملک ان سے اپنے ولی عہد کے لیے اس صاحبزادی کا رشتہ مانگ چکا تھا لیکن انہوں نے اس کی درخواست کمال بے نیازی سے ٹھکرا دی تھی۔

نہایت نیک دل اور مخلوقِ خدا کے خیر خواہ تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ کوئی عالم، شریف اور باکمال ایسا نہیں ہے جس میں کوئی نہ کوئی عیب نہ ہو لیکن جس کی خوبیاں اس

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

marfat.com

مُسندِ احمد، سُنَنِ نسائی، دار قطنی، مستدرکِ حاکم اور معانی الآثار میں موجود ہیں۔ تاہم ان کی تعداد کچھ زیادہ نہیں۔ حضرت محرز رحمۃ اللہ علیہ، حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے عہدِ خلافت میں فوت ہوئے۔

علامہ ابنِ سعدؒ نے ان کے بارے میں لکھا ہے:—

"محرزؒ، عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانۂ خلافت میں مدینہ میں فوت ہوئے اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ ان کی مرویات کی تعداد بہت کم ہے۔ (قلیل الحدیث ہیں)" (دفاع عن ابوہریرہؓ ص۱۶۱)

دوسرے بیٹے عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ سے سلیمان المزنیؒ کے واسطہ سے روایت ثابت ہے۔ تیسرے بیٹے بلال رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی روایت نہیں ملتی۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک چوتھے بیٹے بھی تھے جن کا نام محرز تھا۔ مولانا مفتی غلام الرحمٰن اپنی کتاب "دفاعِ ابوہریرہؓ" میں ان کے بارے میں لکھتے ہیں:—

"یہ (محرز) بھی اپنے بھائی کی طرح والد سے روایت کرتے ہیں اور محرز کے بیٹے ابو عمر سالم بن محرز سے بھی چند روایات مروی ہیں۔ صبیح بن دہیب آپ سے روایت کرتے ہیں۔" (دفاع ابوہریرہؓ ص۶۳)

لیکن جمہور اربابِ سیر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے صرف تین بیٹے ہی بتلائے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ) کی خامیوں سے زیادہ ہوں، اس کی خامیوں کی تشہیر نہیں کرنی چاہیے بلکہ اس کی خوبیوں کی وجہ سے درگزر کرنا چاہیے۔

حضرت سعید بن مسیبؓ نے طویل علالت کے بعد ۹۴ھ ہجری میں وفات پائی۔ انہوں نے اپنے پیچھے شاگردوں کی ایک کثیر تعداد چھوڑی، چند مشہور اور ممتاز شاگردوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

امام زہریؒ، امام باقرؒ، یحییٰ بن سعید انصاریؒ، سالم بن عبداللہ بن عمرؒ، قتادہؒ، ابنِ منکدرؒ، ابوالزنادؒ، عمرو بن مسلمؒ، ہاشم بن ہاشم بن عتبہ، شریک بن ابی نمیر وغیرہم۔

(طبقات ابنِ سعد۔ تہذیب التہذیب۔ تذکرۃ الحفاظ وغیرہ)

marfat.com

اخلاق و عادات

سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے نہایت اعلیٰ اخلاق اور بے حد پاکیزہ عادات و خصائل سے نوازا تھا۔ ان کے گلشن اخلاق میں علم کی تحصیل اور اشاعت میں بے پناہ انہماک، خشیت الٰہی، خوف آخرت، حُبّ رسول ﷺ، شوق جہاد، اتباعِ سُنّت، شغف عبادت، فقر و عفاف، انکسار، سادگی، حق گوئی، حسنِ معاشرت، فیاضی، سیر چشمی اور خوش مزاجی سب سے خوش رنگ پھول ہیں۔ انہوں نے حصولِ علم کے لیے جو مشقتیں برداشت کیں اور جس طرح دن رات ایک کر دیئے، تاریخ میں اس کی بہت کم مثالیں ملتی ہیں۔ پھر جو علم حاصل کیا اس کو اپنی ذات تک محدود نہ رکھا بلکہ زندگی بھر نہایت ذوق و شوق سے اس کی اشاعت کرتے رہے۔ ان کی علمی زندگی کے حالات ایک الگ باب میں بیان کیے گئے ہیں۔ اسی طرح ان کے شوقِ جہاد کی کیفیت بھی " حضرت ابوہریرہؓ میدانِ جہاد میں " کے عنوان کے تحت الگ بیان کر دی گئی ہے۔ ان کے اخلاق و عادات کے دوسرے پہلوؤں کی چند جھلکیاں ملاحظہ کیجیے:

خشیتِ الٰہی اور خوفِ آخرت

حضرت ابوہریرہؓ پر خشیتِ الٰہی کا بہت غلبہ تھا اور وہ خوفِ آخرت سے ہر وقت لرزاں و ترساں رہتے تھے۔ شُفَیّاً الاَصْبَحی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں مدینہ منوّرہ آیا۔ میں نے دیکھا کہ ایک شخص کے گرد بہت سے

marfat.com

لوگ جمع ہیں۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون صاحب ہیں؟ لوگوں نے کہا، رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے صحابی حضرت ابوہریرہؓ ــــ میں بھی ان کے پاس جا کر ادب سے بیٹھ گیا۔ اس وقت حضرت ابوہریرہؓ لوگوں سے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی احادیث بیان کر رہے تھے۔ جب وہ حدیثیں سُنا چکے اور لوگ اٹھ کر چلے گئے تو میں نے عرض کیا:

"اے صاحبِ رسولؐ! مجھے (بھی) کوئی ایسی حدیث سنائیے جس کو آپ نے خود رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے سنا ہو، سمجھا ہو اور جانا ہو۔"

حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا، میں تمہیں ایسی ہی حدیث سناؤں گا۔ یہ کہا اور چیخ مار کر بے ہوش ہو گئے۔ کچھ دیر کے بعد ہوش آیا تو کہا میں تم کو ایسی حدیث سناؤں گا جو رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس وقت بیان فرمائی جب میرے سوا کوئی اور آپؐ کی خدمت میں حاضر نہ تھا ــــ یہ کہہ کر پھر چیخ ماری اور غش کھا کر منہ کے بل گر پڑے۔ میں بہت دیر تک ان کو سہارا دے کر بیٹھا رہا۔ جب ہوش آیا تو کہا، مجھ سے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا تھا کہ قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ بندوں کے فیصلے کرے گا تو سب سے پہلے اس کے سامنے تین آدمی پیش کیے جائیں گے۔ ایک قرآن کا عالم، دوسرا میدانِ جہاد میں لڑ کر مارا جانے والا اور تیسرا مال دار۔

اللہ تعالیٰ عالم سے پوچھے گا، کیا میں نے تجھے قرآن کی تعلیم کی توفیق نہیں دی تھی۔

وہ کہے گا، ہاں میرے اللہ

اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا تو نے اس پر عمل کیا؟

وہ کہے گا، میں دن رات اس کی تلاوت کرتا تھا۔

اللہ تعالیٰ! فرمائے گا، تو جھوٹا ہے، تلاوت اس لیے کرتا تھا کہ لوگ تجھے

marfat.com

قاری کہیں سو ایسا ہی ہوا اور تو نے لوگوں سے قاری کا خطاب حاصل کر لیا۔

پھر اللہ تعالیٰ مالدار سے سوال کرے گا، کیا میں نے تجھے مال و دولت دے کر لوگوں کی احتیاج سے بے نیاز نہیں کر دیا تھا؟

وہ کہے گا، بے شک میرے اللہ

اللہ تعالیٰ فرمائے گا، تو نے یہ مال کیسے صَرف کیا؟

وہ کہے گا، میں صلۂ رحمی کرتا تھا، صدقہ و خیرات کرتا تھا۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا، تو جھوٹا ہے، تیرا مقصد تو اس مال کے خرچ کرنے سے یہ تھا کہ لوگ تجھے بڑا سخی اور فیاض کہیں اور تیری آرزو کے مطابق لوگوں نے تجھے ایسا کہا۔

پھر اللہ تعالیٰ میدانِ جہاد کے مقتول سے پوچھے گا کہ تو کیوں قتل ہوا؟

وہ کہے گا، اے اللہ! تو نے اپنی راہ میں جہاد کا حکم دیا۔ پس میں نے جہاد کیا اور مارا گیا۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا، تو جھوٹ کہتا ہے تو نے میری راہ میں جہاد نہیں کیا بلکہ اس لیے لڑا کہ لوگ تجھے بہادر کہیں اور یہ خطاب تو لوگوں سے پا چکا۔

یہ حدیث بیان فرما کر رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے میرے زانو پر ہاتھ مار کر فرمایا، ابوہریرہ! سب سے پہلے ان تینوں کے لیے جہنم کی آگ دہکائی جائے گی[1]

ایک دفعہ ان کی ایک حبشی خادمہ نے ان کو بہت پریشان کیا۔ غصے میں آ کر اس کو مارنے کے لیے چابک اٹھایا لیکن خوفِ آخرت غالب آ گیا۔

---

[1] یہ روایت ترمذی کی ہے (جامع ترمذی باب ما جاء فی الرّیاء والسمعة عن شتقیا الاصحی صلا) صحیح مسلم میں یہ حدیث ذرا مختلف طریقے سے بیان کی گئی ہے لیکن مفہوم ایک ہی ہے (اسی کتاب میں دیکھئے مرویاتِ ابوہریرہؓ حدیث ۱۴۲)

marfat.com

چابک ہاتھ سے رکھ کر فرمانے لگے اگر یہ ڈر نہ ہوتا کہ قیامت کے دن مجھ سے بدلہ لیا جائے گا تو میں تمہیں اس چابک کے ساتھ مارتا۔ جاؤ میں نے اللہ کی رضا کی خاطر تمہیں آزاد کیا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ صفحہ ۱۱۲)

ایک دفعہ ان کی بیٹی نے کہا، ابا جان! لڑکیاں مجھے طعنے دیتی ہیں کہ تمہارے والد تمہیں زیور کیوں نہیں پہناتے۔ فرمایا، بیٹی ان سے کہو کہ میرا باپ اس بات سے ڈرتا ہے کہ کہیں مجھے جہنم کی آگ میں نہ جلنا پڑے۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۱۱)

وفات سے پہلے علالت کے دوران میں بہت روتے تھے۔ لوگوں نے رونے کا سبب پوچھا تو فرمایا، میں اس لیے روتا ہوں کہ آخرت کا سفر طویل ہے اور میرے پاس زادِ راہ کم ہے، اس وقت جنّت و دوزخ کے نشیب و فراز میں ہوں، معلوم نہیں کس راستے پر جانا پڑے۔

(طبقات ابنِ سعد ج ۲ ص ۶۲)

حُبِّ رسول

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہٗ کو رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے بے پناہ عقیدت اور محبّت تھی۔ وطن سے ہجرت کے بعد حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے دامنِ اقدس سے ایسے وابستہ ہوئے کہ آپؐ سے تھوڑی دیر کی جدائی بھی شاق گزرتی تھی۔ عہدِ رسالت میں وہ کچھ مدت کے لیے حضرت علاء بن عبداللہ حضرمی رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہٗ کے ساتھ بحرین گئے۔ حضورؐ سے یہ جدائی انہوں نے آپؐ کے حکم کی تعمیل میں برداشت کی۔ ایک دفعہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے عرض کیا:

"یا رسول اللہ! آپؐ کا دیدار میری زندگی اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔" (مُسندِ احمد جلد ۲ ص ۴۹۳)

marfat.com

وہ زیادہ سے زیادہ وقت بارگاہِ رسالت میں گزارتے تھے اور آپؐ کی زیارت، معیت اور خدمت کو اپنی زندگی کی سب سے بڑی سعادت سمجھتے تھے۔ وہ ہر اس شخص سے بھی محبت کرتے تھے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عزیز ہوتا تھا۔

ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے اپنے نواسے سیدنا حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی گود میں اٹھا کر فرمایا: —

"الٰہی میں اس کو محبوب رکھتا ہوں تو بھی اس کو محبوب رکھ اور اس کے محبوب رکھنے والے کو بھی محبوب رکھ۔"

ایک دفعہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملے اور کہا، ذرا اپنے پیٹ پر سے کپڑا تو اٹھایئے میں اس پر اس جگہ بوسہ دوں گا جس کو چومتے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ انہوں نے کپڑا اٹھایا تو حضرت ابوہریرہؓ نے ان کی ناف پر بوسہ دیا۔ (مُسندِ احمد ج ۱۳ ص ۱۹۵)

ایک دن رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بات پر حضرت ابوہریرہؓ کی تنبیہ کے لیے چابک اٹھایا (لیکن پھر اسے رکھ دیا)۔ حضرت ابوہریرہؓ نے کہا: —

"اگر حضورؐ مجھے یہ چابک مارتے تو یہ سزا میرے لیے سرخ اونٹوں کے مل جانے سے بھی بہتر ہوتی۔ مجھے امید ہے کہ میں مؤمن ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا میرے حق میں مقبول ہے۔"

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۰۵)

سیدنا حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وفات پائی تو حضرت ابوہریرہؓ روتے ہوئے پکار پکار کر کہتے تھے، لوگو! آج جی بھر کر رو لو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب دنیا سے رخصت ہو گیا۔

(تہذیب التہذیب جلد ۲ ص ۳۰۱)

marfat.com

ایک دفعہ ان کے سامنے بکری کا بھنا ہوا گوشت پیش کیا گیا۔ انہوں نے یہ کہہ کر اس کے کھانے سے معذرت کر دی کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اس دنیا سے رخصت ہو گئے مگر آپؐ نے کبھی جَو کی روٹی بھی سیر ہو کر نہ کھائی۔ (صحیح بخاری کتاب الاطعمہ)

اِتّباعِ سُنّت

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہ تعالیٰ عنہٗ کو رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے شبانہ روز فیضِ صحبت نے ایک ایسا مثالی مردِ مومن بنا دیا تھا کہ وہ ہر کام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ کو پیشِ نظر رکھتے تھے عبادات میں بھی آپؐ کے نقشِ قدم پر چلتے تھے اور معاملات میں بھی لفظ بہ لفظ آپؐ کے ارشادات کی تعمیل اور آپؐ کے طرزِ عمل کا اتباع کرتے تھے۔ ساتھ ہی لوگوں کو بھی برابر اس کی تلقین کرتے رہتے تھے۔ کسی کو کوئی خلافِ سُنّت کام کرتے دیکھتے تو فوراً ٹوک دیتے اور جو کچھ اس بارے میں رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے سُنا ہوتا سُنا دیتے۔

ایک دفعہ کسی مجلس میں تشریف لے گئے اور حاضرینِ مجلس سے فرمایا، ہم میں سے جس شخص نے اپنے اقارب سے قطع تعلق کر رکھا ہو وہ جا کر اس کا ازالہ کرے۔ ان کی بات سن کر کوئی شخص بھی نہ اٹھا۔ جب انہوں نے تین مرتبہ اپنے الفاظ دہرائے تو ایک نوجوان مجلس سے اٹھ کر چلا گیا۔ اس نے دو سال سے اپنی پھوپھی سے قطعِ تعلق کر رکھا تھا، سیدھا پھوپھی کے پاس پہنچا۔ اس نے پوچھا، بھتیجے تم یہاں کیسے؟ کہنے لگا، میں نے ابوہریرہؓ سے یہ الفاظ سنے ہیں۔

پھوپھی نے کہا، جاؤ ابوہریرہؓ سے پوچھو کہ انہوں نے یہ الفاظ کیوں کہے ہیں؟ نوجوان حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہ تعالیٰ عنہٗ کے پاس گیا اور ان سے

marfat.com

پوچھا کہ آپ نے یہ الفاظ کس بناء پر کہے۔ انہوں نے فرمایا : ــــــــ

"میں نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ بنی آدم کے اعمال ہر جمعرات کے پچھلے پہر بارگاہِ رب العزت میں پیش کیے جاتے ہیں جس نے کسی سے قطعِ تعلق کیا ہو، اس کے اعمال کو قبول نہیں کیا جاتا۔"

(الادب المفرد ص۳۵)

ایک دفعہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ دو شخص لکھے جا رہے ہیں۔ انہوں نے ان میں سے ایک شخص سے پوچھا، تمہارا ساتھی کون ہے۔ اس نے کہا، میرے والد ہیں۔ فرمایا، ان کا نام لے کر نہ بلایا کرو، ان کے آگے مت چلو، ان سے پہلے مت بیٹھو۔

(الادب المفرد ص۳۰)

حضرت ابو سلمہؓ کہتے ہیں ــــــ "میں نے دیکھا کہ حضرت ابو ہریرہ نے سورۃ الانشقاق پڑھتے وقت سجدۂ تلاوت کیا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ نے یہاں سجدہ کیوں کیا ؟"

انہوں نے جواب دیا "اگر میں نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو سجدہ کرتے ہوئے نہ دیکھتا تو سجدہ نہ کرتا۔"

(صحیح بخاری ج۔۱ ص۱۴۶)

"مُسندِ احمد" میں یہ روایت حضرت ابو رافعؓ کی زبانی اس طرح نقل ہوئی ہے : ــــــــ

"میں نے ابو ہریرہ کے پیچھے عشاء کی نماز پڑھی۔ اس میں انہوں نے سورہ الانشقاق پڑھی اور اس میں سجدۂ تلاوت کیا۔ (نماز سے فارغ ہو کر) میں نے ان سے پوچھا کہ آپ نے یہاں سجدۂ تلاوت کیوں کیا۔ تو انہوں نے کہا، میں نے رسول اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اقتداء میں نماز پڑھی تھی اور آپؐ نے بھی اس سورہ میں آیت

marfat.com

وَ اِذَا قُرِئَ عَلَیْھِمُ الْقُرْاٰنُ لَا یَسْجُدُوْنَ پڑھ کر سجدہ کیا تھا۔ اس لیے میں تو اس میں سجدۂ تلاوت کرتا رہوں گا۔"

(مُسندِ احمد ج ۱۲ صـ ۱۲۲)

حضرت ابوہریرہؓ فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مجھے تین باتوں کی وصیت فرمائی تھی۔ میں انہیں ہرگز ترک نہیں کروں گا۔

(۱) ہر ماہ میں تین روزے رکھنا۔

(۲) سونے سے پہلے وتر ادا کرنا۔

(۳) جمعہ کے روز غسل کرنا۔ (مُسندِ احمد ج ۱۳ صـ ۱۹۰)

ایک دفعہ عثمان نہدیؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے پوچھا کہ آپ (نفلی) روزے کیسے رکھتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا، میں (رمضان المبارک کے پورے روزوں کے علاوہ) ہر مہینے کے آغاز میں تین روزے رکھتا ہوں جس طرح رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سوموار اور جمعرات کا روزہ رکھا کرتے تھے۔

(مُسندِ احمد ج ۱۲ صـ ۱۰۸۔ البدایہ وَالنہایہ ج ۸۔ صـ ۱۱۲)

عبیداللہؒ بن ابی رافعؓ سے روایت ہے کہ مروان نے حضرت ابوہریرہؓ کو مدینہ میں اپنا جانشین مقرر کیا اور خود مکہ چلا گیا۔ اس دوران میں حضرت ابوہریرہؓ نے ہمیں جمعہ کی نماز پڑھائی۔ پہلی رکعت میں سورۂ "الجمعہ" اور دوسری میں سورۂ "المنافقون" پڑھی۔

عبیداللہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوہریرہؓ سے کہا، آپ نے جمعہ کی نماز میں وہی سورتیں پڑھیں جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ میں جمعہ کی نماز میں پڑھا کرتے تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا:

"میں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو (نمازِ جمعہ میں) یہ سورتیں پڑھتے سُنا تھا۔" (سُنَنِ ترمذی ج ۱ صـ ۹۴)

ایک دفعہ بعض صحابہؓ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

marfat.com

نماز کی قرأت کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے فرمایا:

"قرأت ہر نماز میں کی جاتی ہے۔ جس نماز میں رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے جہراً پڑھا اس میں ہم بھی جہراً پڑھتے ہیں جس میں آپؐ نے سراً قرأت کی اس میں ہم بھی سراً قرأت کرتے ہیں۔"
(البدایہ و النہایہ جلد ۸ ص۱۱۱)

حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت ابوہریرہؓ بیمار ہوئے۔ میں ان کی عیادت کے لیے گیا تو دیکھا کہ لوگ اس کثرت سے ان کی عیادت کے لیے آئے کہ سارا گھر بھر گیا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ نے ازراہِ انکسار اپنے پاؤں سمیٹ لیے اور فرمایا:

"ایک دن ہم لوگ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اس وقت لیٹے ہوئے تھے۔ آپؐ نے ہمیں دیکھ کر اسی طرح پاؤں سمیٹ لیے جیسا کہ اس وقت میں نے اپنے پاؤں سمیٹ لیے ہیں۔ پھر ہم سے فرمایا کہ لوگ تمہارے پاس علم حاصل کرنے کے لیے آئیں گے، تم ان کے ساتھ اچھی طرح پیش آنا۔ ان کو مبارکباد دینا اور علم سکھانا۔"
(سُنَنِ ابنِ ماجہ باب الوصاۃ بطلبۃ العلم ص۲۲)

ایک دفعہ حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہ نے اپنی مجلس میں موجود لوگوں کو یہ حدیث سنائی:

"رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا ہے کہ جب تمہارا پڑوسی تم سے اپنا شہتیر تمہاری دیوار پر رکھنے کی اجازت مانگے تو اسے روکو نہیں۔"

یہ حدیث سن کر وہ لوگ چوں چرا کرنے لگے۔ یہ دیکھ کر حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا، کیا بات ہے کہ تمہیں اس حدیث پر عمل کرنے سے گریزاں دیکھ رہا

marfat.com

ہوں۔ واللہ میں تمہیں اس کا پابند کر کے چھوڑوں گا۔[1]

شغفِ عبادت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عبادت اور ذکرِ الٰہی سے خاص شغف تھا۔ رات کو اٹھ کر خود بھی عبادت کیا کرتے تھے اور گھر والوں کو بھی شب بیدار بناتے تھے۔ حافظ ذہبیؒ نے "سیر اعلام النبلاء" میں ابوعثمان نہدیؒ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ میں سات دن حضرت ابوہریرہؓ کا مہمان رہا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت ابوہریرہؓ ان کی اہلیہ اور ان کا غلام رات کو باری باری جاگ کر عبادت کیا کرتے تھے۔

مسندِ احمد بن حنبل میں ہے کہ (جس زمانے میں) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کنبہ تین آدمیوں پر مشتمل تھا، ایک خود، دوسری اہلیہ اور تیسرا خادم۔ یہ تینوں ہر رات کو باقاعدگی کے ساتھ باری باری اٹھ کر ایک ایک تہائی شب میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ ایک ختم کر کے دوسرے کو جگا دیتا۔ دوسرا تیسرے کو اسی طریقے سے تینوں کی ساری رات عبادت میں گزر

---

[1] پڑوسی کے اس حق کے بارے میں فقہا میں اختلاف ہے۔ بعض نے اسے واجب قرار دیا ہے اور بعض اسے مستحب قرار دیتے ہیں۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ پہلے مسلک کے حامی ہیں لیکن بقول امام خطابیؒ عام علماء کے نزدیک یہ کام پڑوسی کے ساتھ حسنِ سلوک اور استحباب کے درجہ میں آتا ہے اور کسی کو حکماً اس پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ امام احمدؒ تو یہاں تک کہتے ہیں کہ حاکم یا قاضی کا فرض ہے کہ وہ اس کو واجب جانتے ہوئے فیصلہ کرے اور اگر ایک پڑوسی اپنی دیوار پر دوسرے پڑوسی کو شہتیر رکھنے کی اجازت نہ دے تو حاکم یا قاضی اسے حکماً اس بات پر مجبور کریں۔ (مسندِ احمد ج ۱۲ ص ۲۷۴، معالم السنن)

marfat.com

جاتی تھی۔

صحیح مسلم میں ہے کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے ان کو اشراق کی نماز پڑھنے کی وصیت فرمائی تھی۔ چنانچہ وہ زندگی بھر یہ نماز پابندی سے پڑھتے رہے۔ (مسلم کتاب الصّلوٰۃ)

رمضان المبارک کے فرض روزوں کے علاوہ ہر مہینے کے شروع میں تین روزے بالالتزام رکھتے تھے اگر کسی وجہ سے شروع میں نہ رکھ سکتے تو مہینے کے آخر میں رکھ لیتے تھے۔

اکثر تسبیح وتہلیل میں مصروف رہتے تھے۔ ایک تھیلی میں کنکریاں اور کھجور کی گٹھلیاں بھری رہتی تھیں جن پر تسبیح پڑھا کرتے تھے۔ جب تھیلی ختم ہو جاتی تو اپنی خادمہ کو حکم دیتے وہ پھر اسی تھیلی میں کنکریاں اور گٹھلیاں بھر لاتی۔ روزانہ بارہ ہزار تسبیحیں پڑھا کرتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ میں اپنے گناہوں کے برابر تسبیح پڑھتا ہوں۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے (اپنی آسودگی کے زمانے میں) گھر میں عبادت کے لیے چار جگہیں بنا رکھی تھیں۔ ایک تہہ خانہ میں۔ دوسری رہائشی مکان میں۔ تیسری اپنے حجرے میں اور چوتھی گھر کے دروازے کے پاس۔ وہ گھر میں آتے جاتے اس میں (نفلی) نماز پڑھا کرتے تھے۔

(البدایہ وَالنّہایہ ج ۸ صٓ۱۱۰)

حضرت نعیم بن عبداللہؒ کا بیان ہے کہ ایک دن حضرت ابوہریرہؓ مسجد کی چھت پر وضو کر رہے تھے۔ میں نے دیکھا کہ انہوں نے وضو کرتے ہوئے اپنے ہاتھوں کو شانوں تک دھویا۔ پھر مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے فرمایا ہے کہ میری اُمّت کے لوگ اپنے بدن کے جو حصے وضو میں دھوتے ہیں وہ قیامت کے دن چمکیں گے۔ اس لیے تم لوگوں سے جہاں تک ہو سکے اپنے بدن کے حصوں کی چمک کو بڑھاؤ۔

(مُسندِ احمد بن حنبل ج ۲ صٓ۲۳۴)

marfat.com

مضارب بن جزءؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رات کو میں باہر نکلا تو کسی کے زور زور سے تکبیریں کہنے کی آواز میرے کانوں میں آئی۔ قریب جا کر دیکھا تو حضرت ابوہریرہؓ تھے۔ میں نے ان سے پوچھا، اس وقت آپ کیوں تکبیریں کہہ رہے ہیں؟ کہنے لگے، اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر رہا ہوں کہ ایک وہ وقت تھا جب میں بسرہ بنت غزوان کے پاس پیٹ کی روٹی پر ملازم تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ دن دکھایا کہ وہ میرے عقد میں آ گئی۔

(الاصابہ جلد ۷ صـ ۲۰۶)

فقر و عفاف

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی کے دو دور تھے۔ پہلا دور سخت تنگ دستی اور افلاس کا تھا۔ دوسرا دور آسودہ حالی اور تموّل کا تھا۔ پہلے دور میں انہوں نے سخت مصیبتیں برداشت کیں اور شدید فقر و فاقہ سے دوچار رہے۔ مسلسل فاقوں کی وجہ سے کئی بار غش کھا کر گر پڑتے یا پیٹ کے بل کنکریوں پر لیٹ جاتے کیونکہ کمر سیدھی نہ کر سکتے تھے۔ بعض اوقات پیٹ پر پتھر باندھ لیتے تھے۔ ان ساری تکلیفوں کے باوجود صبر و قناعت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا، جو کچھ کھانے کو مل جاتا، اسی پر قناعت کر لیتے۔ جب کچھ بھی نہ ملتا تو فاقہ کرتے یا روزہ رکھ لیتے۔ ایک دن ان کے پاس پندرہ کھجوریں تھیں۔ انہوں نے پانچ کھجوروں سے روزہ افطار کیا، پانچ سحری کے وقت کھا لیں اور پانچ روزہ افطار کرنے کے لیے باقی رکھ لیں۔ ان کے داماد حضرت سعید بن مسیّبؓ کا بیان ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ باہر سے گھوم پھر کر گھر آتے تو اہل خانہ سے پوچھتے کہ کھانے کے لیے کوئی چیز موجود ہے؟ اگر اہل خانہ نفی میں جواب دیتے تو وہ فرماتے میں نے روزہ رکھ لیا (حلیۃ الاولیاء ج ۱ صـ ۳۸۲)

marfat.com

کئی دفعہ ایسا ہوتا کہ جب بھوک ان کو بہت ستاتی تو غش کھا کر گر پڑتے اور منبرِ نبوی اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے کے درمیان پڑے رہتے۔ گزرنے والوں کے پاؤں ان کی گردن پر پڑتے تھے اور وہ سمجھتے تھے کہ ابوہریرہؓ کو جنون ہو گیا ہے (یا وہ آسیب زدہ ہو گئے ہیں) کبھی کوئی شخص ان کے سرہانے بیٹھ کر اس خیال کا اظہار کرتا اور ان کو ہوش آجاتا تو کہتے نہیں بھائی وہ بات نہیں جو تم سمجھتے ہو، میری یہ حالت صرف بھوک کی وجہ سے ہوئی ہے۔

(صحیح بخاری کتاب الاعتصام۔ طبقات ابنِ سعد ج ۲ ص ۵۳)

(سیر اعلام النبلاء ج ۲ ص ۴۲۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فقر و فاقہ کے کئی واقعات پچھلے صفحات میں بیان کیے جا چکے ہیں۔

سادگی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی کا دوسرا دور آسودگی اور خوش حالی کا تھا لیکن وہ فطرتاً سادہ مزاج تھے۔ اس دور میں بھی اپنی سادہ وضع قائم رکھی۔ مدینہ کی امارت کے زمانے میں شہر سے نکلتے تو گدھا سواری میں ہوتا، اس پر نمدے کا پالان کسا ہوتا تھا اور اس کی لگام کھجور کی چھال کی ہوتی تھی۔ (طبقات ابن سعد جزو ۴ ق ۲ ص ۶۰)

ماضی میں انہوں نے جو سختیاں جھیلی تھیں اور تنگ دستی کا جو زمانہ گزارا تھا اس کو کبھی نہ بھولتے تھے اور بے تکلفی کے ساتھ لوگوں کو اپنے زمانۂ عسرت کے حالات سنایا کرتے تھے۔

عبرت پذیری ایک دفعہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دسترخوان پر چپاتیاں آئیں وہ چپاتیوں

کو دیکھ کر رونے لگے اور کہنے لگے، اللہ اللہ آج ہم چپاتیاں کھاتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری زندگی میں شاید ہی کبھی چپاتی کھائی ہو۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الاطعمہ باب الرقاق)

ایک دفعہ کتان کے دو رنگے ہوئے کپڑے پہنے۔ ایک سے ناک صاف کر کے کہا، واہ ابوہریرہ آج تم کتان کے کپڑے سے ناک صاف کرتے ہو۔ حالانکہ کل تمہاری یہ حالت تھی کہ منبر نبوی اور حضرت عائشہؓ کے حجرے کے درمیان بھوک کی وجہ سے گرے ہوئے ہوتے اور لوگ تمہیں پاگل سمجھتے۔

(صحیح بخاری کتاب الاعتصام)

حق گوئی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حق بات کہنے میں کسی بڑے سے بڑے آدمی کی بھی پروا نہیں کرتے تھے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ مروان بن الحکم کی امارت مدینہ کے زمانے میں (غلہ کھجور وغیرہ کی خرید و فروخت کے سلسلہ میں) ہنڈی کا رواج چل پڑا تھا۔ حضرت ابوہریرہؓ کو معلوم ہوا تو وہ فوراً مروان کے پاس گئے اور اس سے کہا، تم نے سود حلال کر دیا۔

اس نے کہا، معاذ اللہ میں ایسا کیوں کرنے لگا۔

انہوں نے فرمایا: تم نے ہنڈی کو رائج کیا حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشیائے خوردنی کی اس وقت تک فروخت کی ممانعت فرمائی ہے جب تک پہلا خریدار ان کو ناپ نہ لے۔

حضرت ابوہریرہؓ کا ارشاد سن کر مروان نے ہنڈی کے ذریعے غلے وغیرہ کی خرید و فروخت کو ممنوع قرار دیا۔

(صحیح مسلم کتاب البیوع باب بیع المبیع قبل القبض)

ایک دفعہ امیر مدینہ مروان بن الحکم کے ہاں گئے تو اس کے مکان میں

marfat.com

تصویریں آویزاں دیکھیں (ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے مروان کو تصویریں بناتے دیکھا)۔ حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو میری مخلوق کی طرح مخلوق بناتا ہے۔ اگر تخلیق کا دعویٰ ہے تو کوئی ذرۂ غلہ یا جَو تو پیدا کر کے دکھائے۔ (مُسندِ احمد ج ۲ احادیث ابوہریرہؓ)

حُسنِ معاشرت

والدین، اعزہ و اقارب، دوست احباب، پاس پڑوس اور محلہ و شہر کے لوگوں کے ساتھ ملنے جلنے اور مناسب برتاؤ کرنے کا نام معاشرت ہے۔ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے لوگوں کو حسنِ معاشرت کی جو تعلیم دی، حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہُ اس کا مکمل نمونہ تھے۔ والدہ کے ساتھ ان کے حسنِ سلوک کا حال پچھلے صفحات میں بیان کیا جا چکا ہے۔ دوسرے لوگوں کے ساتھ بھی ان کا سلوک انکسار و تواضع کا ہوتا تھا۔ ہر ایک کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے۔ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو بچّوں سے بے پناہ مَحبّت کرتے دیکھ چکے تھے۔ اس لیے وہ بھی بچّوں سے بہت پیار کرتے تھے۔ ان کو کھیلتا دیکھتے تو ان میں گھس جاتے اور ان کو ہنسانے کی کوشش کرتے بلکہ بچّوں میں بچّہ بن جاتے اور ایسی حرکتیں کرتے کہ وہ خوش ہو جاتے۔ ابن عساکرؒ کا بیان ہے کہ وہ بچّوں میں بیٹھ کر کھانا کھاتے اور ان کو بڑی شفقت اور مَحبّت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

(ابنِ عساکر ج ۴ ص ۵۲۴)

مہمانوں کی خاطر تواضع نہایت خوش دلی سے کرتے تھے۔ مہمان ان کے پاس کتنا ہی عرصہ قیام کرے وہ انقباض محسوس نہیں کرتے تھے اور اس کی خدمت میں کوئی کوتاہی نہ کرتے تھے۔ الطفاویؒ کہتے ہیں کہ میں نے مدینہ منوّرہ

marfat.com

ہیں حضرت ابوہریرہؓ کے پاس چھ مہینے قیام کیا ہیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی کو ابوہریرہؓ سے بڑھ کر مہمان نوازی اور مہمانوں کی مدارات کرنے میں مستعد نہیں دیکھا۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ا تذکرہ حضرت ابوہریرہؓ، سیر اعلام النبلاء جلد ۲ ص ۴۲۹)

ابو عثمان نہدیؒ کا بیان ہے کہ میں سات دن ابوہریرہؓ کا مہمان رہا ابوہریرہؓ، ان کی اہلیہ اور ان کا خادم باری باری رات کو جاگ کر عبادت کیا کرتے تھے۔

(سیر اعلام النبلاء جلد ۲ ص ۴۳۸)

مسند احمد بن حنبل میں ہے کہ مہمان نوازی صحابہ کرامؓ کا عام وصف تھا تاہم لوگوں کا خیال تھا کہ حضرت ابوہریرہؓ سے بڑھ کر مہمان نواز کم صحابی تھے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۵۳۸)

فیاضی اور سیر چشمی

فیاضی اور سیر چشمی، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خاص وصف تھا۔ مدینہ منورہ میں اپنا مکان اپنے غلاموں کو کوئی معاوضہ لیے بغیر دے دیا تھا۔ اپنا مال بے دریغ راہ خدا میں لٹاتے رہتے تھے۔ صدقہ و خیرات کرنے میں روحانی مسرت محسوس کرتے تھے۔ ایک دفعہ مروان بن الحکم نے انہیں سٹو دینار بھیجے۔ انہوں نے یہ سب کے سب اللہ کی راہ میں دے دیئے۔ دوسرے دن مروان نے انہیں کہلا بھیجا کہ کل جو دینار آپ کو بھیجے تھے، وہ کسی اور کے لیے تھے، آپ کو غلطی سے چلے گئے یہ دینار واپس بھیج دیجئے۔

حضرت ابوہریرہؓ نے پیغام لانے والے کے ذریعے جواب دیا کہ وہ دینار میں نے کسی (حاجت مند) کو دے دیئے۔ انہیں میرے وظیفے سے وضع کر لیجئے گا۔ دراصل مروان کا مقصد صرف ان کو آزمانا تھا۔

(طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۶۳ - البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۱۴)

maarfat.com

لوگوں کو کھلا پلا کر بہت خوش ہوتے تھے۔ عبداللہ بن رباحؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ چند آدمیوں کا وفد امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس دمشق گیا۔ اس وفد میں ہم اور حضرت ابوہریرہؓ بھی تھے۔ یہ رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔ دمشق کے دوران قیام میں ہمارا معمول تھا کہ ہم ایک دوسرے کو کھانے پر بلایا کرتے تھے لیکن حضرت ابوہریرہؓ اس معاملے میں ہم سب پر بازی لے گئے وہ سب سے زیادہ دعوت کرتے تھے۔

(مسندِ احمد بن حنبل ج ۲ ص ۵۳۸)

خوش مزاجی (زندہ دلی)

حضرت ابوہریرہؓ کے علم وفضل اور وقار و متانت میں تو کوئی کلام نہیں لیکن اس کے ساتھ ہی وہ بڑے خوش مزاج اور زندہ دل تھے۔ امارتِ مدینہ کے زمانے میں خود لکڑیوں کا گٹھا اٹھا کر گھر لے جاتے تھے۔ ایک دن اسی حالت میں بازار سے گزر رہے تھے کہ راستے میں ثعلبہ بن ابی مالک القرظی ملے۔ ان سے کہنے لگے:

"ابو مالک! اپنے امیر کے لیے راستہ کھلا چھوڑ دو۔"

انہوں نے کہا، اللہ آپ پر رحم فرمائے، راستہ تو آپ کے گزرنے کے لیے بہت کشادہ ہے۔"

(ہنستے ہوئے) فرمایا، (بھائی دیکھتے نہیں) تمہارا امیر لکڑیوں کا گٹھا اٹھائے ہوئے ہے اس کے لیے راستہ کھلا کر دو۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۱۳)

کبھی سواری پر جا رہے ہوتے اور کوئی سواری کے سامنے آ جاتا تو ازراہِ مذاق فرماتے، راستہ چھوڑ دو، امیر کی سواری آ رہی ہے۔

(طبقات ابنِ سعد ج ۲ ص ۶۰)

marfat.com

حضرت ابورافع بیان کرتے ہیں کہ ابوہریرہؓ (اپنی امارتِ مدینہ کے زمانے میں کبھی کبھی) مجھے رات کے کھانے کی دعوت دیتے تھے۔ کھانا کھاتے ہوئے وہ (ہنس کر) کہتے، اپنے امیر کے لیے ہڈی تو باقی رہنے دو حالانکہ روٹی کے ساتھ صرف روغنِ زیتون ہوتا اور گوشت کا نام و نشان بھی موجود نہ ہوتا۔

(طبقات ابن سعد جلد ۲ صفحہ ۶۰)

بچوں کے ساتھ حضرت ابوہریرہؓ کی محبت اور شفقت کا ذکر پیچھے آچکا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ وہ بچوں کو کوتے کا کھیل کھیلتے دیکھتے تو ان میں اس طرح گھس جاتے کہ انہیں پتہ تک نہ چلتا۔ ایک پاگل آدمی کی طرح اپنے پاؤں زمین پر مار کر ان کو ہنسانے کی کوشش کرتے۔

ان روایات سے یہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ بہت زندہ دل تھے اور بچوں کی نفسیات سے بھی بخوبی آگاہ تھے۔

اپنے مہمانوں کے ساتھ بھی حضرت ابوہریرہؓ کا رویہ ایسا ہوتا کہ وہ اپنے دورانِ قیام میں خوش خوش رہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ خوش طبعی (ہنسی مذاق) کی باتوں سے مہمانوں کا دل موہ لیتے اور وہ ہمیشہ ان کی خوش اخلاقی اور شگفتہ مزاجی کو یاد رکھتے۔

(سوانح حضرت ابوہریرہؓ از محمد عجاج الخطیب دفاع ابی ہریرہؓ از مفتی غلام الرحمٰن)

جوشِ عقیدت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت کی کوئی حد و نہایت نہیں تھی۔ وہ اکثر حدیث بیان کرتے وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ ایسے والہانہ انداز میں کرتے جس سے ظاہر ہوتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی عقیدت عشق کے درجے تک پہنچی ہوئی ہے اور ان کا جوشِ عقیدت الفاظ کے سانچے میں ڈھل گیا ہے۔

marfat.com

کبھی روایت کا آغاز ان الفاظ سے کرتے :ـــــــــ

"میرے (بہترین ـ سب سے پیارے) دوست ابوالقاسم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا (قَالَ خلیلی ابوالقاسم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ)"

کبھی ان الفاظ سے :ـــــــــ

"میرے حبیب محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا (قَالَ حبیبی مُحَمَّدَ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ)"

کبھی پیرایۂ آغاز کے الفاظ یہ ہوتے :ـــــــــ

"الصادق المصدوق صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا۔"

کبھی صرف اتنا کہہ پاتے

قَالَ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اور ان پر گریہ طاری ہو جاتا اور روتے روتے ہچکیاں بندھ جاتیں۔ کبھی کبھی حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا اسمِ گرامی لیتے ہی وہ غش کھا کر گر پڑتے اور بڑی مشکل سے حدیث بیان کرتے۔

(مُسندِ احمد جلد ۱۳ ص ۲۴۶ البدایہ وَالنہایہ جلد ۸ ص ۱۰۷ ـ سیر اعلام النبلاء جلد ۲ ص ۴۴۸)

ایک دفعہ وہ حالتِ جنابت میں مدینہ مُنَوَّرہ کی ایک گلی سے گزر رہے تھے کہ اچانک رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے ملاقات ہو گئی۔ آپؐ نے حضرت ابوہریرہؓ کا ہاتھ تھام کر اپنے ساتھ چلنے کا حُکم دیا۔ انہوں نے تعمیلِ ارشاد کی لیکن جونہی آپؐ ایک جگہ پہنچ کر رونق افروزِ مجلس ہوئے تو وہ چپکے سے اٹھ کر گھر پہنچے اور غسل کرنے کے بعد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو گئے۔

حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ان سے پوچھا، ابھی تک تم کہاں تھے؟

انہوں نے عرض کیا :ـــــــــ

"یا رسول اللہ! میں نے جنابت کی حالت میں آپؐ کی ہم نشینی کو اچھا

marfat.com

نہیں جانا اور غسل کر کے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔"
(صحیح بخاری ج ۱ صفحہ ۴۲)

سنہ ہجری میں مسجدِ نبوی کی مرمّت اور توسیع کا کام شروع ہوا تو رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم صحابۂ کرامؓ کے ساتھ مل کر اینٹیں ڈھونے لگے۔ حضرت ابوہریرہؓ نے دیکھا کہ آپؐ نے اتنی زیادہ اینٹیں اٹھا رکھی ہیں کہ اینٹیں آپؐ کے سینۂ مبارک تک پہنچی ہوئی ہیں اور آپؐ تکلیف محسوس کر رہے ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ بے تاب ہو گئے اور عرض کیا، اے اللہ کے حبیب! یہ اینٹیں مجھے دے دیجئے میں پہنچا دیتا ہوں۔
حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا، اینٹیں تو بہت ہیں جاؤ ان کے علاوہ اور اٹھا لاؤ یہ میرے لیے چھوڑ دو۔

ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں:
"جاؤ ان کے علاوہ اور لے آؤ تم اللہ سے نیکیاں حاصل کرنے میں مجھ سے زیادہ حاجت مند نہیں۔"
(مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۹، تاریخ مدینۃ المنوّرہ صفحہ ۱۰ از مولانا محمد عبد المعبود)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی علمی زندگی

سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی علمی زندگی ان کی کتاب سیرت کا سب سے جلی عنوان ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تحصیلِ علم کا شوق ان کی فطرت میں ودیعت کیا تھا۔ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہونے کے بعد انہوں نے جس ذوق و شوق سے علم حاصل کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔

عہدِ رسالت میں وہ ہمیں ایک ایسے درویش طالبِ علم کی حیثیت سے نظر آتے ہیں جس نے اپنا سب کچھ تحصیلِ علم کے لیے وقف کر دیا ہو۔ اس سلسلے میں انہوں نے جو تنگ دستی اور جو صعوبتیں برداشت کیں ان کا ذکر پیچھے آچکا ہے۔ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے فیضِ صحبت اور لطف و کرم نے ان کے ذوقِ علم کو اور جلا دی یہاں تک کہ معدنِ علم بن گئے اور خود ذاتِ رسالت مآب صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان کے تبحرِ علمی کی تصدیق فرمائی۔

حضرت ابوسعید خدری رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ ابوہریرہ علم کا تھیلا ہے۔[۱]

(مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۵۰۹)

عہدِ رسالت کے بعد حضرت ابوہریرہؓ نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ اشاعتِ حدیث

---

[۱] حدیث میں "وعاء العلم" کے الفاظ آئے ہیں۔ بعض علماء نے ان کا ترجمہ "علم کا تھیلا" اور بعض نے "علم کا ظرف" کیا ہے۔ چمڑے کے ایک خاص قسم کے تھیلے کو برتن (ظرف) کے طور بھی استعمال کر لیا جاتا تھا اس لیے اس کو ظرف کہنا بھی صحیح ہے۔

marfat.com

یا اشاعتِ علم میں گزارا۔ اس کی تفصیل مختلف ذیلی عنوانات کے تحت آ گے آتی ہے۔

وسعتِ علم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وسعت علم کے بارے میں اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ خود رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو علم کا تھیلا یا ظرف قرار دیا۔ "علم" میں ہر قسم کے علوم (قرآن، حدیث، تفسیر، فقہ وغیرہ) شامل ہیں۔ یہ درست ہے کہ ان کا شمار صحابہ کے کبار ائمہ حدیث میں ہوتا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ دوسرے علوم دینی میں دسترس نہیں رکھتے تھے۔ فی الحقیقت علم حدیث کے علاوہ وہ دوسرے علوم دینی میں بھی یدِ طولیٰ رکھتے تھے البتہ ان کی علمی زندگی میں روایت و اشاعتِ حدیث کا پہلو سب سے نمایاں ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ کی مادری زبان عربی تھی۔ اس کے علاوہ وہ فارسی زبان بھی جانتے تھے اور اس میں روانی سے گفتگو کر لیتے تھے۔ سُنن ابی داؤد میں ابو میمونہ رح سے روایت ہے کہ

"میں ابوہریرہؓ کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک ایرانی عورت آئی جس کے ہمراہ اس کا (کمسن) بیٹا بھی تھا۔ اس کے شوہر نے اس کو طلاق دے دی تھی۔ اس عورت نے فارسی زبان میں کہا کہ میرے خاوند نے مجھے طلاق دے دی ہے اور اب وہ میرے اس بیٹے کو مجھ سے لینا چاہتا ہے۔

ابوہریرہؓ نے اُسی (فارسی) زبان میں جواب دیا کہ تم دونوں (مرد اور عورت) قرعہ اندازی کر لو۔

اتنے میں لڑکے کا باپ بھی آ گیا۔ وہ کہنے لگا، میرے بیٹے پر

کون حق جتا سکتا ہے ؟ ابوہریرہؓ نے فرمایا ، میں نے یہ فیصلہ اس واقعہ کے پیش نظر کیا ہے کہ ایک دفعہ میری موجودگی میں ایک عورت نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا ، یارسول اللہ میرا شوہر میرے بیٹے کو مجھ سے چھین لینا چاہتا ہے ۔ حالانکہ میرا یہ بیٹا مجھے فلاں کنوئیں سے پانی لاکر دیتا ہے اور میں دوسرے کام بھی اس سے لیتی ہوں ۔

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا ، تم دونوں قرعہ اندازی کر لو ۔

شوہر آکر بولا ، میرے بچے کا اور کون حق دار ہو سکتا ہے ؟

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے لڑکے سے مخاطب ہو کر فرمایا ، یہ ہے تمہاری والدہ اور یہ ہے تمہارا والد ، جس کا ہاتھ چاہو پکڑ لو ۔

بچے نے ماں کا ہاتھ پکڑ لیا اور وہ اسے لے کر رخصت ہو گئی ۔

یہ ساری گفتگو حضرت ابوہریرہؓ نے فارسی میں کی ۔ "

(ابوداؤد جلد / ۱ صفحہ ۵۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب سے بھی واقفیت رکھتے تھے ۔ حافظ ابن حجرؒ کا بیان ہے کہ ان کو تورات کے مسائل سے کافی واقفیت تھی ۔ اس سلسلے میں انہوں نے حضرت کعب الاحبارؒ کا یہ بیان نقل کیا ہے :

" میں نے ابوہریرہؓ کے سوا کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو تورات کو پڑھے بغیر اس کے مندرجات سے آگاہ ہو ۔ " (الاصابہ جلد / ۷ صفحہ ۲۰۵)

لکھنے پڑھنے میں بھی پوری مہارت رکھتے تھے ۔ انہوں نے بہت سی احادیث اپنے ہاتھ سے لکھ کر (یا اپنے شاگردوں کو املا کروا کر) ان کا ایک مجموعہ مرتب کیا تھا جو ایک یا کئی جلدوں میں محفوظ تھا ۔ اس کی تفصیل تحریر و کتابت حدیث کے عنوان کے تحت بیان کی گئی ہے ۔

marfat.com

مرویاتِ ابی ہریرہؓ کی تفصیل

جیساکہ پیچھے ذکر کیا جا چکا ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پانچ ہزار تین سو چوہتر (۵۳۷۴) احادیث مروی ہیں۔ حدیث کی ہر قابلِ اعتماد کتاب میں ان کی کچھ نہ کچھ مرویات ضرور ملتی ہیں۔ یہ احادیث کسی خاص شعبۂ زندگی ہی سے متعلق نہیں ہیں بلکہ دین کے تمام احکام و مسائل اور آداب و اخلاق پر محیط ہیں اور عقائد، عبادات، معاملات، تفسیر، فقہ، جہاد، مناقب، رقاق، ذکر و تسبیحات، سیرت و مغازی غیرہ ہر باب میں ان کا ایک ذخیرہ موجود ہے۔ مُحقِقین نے مرویاتِ ابی ہریرہؓ کی تعداد مشہور کتبِ حدیث میں اس طرح بیان کی ہے۔

(۱) صحاح ستہ اور مؤطا امام مالکؒ میں مجموعی طور پر حضرت ابوہریرہؓ سے مروی دو ہزار دو سو اٹھارہ (۲۲۱۸) حدیثیں ملتی ہیں۔

(۲) صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں میں مرویاتِ ابی ہریرہؓ کی تعداد مجموعی طور پر چھ سو نو (۶۰۹) ہے۔ ان میں سے باختلافِ روایت تین سو پچیس ۳۲۵ یا تین سو چھبیس ۳۲۶ احادیث بخاری اور مسلم دونوں میں موجود ہیں (یعنی متفق علیہ ہیں) بقول علامہ عجاج الخطیب ترانوے ۹۳ احادیث میں امام بخاریؒ اور ایک سو نوے ۱۹۰ میں امام مسلمؒ منفرد ہیں (سوانح ابوہریرہؓ)۔ لیکن سیر الصحابہ (مہاجرین حصہ دوم) میں مولانا شاہ معین الدینؒ نے حضرت ابوہریرہؓ کے ترجمہ میں "تہذیب الکمال" کے حوالے سے لکھا ہے کہ امام بخاریؒ ۷۹ میں اور امام مسلمؒ ۹۳ میں منفرد ہیں۔

حافظ ابن حجرؒ نے صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہؓ کی مرویات کی تعداد چار سو چھیالیس ۴۴۶ شمار کی ہے۔ شیخ عبدالمنعم صالح العلی عراقی نے ان مرویات کی تعداد ایک ہزار گیارہ (۱۰۱۱) بیان کی ہے۔ اس

marfat.com

اختلاف کی وجہ بعض علماء نے صحیح بخاری کی اکثر روایات میں تکرار اور تقطیع[1] بیان کی ہے۔ (دفاعِ ابوہریرہؓ از مولانا مفتی غلام الرحمٰن صـ۱۰۹)

(۳) مُسندِ احمد بن حنبل میں مرویاتِ ابی ہریرہؓ کی کل تعداد تین ہزار آٹھ سو اڑتالیس ۳۸۴۸ ہے۔ یہ مرویات مُسند کے ۲۱۳ صفحات پر پھیلی ہوئی ہیں (جلد ۲ صفحہ ۲۲۸ تا صفحہ ۵۴۱)۔ ان میں بہت سی احادیث لفظاً و معناً مکرر ہیں مگر مکررات کو نکالنے کے بعد بھی ان احادیث کی خاصی بڑی تعداد باقی رہ جاتی ہے۔

(۴) سُننِ اربعہ (ترمذی، نسائی، ابوداؤد، ابنِ ماجہ) اور مؤطا امام مالکؒ میں مجموعی طور پر حضرت ابوہریرہؓ کی ایک ہزار چھ سو نو ۱۶۰۹ مرویات ملتی ہیں۔ ان میں سے بعض احادیث پانچوں ائمۂ حدیث نے روایت کی ہیں اور بعض جداگانہ طور پر کسی نے روایت کی ہیں اور کسی نے نہیں۔

(۵) امام بقیؒ بن مخلدؒ (المتوفّٰی ۲۷۶ ہجری) نے اپنی مُسند میں حضرت ابوہریرہؓ کی پانچ ہزار تین سو چوہتر ۵۳۷۴ مرویات درج کی ہیں۔ یہ زیادہ سے زیادہ تعداد ہے جس پر سب محقِقین کا اتفاق ہے۔

(۶) امام ابنِ اسحاقؒ کا قول ہے کہ جن تین ہزار احادیث سے احکام ثابت ہوتے ہیں، اُن میں سے ڈیڑھ ہزار روایات صرف حضرت ابوہریرہؓ سے منقول ہیں۔ (دفاعِ ابوہریرہؓ از مفتی غلام الرحمٰن صـ۱۰۹ بحوالہ حقائق السنن)

(۷) شیخ جمال الدین ابی الحجاج یوسف بن الزکی عبد الرحمٰن بن یوسف المزی (متوفّٰی ۷۴۲ھ) نے "تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف" میں ۳۵۴ راویوں کے واسطہ سے حضرت ابوہریرہؓ کی تین ہزار تین سو ستر (۳۳۷۰) مرویات نقل کی ہیں جو دو جلدوں کے سینکڑوں صفحات پر پھیلی ہوئی ہیں۔ (دفاعِ ابوہریرہؓ از مفتی غلام الرحمٰن صـ۱۰۹)

---

[1] تقطیع سے مراد ہے کہ امام بخاریؒ کبھی کسی روایت کے لیے فقط ایک جملہ لانے پر اکتفا کرتے ہیں جس سے متعلقہ باب کا مسئلہ ثابت ہوتا ہو۔

marfat.com

اَساتِذَہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سب سے بڑے استاد خود رسولِ اکرم صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّم تھے اس لیے ان کی اکثر روایات مرفوع ہیں۔ حضور صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے علاوہ انہوں نے اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے علاوہ متعدد صحابۂ کرام سے بھی روایت کی ہے۔ ان میں حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر بن خطاب، حضرت اُسامہ بن زید، حضرت سلمان فارسی، حضرت اُبَیّ بن کعب، حضرت کعب بن عجرہ، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص، حضرت عبداللہ بن سلام، حضرت علاء بن الحضرمی، حضرت زید بن ثابت، حضرت فضل بن عباس، حضرت خریم بن فاتک اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین شامل ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرویات میں بعض ایسے واقعات کا ذکر بھی آتا ہے جن کا تعلق ان کی بارگاہِ رسالت میں حاضری سے قبل کے زمانے سے ہے۔ یہ مرویات بظاہر مرفوع معلوم ہوتی ہیں لیکن فی الحقیقت ان میں مذکورہ واقعات انہوں نے دوسرے صحابۂ کرام سے سنے تھے اور پوچھے جانے پر اس کی وضاحت کر دیتے تھے۔

رُواۃ اور تلامذہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رواۃ اور تلامذہ کا دائرہ بڑا وسیع ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آٹھ سو سے بھی زیادہ راویانِ حدیث نے استفادہ کیا۔

ابن ابی حاتم اور ابنِ حبان نے ان کے رواۃ اور تلامذہ کی کوئی معین تعداد نہیں بتائی البتہ یہ ضرور لکھا ہے کہ حضرت ابوہریرہ سے کسبِ فیض کرنے والوں کی تعداد سینکڑوں تک پہنچتی ہے۔

marfat.com

ان کے رواۃ وتلامذہ میں متعدد صحابۂ کرامؓ (بشمول صحابیاتؓ) کے علاوہ کثیر التعداد ائمہ تابعین اور جید علمائے حدیث و فقہ شامل ہیں۔ ان میں سے ایک سو بارہ۱۱۲ کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت انسؓ بن مالک، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ، حضرت ابوایوب انصاریؓ، حضرت جابر بن عبداللہ انصاری، حضرت زید بن ثابت انصاریؓ، حضرت اُبیؓ بن کعب، حضرت واثلہؓ بن الاسقع، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت عبداللہؓ بن ابی حدرد اسلمی، حضرت مسوَرؓ بن مخرمہؓ، حضرت شفیؒ بن ماتع، حضرت عبداللہؓ بن سرجس، حضرت عبدالرحمٰنؒ بن غنم۔

حضرت سعیدؒ بن مسیبؒ، ابورافعؒ، ابوادریس خولانیؒ، ابوعثمان نہدیؒ، ابراہیم بن اسمٰعیلؒ، ابوسلمہؒ بن عبدالرحمٰنؒ بن عوف، سلیمان بن یسارؒ، طاؤسؒ، عکرمہؒ، اسودؒ بن ہلال، عطاءؒ بن ابی رباح، عامر شعبیؒ، ابواسامہؒ بن سہلؒ بن حنیف، سعید بن جبیرؒ، قیسؒ بن ابی حازم، حفصؒ بن عاصمؒ بن عمرؓ، ابوسعید المقبریؒ، شہرؒ بن حوشب، ابوصالحؒ، عروہؒ بن زبیرؓ، اعرجؒ، عامرؒ بن سعدؒ بن ابی وقاص، مکحول الشامیؒ، ابوزرعہؒ، بشیرؒ بن نہیک، حمیدؒ بن عبدالرحمٰن حمیری، محمدؒ بن منکدر، حنظلہؒ بن علی اسلمیؒ، ابن فارضؒ، سعیدؒ بن عمروؒ بن سعید بن عاص، ابوجعفر مدنی، شریحؒ بن ہانی، سنان بن ابی سنانؒ، عبداللہؒ بن شفیق، عمرو بن میمونؒ، ابوقیسؒ، بسرؒ بن سعید، سلیمان بن الاغر، مالکؒ بن ابی عامر اصبحی، قبیصہ بن ذویب، ابومسلمؒ، ثابت بن عیاضؒ، زرارہؒ بن ابی اوفیٰؒ، عبداللہ بن ثعلبہؒ، عبداللہؒ بن رباح انصاری، خواجہ حسن بصریؒ، محمد بن سیرینؒ، نافعؒ، ابن جبیرؒ بن مطعم، موسیٰ بن طلحہؓ بن عبیداللہ، عیسیٰؒ بن طلحہؓ بن عبیداللہ، عبیداللہؒ بن ابی رافع، زید بن اسلمؒ، عبداللہ بن عبدالرحمٰنؒ

marfat.com

عمرو بن ابی سفیانؓ، نافع مولیٰ ابن عمرؓ، ابو الشعشاء المحاربیؓ، ابوبکر بن عبد الرحمٰنؓ، ابو غطفان بن طریف المری، ابو حازم الاشجعی، نافعؒ مولیٰ ابی قتادہؓ، محمدؒ بن ابی عائشہ، ضحاکؒ بن شرحبیل، یزیدؒ بن اصم، موسیٰ بن وردان، موسیٰؒ بن یسار، ہمامؒ بن منبہ، عبیدؒ بن حنین، عنبسہؒ بن سعید بن العاص، عطاء بن میناء، عبد الرحمٰن بن سعد المقعد، عبد الرحمٰنؒ بن مہران، عبید اللہؒ بن سفیان حضرمی، عطاءؒ بن یزید لیثی، محمدؒ بن کعب القرظی، عراکؒ بن مالک، عطاءؒ بن یسار، محمدؒ بن زیاد جمحیؒ، محمدؒ بن قیس بن مخرمہ، یوسفؒ بن ماہک، عبد الرحمٰنؒ بن ابی نعیم، محمدؒ بن عباد، منیتمؒ بن ابی سنانؒ، سعید بن حارثؒ، سعید بن سمعانؒ، عبد الرحمٰن بن ابی عمرہ انصاریؒ ابو الحبابؒ، سالم ابو الغیثؒ، بعجہ جہنیؒ، خلاسؒ بن عمرو، حکیمؒ بن میناء زیادؒ بن رباح، ابو الولید عبد اللہ بن حارثؒ، عبد الرحمٰن بن یعقوب، محمدؒ بن عبد الرحمٰن، سعیدؒ بن مرجانہ، مالکؒ بن ابی عامر۔

(تہذیب التہذیب)

اشتیاقِ حدیث

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہٗ کو رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ارشادات سننے کا اس قدر شوق تھا کہ اس کی کوئی حد و نہایت نہیں تھی۔ مدینہ مُنَوَّرہ آنے کے بعد انہوں نے ہمیشہ یہی کوشش کی کہ سفر ہو یا حضر، وہ اپنے وقت کا زیادہ سے زیادہ حصہ بارگاہِ رسالت میں گزاریں۔ یوں ایک طرف تو آپؐ کی خدمت کی سعادت حاصل کریں اور دوسری طرف زیادہ سے زیادہ ارشاداتِ نبوی کو اپنے دل و دماغ میں محفوظ کرلیں۔ اس شوق کے سامنے دنیا کا مال و زر ان کی نظروں میں ہیچ تھا۔ ایک دفعہ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مالِ غنیمت تقسیم فرما رہے تھے۔ لوگ مانگ مانگ کر بھی اپنا حصہ لے جا رہے تھے لیکن حضرت ابوہریرہؓ خاموش بیٹھے تھے۔ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا:—

"اے ابوہریرہ! تمہارے ساتھی مالِ غنیمت کا سوال کرتے ہیں تم کیوں اس کا سوال نہیں کرتے؟"

انہوں نے عرض کیا:—

"یا رسول اللہ! میں آپ سے اس علم کا سوال کرتا ہوں جو اللہ نے آپ کو دیا ہے۔"

(سیر اعلام النبلاء ج/۲ ص۵۹۴)

حضرت ابوہریرہؓ فرمایا کرتے تھے کہ "میں نے تین سال رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی صحبت میں گزارے۔ ان تین سالوں سے بڑھ کر میری زندگی میں کوئی ایسا وقت نہیں آیا جس میں مجھے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ارشادات کو سمجھنے اور یاد کرنے کا زیادہ ذوق و شوق ہو۔"

(طبقات ابنِ سعد ج ۴ ص۵۴)

marfat.com

آنحضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے لطف وکرم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حرصِ حدیث میں بڑا بے باک کر دیا تھا۔ جو سوال ذہن میں آتا بلا جھجک حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے پوچھ لیتے۔ حضرت اُبَیّ بن کعب رَضِیَ اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ——

"بے شک ابوہریرہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے سوال پوچھنے میں اتنے جری تھے کہ وہ آپؐ سے ایسی باتیں بھی پوچھ لیتے تھے جن کے پوچھنے کی ہم کو (بروایتِ دیگر کسی دوسرے کو) جرأت نہ ہوتی تھی۔"

(ابنِ عساکر ج/۱۹، ص۱۱۳۔ دفاع عن ابی ہریرۃ ص۱۴۹)

خود حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے (ایک دن ہم لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے) فرمایا:

"کون ہے جو مجھ سے سیکھ لے یہ چند خاص باتیں۔ پھر وہ خود ان پر عمل کرے یا دوسرے عمل کرنے والوں کو بتائے۔"

میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میں حاضر ہوں —— تو آپؐ نے میرا ہاتھ (ازراہِ شفقت) اپنے ہاتھ میں لیا اور گن کر یہ پانچ باتیں بتائیں، فرمایا: ——

جو چیزیں اللہ نے حرام قرار دی ہیں، ان سے بچو اور ان سے پورا پورا پرہیز کرو۔ اگر تم نے ایسا کیا تو تم بہت بڑے عبادت گزار ہو۔

—— اور ——

اللہ نے جو تمہاری قسمت میں لکھا ہے اس پر راضی اور مطمئن ہو جاؤ اگر تم ایسا کرو گے تو بڑے بے نیاز اور دولت مند ہو جاؤ گے۔

—— اور ——

اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو

marfat.com

مومنِ کامل ہو جاؤ گے۔

—— اور ——

جو تم اپنے لیے چاہتے اور پسند کرتے ہو وہی دوسرے لوگوں کے لیے بھی چاہو اور پسند کرو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو حقیقی مسلم اور پورے پورے مسلمان ہو جاؤ گے۔

—— اور ——

زیادہ ہنسا نہ کرو کیونکہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے۔

(مُسندِ احمد و جامع ترمذی)

رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہ، کے اشتیاق یا حرصِ حدیث سے پوری طرح آگاہ تھے۔ چنانچہ جب ایک موقع پر انہوں نے آپؐ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ قیامت کے دن آپ کی شفاعت سے کون خوش بخت سعادت اندوز ہوں گے، تو آپؐ نے فرمایا، اے ابوہریرہؓ! جب سے میں نے تمہاری حرصِ حدیث کا اندازہ کیا ہے تو مجھے یقین ہوا کہ تمہارے سوا کوئی دوسرا شخص اس بارے میں مجھ سے سوال نہیں کرے گا۔

(صحیح بخاری ج/۱ ص۲۰)

مُسندِ احمد میں یہ روایت اس طرح نقل کی گئی ہے:

"حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! جب آپؐ نے اللہ تعالیٰ سے شفاعت کے بارے میں سوال کیا تو بارگاہِ ایزدی سے کیا جواب ملا؟ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے فرمایا، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے، میں سمجھتا تھا کہ تم میری اُمّت میں سے پہلے شخص ہو گے جو اس کے بارے میں پوچھو گے، اس لیے کہ میں تمہارے اشتیاقِ علم سے آگاہ

marfat.com

ہوں۔ اس ذات کی قسم جس کے تصرف میں محمدؐ کی جان ہے مجھے شفاعت کا حق حاصل ہونے کے بجائے یہ بات زیادہ عزیز تھی کہ میری اُمت کسی طرح جنت میں چلی جائے۔ میری شفاعت تو اس شخص کے لیے ہوگی جو دل و جان سے پورے اخلاص کے ساتھ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے۔ اس کا دل زبان کی تصدیق کرتا ہو اور زبان دل کے ساتھ ہم آہنگ ہو ——— دوسری روایت میں یوں ہے کہ میری شفاعت کی عظیم ترین سعادت اس شخص کے حصہ میں آئے گی جو خلوصِ دل کے ساتھ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہے۔"

(سوانح حضرت ابوہریرہؓ ص۱۲۴ بحوالہ مُسند احمد ج/۱۵ ص۲۰۸ حدیث نمبر ۸۰۵۶ نیز فتح الباری ج/۱ ص۲۰۳)

رحمتِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا سحابِ لطف و کرم حضرت ابوہریرہؓ پر جھوم جھوم کر برستا رہتا تھا۔ بعض اوقات آپؐ ان کو بطورِ خاص کچھ وصیتیں فرماتے اور پھر ان کا اعلان کرنے کی ہدایت دیتے۔ حضرت ابوسلمہؒ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بیمار ہوئے تو حضرت ابوہریرہؓ عیادت کے لیے حاضر ہوئے۔ ان کو اندر آنے کی اجازت ملی تو وہ سلام کر کے کھڑے ہوگئے (اُس وقت) رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عنہٗ کے سینہ سے ٹیک لگائے تشریف فرما تھے۔ حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عنہٗ کے ہاتھ آپؐ کے سینۂ مبارک پر تھے اور آپؐ نے پاؤں مبارک لمبے کیے ہوئے تھے۔

رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت ابوہریرہؓ سے فرمایا:

"ابوہریرہ! (میرے) قریب ہو جاؤ۔"

حضرت ابوہریرہؓ قریب ہو گئے۔

آپؐ نے دوبارہ فرمایا، "ابوہریرہ قریب ہو جاؤ۔"

marfat.com

چنانچہ حضرت ابوہریرہ اور قریب ہوگئے۔

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے انہیں تیسری مرتبہ قریب ہونے کے لیے ارشاد فرمایا۔ حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہٗ کہتے ہیں کہ (اب) میں (آپؐ کے) اتنا قریب ہوگیا کہ میرے پاؤں کی انگلیاں رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم (کے پائے اقدس) کی انگلیوں سے مل گئیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا: ——

"بیٹھ جاؤ!"

حضرت ابوہریرہؓ بیٹھ گئے۔

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: ——

"ابوہریرہؓ اپنی چادر کا کنارہ مجھے دے دو۔"

حضرت ابوہریرہؓ نے اپنی چادر کا کنارہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے دست مبارک میں دے دیا۔

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: ——

"اے ابوہریرہ! میں تمہیں چند باتوں کی وصیت کرتا ہوں۔ تم انہیں نہ چھوڑنا۔"

حضرت ابوہریرہؓ نے عرض کیا: "یا رسول اللہ ارشاد فرمایئے۔"

پس آپؐ نے فرمایا: ——

(۱) جمعہ کے دن غسل کرو۔ جمعہ کی نماز کے لیے جلدی جاؤ اور مسجد میں فضول باتیں نہ کرو۔

(۲) ہر مہینہ میں تین روزے رکھو۔ یہ تمہارے لیے تمام عمر (نفلی) روزہ رکھنے کے لیے کافی ہوں گے۔

(۳) صبح کی سُنّتیں نہ چھوڑو اگرچہ پوری رات نماز پڑھتے رہو۔

آپؐ نے تین مرتبہ یہ ارشادات دہرائے پھر فرمایا: ——

marfat.com

"اے ابوہریرہ! چادر کھینچ لو۔"

حضرت ابوہریرہؓ نے چادر کھینچ کر اپنے سینے سے لگالی ——اور عرض کیا:——

یارسول اللہ! ان باتوں کو چھپاؤں یا عام لوگوں میں ان کا اعلان کردوں۔

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:——

"ان کا اعلان کردو۔"

(اُسُد الغابہ جلد۴ صہ ۲۰۸)

اس قسم کے اور بھی متعدد واقعات کُتُبِ سِیَر میں مذکور ہیں۔ ان میں "واقعۂ نعلَین" بہت مشہور ہے جو خود حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا ہے۔

"وہ (حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہُ) کہتے ہیں کہ ایک دن ہم لوگ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم (کی خدمت میں حاضر تھے اور آپؐ) کے گرداگرد بیٹھے تھے اور ابوبکر و عمر (رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہما) بھی ہمارے ساتھ اس مجلس میں موجود تھے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہمارے درمیان سے اٹھے (اور کسی طرف کو تشریف لے گئے) پھر آپؐ کی واپسی میں بہت دیر ہوگئی تو ہمیں خوف ہوا کہ کہیں ہم سے علیحدہ آپؐ کو کوئی ایذا نہ پہنچائی جائے (یعنی ہماری عدم موجودگی میں کسی دشمن کی طرف سے آپؐ کو کوئی گزند نہ پہنچ جائے) پس اس خیال سے ہم لوگ سخت مضطرب اور متفکر ہوگئے اور آپ کو ڈھونڈنے کے لیے نکل کھڑے ہوئے اور سب سے پہلے میں گھبراہٹ کے عالم میں رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی تلاش میں روانہ ہوا یہاں تک کہ (چلتے چلتے) انصار کے خاندان بنی النجار کے ایک باغ کے پاس پہنچ گیا جو چار دیواری سے گھرا ہوا تھا اور میں نے اس کے چاروں طرف چکر لگایا کہ (باغ کے) اندر جانے کے لیے مجھے کوئی راستہ (دروازہ) مل جائے لیکن نہیں ملا۔ پھر مجھے پانی کی ایک گول نالی (چھوٹی سی نہر)

marfat.com

نظر آئی جو باہر کے ایک کنوئیں سے باغ کے اندر جاتی تھی۔ میں سمٹ کر اور سکڑ کر اس نالی کے شگاف سے باغ کے اندر گھس گیا اور رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس جا پہنچا (آپؐ اس باغ کے اندر رونق افروز تھے) آپؐ نے فرمایا: ———

"ابوہریرہ؟"

میں نے عرض کیا، "جی ہاں یا رسول اللہؐ میں ہی ہوں۔"

آپؐ نے فرمایا، "تم کیسے آئے؟"

میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ ہمارے درمیان تشریف رکھتے تھے، پھر اٹھ کر وہاں سے چلے آئے اور پھر جب دیر تک آپ واپس تشریف نہ لائے تو ہمیں ڈر ہوا کہ مبادا ہم سے علیحدہ آپؐ کو کوئی تکلیف پہنچائی جائے۔ اسی اندیشے سے گھبرا کر ہم سب چل پڑے اور سب سے پہلے گھبرا کر میں ہی نکلا تھا یہاں تک کہ اس باغ تک پہنچ گیا اور (جب مجھے کوئی دروازہ نہیں ملا تو) لومڑی کی طرح سمٹ سکڑ کر میں (اس شگاف میں سے کسی طرح) گھس آیا ہوں اور دوسرے لوگ بھی میرے پیچھے آ رہے ہیں۔

پھر رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنے نعلین (جوتے) مجھے عطا فرمائے اور ارشاد فرمایا: ——— اے ابا ہُرَیْرَہ! میرے یہ جوتے لے جاؤ اور اس باغ سے نکل کر جو آدمی بھی تمہیں ایسا ملے جو دل کے پورے یقین کے ساتھ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللہُ کی شہادت دیتا ہو، اس کو جنّت کی بشارت دے دو۔

میں وہاں سے (حضورؐ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے نعلین مبارک لے کر) چلا تو سب سے پہلے میری ملاقات عمرؓ (رَضِیَ اللہُ تعالٰی عَنْہُ) سے ہوئی۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا، تمہارے ہاتھ میں یہ دو جوتے کیسے ہیں؟

marfat.com

میں نے کہا، یہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے نعلین مبارک ہیں۔ آپؐ نے مجھے یہ دے کر بھیجا ہے کہ جو کوئی بھی صدقِ دل سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کی شہادت دینے والا مجھے ملے، میں اُس کو جنّت کی خوشخبری سُنا دوں۔

پس عُمَر (رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہُ) نے میرے سینے پر ہاتھ مارا جس سے میں اپنی سرینوں کے بَل پیچھے کو گر پڑا اور مجھ سے انہوں نے کہا — چلو واپس چلو۔

میں روتا ہوا رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس واپس آیا اور عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) بھی میرے پیچھے پیچھے آئے۔

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے (مجھے اس حالت میں دیکھ کر) پوچھا:

"ابوہریرہ! تمہیں کیا ہوا؟"

میں نے عرض کیا کہ عمرؓ مجھے ملے تھے۔ آپؐ نے جو پیغام دے کر مجھے بھیجا تھا، میں نے انہیں وہ بتایا تو انہوں نے میرے سینے پر ایک ایسا ہاتھ مارا کہ میں اپنی سرینوں کے بَل گر پڑا اور مجھ سے کہا کہ چلو واپس چلو۔

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے عمرؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"اے عمر! تم نے ایسا کیوں کیا؟"

انہوں نے کہا، یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان کیا آپ نے ابوہریرہ کو اپنے نعلین دے کر اس لیے بھیجا تھا کہ جو کوئی دل کے یقین کے ساتھ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کی شہادت دینے والا اس کو ملے، وہ اس کو جنّت کی بشارت دے دے۔

آپؐ نے فرمایا، ہاں (میں نے ہی یہ کہہ کے بھیجا تھا) عُمَرؓ نے عرض کیا، (یارسول اللہ) ایسا نہ کیجئے۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں لوگ بس شہادت ہی پر بھروسا کر کے (سعی و عمل سے بے پروا ہو کر) بیٹھ جائیں (لہٰذا انہیں اسی طرح عمل کرنے دیجئے)۔ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا، "تو جانے دو۔" (صحیح مسلم)

marfat.com

اشاعتِ حدیث

حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابو الدرداء، حضرت زید بن ثابت اور حضرت جُبَیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ اس شخص کو خوش وخرم رکھے جو ہم سے کوئی بات سنے اور دوسروں تک پہنچائے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص سمجھ کی بات کسی ایسے شخص کو پہنچا دیتا ہے جو اس سے زیادہ فقیہ ہو اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص خود فقیہ نہیں ہوتا مگر فقہ پہنچانے والا بن جاتا ہے۔

(سُنَنِ ابی داؤد، جامع ترمذی، مُسندِ احمد، سُنَنِ ابنِ ماجہ، سُنَنِ دارمی)

کُتُبِ حدیث میں اسی طرح کی اور بھی متعدد احادیث ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے اپنی احادیث (احکام، تعلیمات اور ہدایات) کی اشاعت کو نہ صرف ایک مستحسن کام قرار دیا بلکہ اس کی بار بار تاکید فرمائی اور روایتِ حدیث کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہٗ کو یہ خاص امتیاز حاصل ہوا کہ جس طرح وہ خود علومِ نبوّت کے چشمۂ صافی سے سیراب ہوئے۔ اسی طرح وہ عمر بھر دوسرے لوگوں کی بھی علمی پیاس بجھاتے رہے۔ انہوں نے فیضانِ نبوی کو وقفِ عام کر دیا تھا۔ اُٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے جہاں بھی کچھ مُسلمان مل جاتے وہ ان تک ارشاداتِ نبوی پہنچاتے رہتے تھے۔ ان کا معمول تھا کہ وہ ہر جمعہ کو نماز سے پہلے اس وقت تک حدیثیں بیان کرتے رہتے جب تک امام اپنے حجرے سے باہر نہ آتا۔ (مستدرکِ حاکم جلد ۳ صلا ۵۱۲)

فیضانِ نبوی سے بہرہ یاب ہونے کے بعد وہ اپنی زندگی میں جہاں بھی رہے یا گئے، احادیثِ نبوی کی نشر واشاعت میں مشغول رہے۔ مدینہ منوّرہ،

marfat.com

مکۃ معظمہ، بحرین، شام، عراق وغیرہ میں جو وقت گزارا، لوگوں کو ارشاداتِ نبوی پہنچاتے رہے۔ بہت سے لوگ خود ان کے پاس پہنچ جاتے اور بڑے ذوق وشوق سے ان سے رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی احادیث سُنتے۔ جو لوگ ان کے پاس آتے وہ خندہ پیشانی سے ان کی پذیرائی کرتے اور ان کو حدیث کا درس دیتے۔ بعض لوگ کئی کئی دن تک ان کے پاس قیام کرتے وہ نہایت خوش دلی سے ان کی میزبانی کرتے اور ان کو احادیث سناتے تھے۔

حضرت ابوہریرہؓ بعض اوقات حدیث کی اشاعت اس طرح بھی کرتے تھے کہ کسی کو کوئی خلافِ سُنّت کام کرتا دیکھتے تو فوراً ٹوک دیتے اور بتاتے کہ اس معاملہ میں رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا حُکم (یا طریقہ) یہ ہے۔

امام ابنِ ماجہؒ، ابوالشعثاءؒ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم مسجد میں حضرت ابوہریرہؓ کے پاس بیٹھے تھے کہ مؤذن نے اذان کہی۔ ہم میں سے ایک آدمی مجلس سے اٹھا اور مسجد سے باہر چلا گیا۔ ابوہریرہ دیکھتے رہے۔ پھر فرمایا اس شخص نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی نافرمانی کی۔ (کیونکہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اذان کے بعد نماز پڑھے بغیر مسجد سے باہر جانے کی ممانعت فرمائی ہے)

(ابنِ ماجہ جلد ۱ صـ۲۴۲، نیز صحیح مسلم، سننِ ابی داؤد،
جامع ترمذی وسُنن نسائی)

ایک مرتبہ کہیں جا رہے تھے کہ راستے میں ایک خاتون ملی۔ اس کے پیراہن سے خوشبو کی لپٹ آ رہی تھی۔ انہوں نے اس سے پوچھا، کیا تم مسجد سے آ رہی ہو؟ اس نے کہا، ہاں۔ پھر پوچھا، کیا مخصوص مسجد کے لیے خوشبو لگائی تھی؟ اس نے اثبات میں جواب دیا۔

حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا، میں نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے سُنا ہے کہ وہ عورت جو مخصوص مسجد جانے کے لیے خوشبو لگاتی ہے، اس کی نماز اس وقت تک قبول نہ ہوگی جب تک کہ غسل نہ کر ڈالے (یعنی

marfat.com

غسل کر کے اس خوشبو کو دھو نہ ڈالے) (سننِ ابی داؤد ج ۲ ص ۱۲۱)

ایک دفعہ حضرت ابوہریرہؓ مدینہ مُنَوَّرہ کے بازار سے گزرے۔ لوگوں کو دنیاوی کاموں میں مشغول پایا تو ان کو پکار کر کہا، اے اہلِ مدینہ! تم یہاں بیٹھے ہو اور وہاں رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی میراث تقسیم ہو رہی ہے۔ لوگوں نے پوچھا، کہاں؟ فرمایا، مسجدِ نبوی میں۔ لوگ بھاگم بھاگ وہاں پہنچے۔ اس اثناء میں حضرت ابوہریرہؓ وہیں (بازار میں) کھڑے رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد سب لوگ واپس حضرت ابوہریرہؓ کے پاس آ گئے۔ انہوں نے پوچھا، کیا ہوا؟ لوگوں نے کہا، ہم نے تو مسجد میں کوئی چیز تقسیم ہوتے نہیں دیکھی۔ حضرت ابوہریرہؓ نے استفسار کیا، کیا مسجد میں کوئی نہ تھا؟ انہوں نے کہا، کیوں نہیں، بہت سے لوگ تھے۔ ان میں سے کچھ نماز پڑھ رہے تھے، کچھ قرآن مجید کی تلاوت اور ذکرِ الٰہی میں مشغول تھے اور کچھ حلال وحرام کے متعلق گفتگو کر رہے تھے۔

حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا، مجھے تمہاری سمجھ پر افسوس ہے (کہ اس پر بھی تم نہیں سمجھے) یہی تو تمہارے نبیؐ کی میراث ہے تم اور کیا چاہتے ہو۔
(سیر اعلام النبلاء ج/۲ ص ۶۲۳۔ مجمع الزوائد ج/۱ ص ۱۲۳)

مدینہ مُنَوَّرہ میں حضرت ابوہریرہؓ بالعموم مسجدِ نبوی میں بیٹھ کر حدیثیں بیان کیا کرتے تھے۔ لوگ حدیثیں سننے کے علاوہ مسئلے پوچھنے کے لیے بھی ان کے پاس آیا کرتے تھے۔ بعض دفعہ تو حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہما جیسے اصحابِ فضل و کمال بھی سائلوں کو ان کے پاس بھیج دیا کرتے تھے (تاکہ وہ اپنی معلومات اور احادیثِ نبوی کی روشنی میں مسائل کا حل بتائیں) کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ حضرت ابوہریرہؓ، اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہا کے حجرے کے قریب بیٹھ کر حدیثیں بیان کرتے اور پھر کہتے، "اُمّ المؤمنین! میری باتیں

marfat.com

غلط تو نہیں؟ حضرت ابنِ عباسؓ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نماز سے فارغ ہو کر فرمائیں، غلط تو نہیں البتہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم آپ کی طرح تیزی سے باتیں نہیں کرتے تھے۔ (سوانح حضرت ابوہریرہؓ ص۱۴۴)

مشہور تابعی حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ ہر جمعرات کو انہیں حدیثیں سنایا کرتے تھے۔

بعض اوقات مشتاقانِ حدیث حضرت ابوہریرہؓ سے وقت اور جگہ کا تعین کر کے حدیثیں سننے کے لیے حاضر ہوتے۔ حضرت مکحول الدمشقیؒ کا بیان ہے کہ لوگوں نے ایک دفعہ حضرت ابوہریرہؓ سے طے کیا کہ وہ فلاں رات امیر معاویہؓ کے تعمیر کیے ہوئے فلاں قبّہ میں آ کر ان سے حدیثیں سنیں گے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ وہاں تشریف لے گئے اور رات بھر لوگوں کو حدیثیں سناتے رہے۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص۱۰۶)

حضرت ابوہریرہؓ احادیثِ نبویؐ کی نشر و اشاعت اس لیے نہیں کرتے تھے کہ لوگ انہیں بڑا عالم یا حافظِ حدیث کہیں بلکہ وہ صرف رضائے الٰہی کی خاطر ایسا کرتے تھے۔ وہ فرماتے تھے کہ خدا کی قسم اگر قرآن میں یہ آیت نہ ہوتی تو میں کبھی کوئی حدیث بیان نہ کرتا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ
وَالْھُدٰی مِنْۢ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰہُ لِلنَّاسِ فِی الْکِتٰبِ ۙ
اُولٰٓئِکَ یَلْعَنُھُمُ اللّٰہُ وَیَلْعَنُھُمُ اللّٰعِنُوْنَ

(البقرہ آیہ: ۱۵۹)

(ترجمہ) بے شک جو لوگ ہمارے حکموں اور ہدایتوں کو جو ہم نے نازل کی ہیں (کسی غرضِ فاسد سے) چھپاتے ہیں۔ اس کے بعد کہ ہم نے لوگوں کے سمجھانے کے لیے ان کو اپنی کتاب میں کھول کھول کر بیان کیا ہے۔ ایسوں پر اللہ اور تمام لعنت کرنے والے لعنت

marfat.com

بھیجتے ہیں۔ (صحیح بخاری کتاب الفتن۔ طبقات ابن سعد جلد ۲/ ص۵)

اس ضمن میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی یہ دو حدیثیں بھی ملاحظہ ہوں:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ———

(۱) جس شخص نے نفع دینے والے علم کو چھپایا، قیامت کے دن اس کو آگ کی لگام دی جائے گی۔

(۲) جس شخص سے کوئی علمی بات پوچھی گئی اور اس نے اسے چھپایا تو اسے روزِ قیامت آگ کی لگام دی جائے گی۔

(فتح الباری ج/۱ ص۲۲۴۔ مسندِ احمد ج/۲ ص۵)

اشاعت علم یا حدیث کے سلسلے میں مولانا سید سلیمان ندوی اپنی کتاب "سیرۃ عائشہ رضؓ" میں یوں رقمطراز ہیں:

"صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام اسلامی ملکوں میں علم کی اشاعت اور اسلام کی دعوت کے لیے پھیل گئے تھے۔ مکہ معظمہ، طائف، بحرین، یمن، دمشق، مصر، کوفہ، بصرہ وغیرہ بڑے بڑے مرکزی شہروں میں ان مقدس معلمین کی ایک ایک مختصر جماعت قیام پذیر تھی خلافت اور حکومت کا سیاسی مرکز، ۲ برس کے بعد مدینہ منورہ سے کوفہ اور پھر دمشق کو منتقل ہو گیا تاہم مدینہ منورہ کی روحانی عظمت اور علمی مرکزیت ان انقلابات سے بھی مٹ نہ سکی۔ مدینہ پاک میں اس وقت ابن عمرؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابن عباسؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ وغیرہ کی مستقل درسگاہیں قائم تھیں لیکن درسگاہِ اعظم مسجد نبویؐ کا وہ گوشہ تھا جو حجرۂ نبویؐ کے قریب اور زوجۂ رسولؐ (حضرت عائشہ صدیقہؓ) کے مسکن کے پاس تھا۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حجرۂ نبویؐ کے قریب درس دینے کا ذکر پیچھے آچکا ہے۔ یہاں یہ ذکر کر دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کو جہاد فی سبیل اللہ یا بعض دوسرے امور کے سلسلے میں مدینہ منورہ سے باہر (بحرین، شام وغیرہ) بھی جانا پڑا۔ وہ جہاں بھی گئے، اشاعت حدیث کا سلسلہ برابر جاری رکھا۔

marfat.com

صیانتِ حدیث

کُتُب حدیث میں بہت سی ایسی احادیث موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے جہاں اپنی احادیث کی نشرو اشاعت کی تاکید فرمائی وہاں ان کی حفاظت اور ان میں جھوٹ کی آمیزش سے اجتناب کی بھی سخت تاکید فرمائی —— اس سلسلے میں چند احادیث ملاحظہ ہوں۔

حضرت علی رَضِیَ اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ میرا نام لے کر جھوٹ نہ بولو کیونکہ جو شخص میرا نام لے کر جھوٹ بولے گا (یعنی میرے ساتھ کوئی غلط بات منسوب کرے گا) وہ آگ میں داخل ہوگا۔ (صحیح بخاری)

حضرت ابو سعید خُدری رَضِیَ اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: میری باتیں روایت کرو اس میں کوئی حرج نہیں مگر جو شخص میری طرف جان بوجھ کر جھوٹی بات منسوب کرے گا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنائے گا۔ (صحیح مسلم)

حضرت سلمہ رَضِیَ اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو شخص میرا نام لے کر وہ بات کہے جو میں نے نہیں کہی وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔ (صحیح بخاری)

حضرت ابنِ عباسؓ، حضرت جابر بن عبداللہؓ اور حضرت ابنِ مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:

"میری طرف سے کوئی بات بیان نہ کرو جب تک کہ تمہیں علم نہ ہو کہ میں نے وہ کہی ہے کیونکہ جو میری طرف جھوٹی بات منسوب

marfat.com

کرے گا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنائے گا۔“

(ترمذی۔ ابن ماجہ)

حضرت ابوہریرہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ بن العاص اور حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”جو شخص میرا نام لے کر قصداً جھوٹی بات میری طرف منسوب کرے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔“

(صحیح بخاری و جامع ترمذی)

سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگرچہ مکثر حدیث تھے اور احادیث نبوی کی نشر و اشاعت کا بھی مقدور بھر اہتمام کرتے تھے مگر اس کے ساتھ ہی وہ اس بات کا خاص خیال رکھتے کہ حدیث رسولؐ میں کوئی دوسری چیز ملنے نہ پائے۔ وہ دوسرے لوگوں کو بھی تلقین کرتے کہ حدیث بیان کرنے میں سخت احتیاط سے کام لو ——— رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کوئی غلط بات ہرگز منسوب نہ کرو۔ ابن عساکرؒ کا بیان ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ کا معمول تھا کہ بازار میں سے گزرتے تو لوگوں سے مخاطب ہو کر فرماتے:

”لوگو جو شخص مجھے جانتا ہے وہ تو جانتا ہی ہے۔ جو نہیں جانتا وہ جان لے کہ میں ابوہریرہ ہوں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے مجھ سے قصداً جھوٹی بات منسوب کی وہ اپنا گھر دوزخ میں بنالے۔“ (ابن عساکر ج ۱/۴ ص ۴۸۸)

کثرتِ روایت کا پس منظر

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کثرتِ روایت کا ایک خاص پس منظر ہے۔ اس کو جاننے کے لیے جلیل القدر صحابیِ رسول حضرت طلحہ بن عبید اللہ رَضِیَ اللہ تعالیٰ عنہ (یکے از عشرہ مُبَشّرہ) کے یہ ارشادات پیشِ نظر رکھنے چاہئیں۔

ایک مرتبہ ایک شخص حضرت طلحہ بن عبید اللہ رَضِیَ اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا:

"اے ابو محمد! ذرا یہ تو بتائیں کہ کیا یہ یمنی شخص (ابوہریرہ) ارشاداتِ نبوی کا بڑا حافظ ہے یا آپ لوگ؟ ہم اس سے وہ باتیں سنتے ہیں جو آپ سے نہیں سنتے، کہیں یہ اپنی طرف سے تو حدیثیں (بنا کر) روایت نہیں کرتا؟"

حضرت طلحہ رَضِیَ اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"اس میں کوئی شک نہیں کہ انہوں نے بہت سی ایسی حدیثیں سُنیں جو ہم لوگوں نے نہیں سُنیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ہم لوگ دولت جائداد والے تھے۔ ہمارے گھر بار اور اہل و عیال تھے۔ ہم ان میں پھنسے رہتے تھے اور صرف دو مرتبہ صبح اور شام کو رسول اللہ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضری دے کر اپنے گھروں کو لوٹ جاتے تھے۔ اس کے برعکس ابوہریرہؓ ایک مسکین شخص تھے جو مال و متاع اور بال بچوں کے جھنجھٹ سے آزاد اور رسول اللہ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے دروازہ کے مہمان تھے۔ اس لیے رسول اللہ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ہاتھ میں ہاتھ دیئے آپؐ کے ساتھ ساتھ رہتے تھے۔ ہم سب کو یہ

marfat.com

یقین ہے کہ انہوں نے ہم سب سے زیادہ احادیث نبوی سنیں اور ہم میں سے کسی نے ان پر یہ تہمت نہیں دھری کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے بغیر ان کو بیان کرتے ہیں۔

(ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں، جس آدمی میں نیکی کا شائبہ بھی ہو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی بات منسوب نہیں کر سکتا جو آپؐ نے نہ فرمائی ہو ـــــ ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں ـــــ ہم نے بھی ابوہریرہ کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث سنیں مگر انہوں نے ان (سب) کو یاد رکھا اور ہم نے بھلا دیں۔

(ترمذی مناقب ابی ہریرہ - فتح الباری جلد/ ۸ ص۴۵،

البدایہ والنہایہ جلد/ ۸ ص۱۰۹، مستدرک حاکم جلد/ ۳ ص۵۱۲)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وہ عظیم المرتبت صاحب رسول ہیں جن کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وُرُودِ مدینہ (ہجرتِ نبوی) کے بعد آپؐ کی میزبانی کا عظیم شرف حاصل ہوا اور جو بدر سے لے کر تبوک تک تمام غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب رہے۔ وہ بعض اوقات حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک صاحب نے ان سے سوال کیا کہ آپ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں پھر آپ ابوہریرہ سے کیوں روایت کر رہے ہیں، براہِ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیوں نہیں کرتے؟ حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، بلاشبہ ابوہریرہ نے وہ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہیں جو ہم نہ سن سکے۔ میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ جو حدیث میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنی اسے آپؐ کے بجائے ابوہریرہ

marfat.com

سے روایت کردں۔ (البدایہ والنہایہ جلد/۸ ص۱۰۹، سیر اعلام النبلاء جلد/۲ ص۴۳۶)

فقیہ الامت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک موقع پر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کثرت روایت کا سبب یہ بتایا کہ:—— " ابوہریرہ ہم سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہتے تھے اس لیے وہ سب سے بڑھ کر آپ کی احادیث کے عالم بن گئے۔"

(جامع ترمذی ج/۲ ص۲۴۷، مستدرک حاکم جلد/۲ ص۵۱۱)

ایک دفعہ مروان بن الحکم کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کوئی بات ناگوار گزری۔ اس نے غصے میں آکر کہا:——

" لوگ کہتے ہیں کہ ابوہریرہ بہت حدیثیں روایت کرتے ہیں حالانکہ آپ صحبت نبوی میں بہت کم عرصہ رہے اس لیے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے تھوڑی ہی مدت پہلے مدینہ آئے۔"

حضرت ابوہریرہؓ نے جواب دیا:——

" ہاں یہ درست ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں غزوۂ خیبر کے موقع پر حاضر ہوا۔ اس وقت میری عمر تیس ۳۰ سال سے کچھ اوپر تھی۔ پھر میں اس وقت تک سایہ کی طرح آپؐ کے ساتھ رہا۔ جب آپؐ دنیا سے رخصت ہوئے۔ میں آپؐ کے ساتھ آپؐ کے گھروں میں جاتا تھا۔ آپؐ کی خدمت کرتا تھا۔ آپؐ کے پیچھے نماز پڑھتا تھا۔ آپؐ کی ہمرکابی میں حج کیا۔ آپؐ کے ساتھ غزووں میں شریک رہتا تھا۔ خدا کی قسم میں دوسرے لوگوں سے زیادہ حدیثوں سے واقف ہوں اگرچہ قریش اور انصار آپؐ کا شرف صحبت حاصل کرنے اور ہجرت

marfat.com

کرنے میں مجھ پر سبقت رکھتے ہیں لیکن ان کو بارگاہِ رسالت میں میری (مسلسل) حاضر باشی کا اعتراف تھا۔ اس لیے وہ مجھ سے حدیثیں پوچھا کرتے تھے۔ ان پوچھنے والوں میں عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، طلحہؓ اور زبیرؓ (جیسے اکابر صحابہ بھی) شامل تھے۔"

(البدایہ والنہایہ جلد/۸ ص۱۰۸، الاصابہ جلد/۷ ص۲۰۵)

ایک اور روایت میں حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہُ اپنی کثرتِ روایت کا پس منظر یوں بیان کرتے ہیں: ـــــــ

"تم کہتے ہو ابوہریرہ بہت حدیثیں روایت کرتا ہے حالانکہ مہاجرین (صحابہ) ایسا نہیں کرتے۔ اللہ شاہد ہے حقیقتِ حال یہ ہے کہ مہاجرین اپنی زمینوں کی دیکھ بھال میں (کافی) وقت گزارتے تھے۔ لیکن میں ایک مسکین آدمی تھا۔ اپنا پیٹ بھرنے کے سوا مجھے دنیا کی کوئی چیز درکار نہ تھی اس لیے مجھے سب سے زیادہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر رہنے کا موقع میسر آتا۔ جب وہ غیر حاضر ہوتے تو میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ جب وہ آپؐ کے ارشادات کو بھول جاتے تو میں یاد رکھتا۔ ایک دن رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ کون ہے جو اپنی چادر بچھائے اور پھر اسے سمیٹ لے ـــ ایسے شخص کو مجھ سے سُنی ہوئی بات کبھی نہیں بھولے گی۔ میں نے اپنی چادر بچھا دی۔ آپؐ گفتگو فرماتے رہے پھر (جب آپؐ نے گفتگو ختم کی ـــ) میں نے چادر کو سمیٹ لیا ـــ اللہ کی قسم اس کے بعد میں نے آپؐ کا جو ارشاد بھی سُنا اسے کبھی نہیں بھولا۔"

(فتح الباری جلد/۱ ص۲۲۴، مُسندِ احمد جلد/۱۲ ص۲۷)

marfat.com

غیر معمولی قوّتِ حافظہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ذہانت و فطانت کے ساتھ غیر معمولی قوّتِ حافظہ بھی عطا کی تھی۔ شروع شروع میں رسولِ اکرم صَلَّی اللہ عَلَیہِ وَسَلَّم کے بعض ارشادات حضرت ابو ہریرہؓ کے ذہن سے محو ہو جاتے تھے۔ یہ بات ان کے لیے سوہانِ روح تھی۔ اُن کا اپنا بیان ہے کہ ایک دن میں رسول اللہ صَلَّی اللہ عَلَیہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا :——

"یا رسول اللہ! میں آپؐ سے بہت روایات سنتا ہوں لیکن (حافظہ کی کمزوری کی وجہ سے) آپؐ کے (بعض) ارشادات بھول جاتا ہوں۔

رسول اللہ صَلَّی اللہ عَلَیہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا :

"چادر بچھاؤ۔"

میں نے چادر بچھائی تو آپؐ نے دونوں ہاتھوں سے لپ بنا کر اس چادر میں ڈال دی۔ پھر فرمایا کہ اس چادر کو لپیٹ کر اپنے سینے سے لگاؤ۔ میں نے اسے سینے سے لگا لیا۔ اس کے بعد میں کبھی آپؐ کا کوئی ارشاد نہیں بھولا۔"

(صحیح بخاری کتاب العلم ج۔۱ صـ۲۲)

علامہ ابو بکر القسطلانیؒ لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہ عَلَیہِ وَسَلَّم کی دعا سے حضرت ابو ہریرہؓ میں نسیان کی کمزوری باقی نہ رہی (حالانکہ تھوڑی یا زیادہ یہ کمزوری انسانی فطرت کا خاصہ ہے) درحقیقت ایسا ہونا رسول اللہ صَلَّی اللہ عَلَیہِ وَسَلَّم کا معجزہ تھا اور ایسے امور کا عقلِ انسانی احاطہ نہیں کر سکتی۔ (قسطلانی ج۔۱ صـ۲۸۰)

marfat.com

حافظ ابن کثیرؒ نے "البدایہ والنہایہ" میں یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تشریف لائے اور فرمایا:

"جو شخص چادر پھیلائے گا یہاں تک کہ میں بات ختم کروں اور پھر اس کو لپیٹ لے تو یہ شخص کبھی میری کوئی بات نہیں بھولے گا۔"

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہٗ کہتے ہیں کہ میں نے چادر پھیلائی یہاں تک کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنی بات ختم کی۔ پس میں نے چادر کو لپیٹ لیا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اس کے بعد کوئی روایت (رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی فرمائی ہوئی کوئی بات) مجھے نہیں بھولی۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ صـ ۱۰۵)

یہ روایت طبقات ابنِ سعد، مُسندِ احمد اور فتح الباری میں بھی موجود ہے۔

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہٗ کی شدید خواہش تھی کہ انہیں ایسا علم نصیب ہو جائے جسے وہ کبھی نہ بھولیں۔ ایک موقع پر ان کی یہ خواہش عجیب انداز میں پوری ہو گئی۔ وہ اس طرح کہ ایک دفعہ کوئی شخص حبرالاُمّتہ حضرت زید بن ثابت انصاری رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہٗ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے کوئی مسئلہ دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ ابوہریرہؓ سے دریافت کرو، پھر خود ہی یہ واقعہ سنایا کہ ایک دن مَیں، ابوہریرہ اور فلاں شخص مسجد نبوی میں بیٹھے دعا اور ذکرِ الٰہی میں مشغول تھے کہ اتنے میں رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تشریف لائے اور ہمارے پاس بیٹھ گئے۔ ہم خاموش ہو گئے۔ حضورؐ نے فرمایا تم لوگ اپنا کام جاری رکھو۔ اس پر میں اور دوسرے شخص نے بآوازِ بلند دعا مانگی۔ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس پر "آمین" کہا۔ اس کے بعد ابوہریرہؓ بارگاہِ الٰہی میں یوں عرض پیرا ہوئے:

marfat.com

"بارِالٰہا! جو کچھ میرے ساتھی مجھ سے پہلے مانگ چکے ہیں وہ مجھے بھی عطا کر اس کے علاوہ میں تجھ سے ایسے علم کا سوال کرتا ہوں جو کبھی فراموش نہ ہو۔"

حضورؐ نے اس پر بھی آمین کہا۔ پھر میں اور میرے دوسرے ساتھی نے عرض کیا:—

"یا رسول اللہ! ہم بھی ایسے علم کا سوال کرتے ہیں جو فراموش نہ ہو۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:—

"دَوسی نوجوان اس باب میں تم پر سبقت لے گیا۔"

(بالفاظِ دیگر وہ تو اس دَوسی نوجوان کے حصہ میں آچکا۔)

(تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۲۶۶ ـ الاصابہ ج ۴ ص ۲۰۸، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۱۱ ـ فتح الباری ج ۱ ص ۲۲۶)

ایک دفعہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دوسرے صحابی سے ملے تو ان سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گزشتہ رات عشاء کی نماز میں کونسی سورۃ پڑھی تھی۔

انہوں نے جواب دیا، مجھے پتہ نہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ نے پوچھا، کیا تم نماز میں شریک نہیں تھے؟

انہوں نے کہا، شریک تو تھا۔

حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا:— "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں سورۃ تلاوت فرمائی تھی۔"

(ابن عساکر جلد ۷، ۴ ص ۴۸۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حفظِ احادیث کو عبادت کا درجہ دیتے تھے اور صرف ان کے ایک دفعہ سن لینے ہی کو کافی نہیں

marfat.com

سمجھتے تھے بلکہ ان کا اعادہ و تکرار بھی کثرت سے کرتے رہتے تھے۔ خود فرماتے ہیں:

"میں نے رات کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ ایک تہائی میں نماز پڑھتا تھا، ایک تہائی میں آرام کرتا تھا اور ایک تہائی میں احادیث کا دَور کیا کرتا تھا۔"

(سُنَن دارمی ج ۱ صفحہ ۸۲)

اپنے قوی حافظہ اور مسموع احادیث کے اعادہ و تکرار کی بدولت وہ صحابۂ کرام میں سب سے بڑھ کر حافظِ حدیث ہو گئے تھے۔ ان کے مشہور شاگرد حضرت ابو صالح السمّانؒ کا یہ قول بہت مشہور ہے کہ:

"ابو ہریرہؓ تمام صحابہؓ میں سب سے بڑے حافظِ حدیث تھے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ وہ صحابہ میں سب سے افضل ہیں میرا مطلب یہ ہے کہ وہ حفظِ حدیث میں سب سے بڑھ گئے تھے۔"

(تذکرۃ الحفّاظ جلد ۲ صفحہ ۳۴، الاصابہ ج ۴ صفحہ ۲۰۵)

حافظہ کا امتحان

امیر معاویہ رَضِیَ اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت میں امیرِ مدینہ مروان بن الحکم نے حفظِ حدیث کے معاملے میں حضرت ابو ہریرہؓ کا امتحان لینا چاہا۔ اس کے لیے اس نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ اپنے معتمد یا کاتب ابو الزعیزعہ کو پردے کے پیچھے بٹھا دیا اور اسے حکم دیا کہ میں ابو ہریرہؓ سے جو احادیث پوچھوں اور وہ جس طرح انہیں روایت کریں تم ان کو لکھتے جانا۔

پھر اس نے حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہ تعالیٰ عنہ کو بُلا کر حدیثیں پوچھنی شروع کیں۔ وہ بیان کرتے جاتے تھے اور ابو الزعیزعہ ان سے درپردہ لکھتا جاتا تھا۔

marfat.com

ابوالزعیزعہ کا بیان ہے کہ ایک سال گزرنے کے بعد مروان نے ابوہریرہؓ کو پھر بُلایا اور مجھے پسِ پردہ بٹھا دیا۔ مروان ان سے دوبارہ وہی احادیث پوچھنے لگا جو پچھلے سال پوچھ چکا تھا اور جنہیں میں نے لکھ لیا تھا۔ ابوہریرہؓ جواب دیتے رہے اور میں پچھلے سال کی مکتوبہ احادیث دیکھتا رہا یہاں تک کہ تمام احادیث سن لیں۔ ابوہریرہؓ نے بلاکم وکاست تمام احادیث اسی طرح بیان کیں جس طرح پچھلے سال بیان کر چکے تھے۔ یہاں تک کہ ترتیب میں بھی کوئی فرق نہ آیا۔

ایک روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں، "انہوں نے نہ کوئی زیادتی کی اور نہ کسی کلمہ کو آگے پیچھے کیا"۔ ایک اور روایت میں ہے کہ "انہوں نے ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف نہیں رکھا۔"

(سیر اعلام النبلاء ج ٢ ص ٤٣١ و ٥٩٨ ۔ الاصابہ ج ۴ ص ٢٠٨
البدایہ والنہایہ ج ٨ ص ١٠٦)

marfat.com

بعض احادیث کا اخفاء

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابۂ کرامؓ میں سب سے بڑے راوی حدیث ہیں۔ اس کے باوصف اس حقیقت کو بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ انہوں نے (مجموعی طور پر) جو احادیث رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (یا آپؐ کے بعض صحابہؓ) سے سُنیں، وہ ان کی مرویات کی معلوم اور مشہور تعداد (۵۳۷۴) سے کہیں زیادہ ہیں۔ جو روایات حضرت ابوہریرہؓ نے بیان نہیں کیں ان کی تعداد کسی نے بیان نہیں کی۔ اس سلسلے میں خود حضرت ابوہریرہؓ سے کئی احادیث مروی ہیں لیکن ان میں سے کسی میں بھی اُن احادیث کی معین تعداد نہیں بتائی گئی جن کو انہوں نے بیان نہیں کیا۔

ایک روایت میں کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علم کے دو تھیلے سیکھے (یعنی دو قسم کے علوم حاصل کیے) ایک کو میں نے لوگوں میں پھیلایا اور دوسرے کو اگر میں پھیلاؤں تو میرا یہ نرخرہ کاٹ ڈالا جائے گا۔ (صحیح بخاری باب حفظ العلوم ج/۱ ص۲۳)

ایک اور روایت میں کہتے ہیں کہ:—

"لوگ کہتے ہیں کہ ابوہریرہ زیادہ حدیثیں روایت کرتا ہے۔ اُس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر میں تم لوگوں کو وہ سب کچھ بتا دیتا جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا تو تم مجھے کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر پھینک دیتے اور پھر مجھے آنکھ بھر کر دیکھنا بھی پسند نہ کرتے۔"

(سوانح حضرت ابوہریرہؓ از محمد عجاج الخطیب بحوالہ فتح الباری جلد اص۲۲)

"طبقات ابنِ سعد" میں ہے کہ "حضرت ابوہریرہؓ کہا کرتے تھے کہ

marfat.com

جو کچھ میں جانتا ہوں اگر عوام الناس کو بتا دوں تو وہ میری تکذیب کریں گے کہیں گے کہ ابوہریرہ پاگل ہو گیا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ جو کچھ میرے سینے (پیٹ) میں ہے اگر لوگوں کو بتا دوں تو وہ مجھ پر مینگنیاں پھینکنے لگیں گے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرنے والے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ ابوہریرہ نے سچ کہا، اگر وہ بتا دیتے کہ خانۂ کعبہ کو گرا دیا جائے گا یا جلا دیا جائے گا تو لوگ اس بات کو ہرگز تسلیم نہ کرتے۔

(طبقات ابن سعد جلد ۴ ص۵۷)

حضرت ابوہریرہؓ کے بعض احادیث بیان نہ کرنے کی علماء نے مختلف توجیہات کی ہیں۔ مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی مرحوم سیر الصحابہ (مہاجرین حصہ دوم) میں لکھتے ہیں:

"آپ (حضرت ابوہریرہؓ) کے دامنِ کمال میں جس قدر علمی جواہر تھے، سب عام مسلمانوں میں تقسیم کر دیئے لیکن وہ احادیث جو فتنہ سے متعلق تھیں اور جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی کے طور پر فرمایا تھا، زبان سے نہ نکالیں کہ یہ خود فتنہ کی بنیاد بن جاتیں۔ فرماتے تھے کہ میں نے احادیث نبوی دو ظرف میں محفوظ کی ہیں۔ ایک ظرف کی پھیلائیں اگر دوسرے کو پھیلا دوں تو نرخرہ کاٹ ڈالا جائے۔ (صحیح بخاری کتاب الفتن) صوفیہ کہتے ہیں کہ یہ اسرار توحید کی امانت تھے۔ متکلمین کہتے ہیں کہ وہ اسرارِ دین تھے لیکن محدثین کا فتویٰ یہی ہے کہ وہ فتنہ کی حدیثیں تھیں۔"

(مہاجرین حصہ دوم ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ)

مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب اپنی کتاب "دفاعِ ابوہریرہ" میں

marfat.com

لکھتے ہیں :

"حضرت ابوہریرہؓ کا (بعض روایات) بیان نہ کرنا کتمانِ علم نہیں کیونکہ یہ ایسی روایات تھیں جن کا تعلق فتن اور خاص کر ۶۰ھ ہجری کے بعد رونما ہونے والے واقعات سے تھا۔ اُمت میں مثالی اتفاق واتحاد دیکھ کر اس وقت ان واقعات کی تصدیق کے لیے کوئی تیار نہیں تھا۔ اخوتِ اسلامی کی وجہ سے کوئی شخص یہ تصوّر نہیں کرسکتا تھا کہ صحابۂ رسولؐ کے درمیان بھی اختلافات رونما ہوں گے۔ یہ ایسے امور تھے جو عقل کے ادراک سے بلند و بالا تھے اور پھر ان سے احکام کا تعلق بھی نہیں تھا اس لیے حضرت ابوہریرہؓ نے یہ واقعات بیان نہیں کیے تاکہ جھٹلانے کی نوبت نہ آئے۔" (ص ۱۱۱)

عرب کے فاضلِ شہیر علامہ محمد عجاج الخطیب نے اپنی کتاب "سوانح حضرت ابوہریرہؓ" میں اس موضوع پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ انہوں نے متعدد معتبر کتابوں کے حوالے سے جو کچھ بیان کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے جن باتوں کا اظہار نہیں کیا تھا، ان کا تعلق نہ تو دینی احکام سے تھا اور نہ آداب و اخلاق کے ساتھ۔ بہت ممکن ہے کہ ان کا تعلق علاماتِ قیامت کے ساتھ ہوگا یا ان فتنوں کے ساتھ جو آگے چل کر اُمّت کو پیش آنے والے تھے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اُمراءِ سُوء کے بارے میں کچھ ارشاد فرمایا ہو۔ میرے نزدیک راجح بات یہی ہے کہ ابوہریرہؓ ان باتوں کو چھپاتے تھے اور جان کے خطرہ کے باعث ان کا اظہار نہیں کرتے تھے ——— حضرت ابوہریرہؓ ہمیشہ اس بات کا خیال رکھتے تھے کہ لوگوں کو وہی باتیں بتائی جائیں جو ان کے یہاں جانی پہچانی ہوں۔ اس لیے کہ غیر معروف باتیں بتانے کی صورت میں اس امر

marfat.com

کا خطرہ دامن گیر تھا کہ لوگ ان کو تسلیم نہیں کریں گے اور اس طرح اللہ اور رسولؐ کی تکذیب پر اتر آئیں گے۔

امام بخاریؒ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ لوگوں کو وہی باتیں بتاؤ جن سے وہ شناسا ہوں۔ کیا تم اس بات کو پسند کروگے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی تکذیب کی جائے؟

علامہ محمد عجاج الخطیب نے ان توجیہات کے ضمن میں جن کتابوں کے حوالے دیئے ہیں ان کے نام یہ ہیں: ـــــــ

فتح الباری۔ البدایہ والنہایہ۔ سیر اعلام النبلاء۔ الثقات لابن حبان۔

مفتی غلام الرحمٰن صاحب نے بعض حدیثوں کا حوالہ دے کر یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ: ـــــــ

"ایسی روایات جن کا تعلق احکامِ شریعت سے بالذات نہ ہو اور عوام کے سامنے بیان کرنے سے غلط فہمی کا اندیشہ ہو یا ان روایات کے بیان سے مخاطبین کے قصورِ فہم کی وجہ سے تکذیب اور جھٹلانے کا خطرہ ہو تو ان روایات کا بیان نہ کرنا شرعاً حرام نہیں۔"

فی الحقیقت یہ بحث بہت طویل ہے جس کی یہ کتاب متحمل نہیں ہو سکتی۔ اس لیے اوپر جو کچھ بیان ہوا ہے ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

marfat.com

حدیث کی تحریر وکتابت

منکرین حدیث یا حدیث کے متعلق بے اعتمادی پھیلانے والے لوگ کہتے ہیں کہ احادیث رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے زمانے میں قلمبند نہیں کی گئی تھیں بلکہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان کے لکھنے سے منع فرمایا تھا۔ اپنے موقف کی تائید میں وہ صحیح مسلم کی یہ حدیث پیش کرتے ہیں :-

"حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ مجھ سے (سن کر) کچھ نہ لکھو اور جس نے مجھ سے قرآن کے سوا کچھ لکھا ہے اس کو چاہیے کہ اسے مٹا دے۔ اور مجھ سے (سن کر) حدیثیں دوسروں تک (زبانی) پہنچاؤ اس میں کچھ حرج نہیں اور جو کوئی جان بوجھ کر میری طرف جھوٹی بات منسوب کرے گا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنائے گا۔"

(صحیح مسلم جلد/۲ ص۴۱۴)

لیکن امام بخاریؒ اور بعض دوسرے محدثین نے اس حدیث کو مضطرب[1] یا موقوف[2] قرار دیا ہے۔ اگر اس حدیث کو مضطرب یا موقوف نہیں بلکہ مرفوع اور مستند ہی تسلیم کر لیا جائے تب بھی بہت سی دوسری مستند

---

[1] اگر حدیث کے متن یا اس کی سند میں راویوں کا باہم اختلاف ہو۔ تاخیر و تقدیم کا یا عبارت کی کمی بیشی کا یا تبدیل جگہ وغیرہ کے بارے میں نزاع ہو تو یہ حدیث مضطرب کہلاتی ہے اگر اس میں دفع اختلاف کی کوئی صورت نکل سکتی ہو تو ایسی حدیث لے لی جائے گی ورنہ اس میں توقف کیا جائے گا۔

[2] حدیثِ موقوف وہ ہے جس میں کسی صحابی کے قول یا فعل کا ذکر ہو۔

marfat.com

احادیث کی روشنی میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ کتابتِ حدیث کی ممانعت وقتی اور عارضی تھی جو اُس زمانے میں قرآنِ حکیم کی حفاظت کے سلسلے میں کی گئی تھی۔ کیونکہ اندیشہ تھا کہ نئے نئے لوگ جو ابھی ابھی قرآن سے آشنا ہو رہے ہیں وہ اگر ایک طرف آیاتِ قرآنی کی کتابت کریں گے اور دوسری طرف ارشاداتِ نبوی کی، تو کہیں آیاتِ قرآنی اور ارشاداتِ نبوی کو خلط ملط نہ کر دیں اور اگر خلط ملط نہ کریں تو بھی کسی وقت شک پیدا ہو سکتا ہے کہ کوئی تحریر قرآنِ پاک کی عبارت ہے یا حدیث رسول ؐ —— اسی لیے شروع شروع میں آنحضور صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے کتابتِ حدیث سے منع فرمایا ہوگا مگر جب یہ حالت نہ رہی اور ارشاداتِ نبوی کے آیاتِ قرآنی سے اشتباہ کا اندیشہ نہ رہا تو آپ ؐ نے احادیث لکھنے کی اجازت دے دی۔

اس کی تائید میں بہت سی مستند روایات کتبِ حدیث میں موجود ہیں۔ ان میں سے چند یہ ہیں:

(۱) حضرت عبداللہ ؓ بن عمرو ؓ بن العاص سے روایت ہے کہ میں جو کچھ رسول اللہ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے سنا کرتا تھا اس کو لکھ لیا کرتا تھا۔ بعض اصحاب نے مجھے ایسا کرنے سے منع کیا اور کہا کہ رسول اللہ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّم کبھی رضا کی حالت میں بولتے ہیں اور کبھی غضب کی حالت میں، تم سب کچھ لکھ لیتے ہو۔ اس پر میں نے فیصلہ کیا کہ جب تک رسول اللہ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے پوچھ نہ لوں، آپ ؐ کی کوئی بات نہ لکھوں گا۔ پھر جب میں نے رسول اللہ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے اس کے بارے میں پوچھا تو آپ ؐ نے اپنے منہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا، لکھو اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس منہ سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔

(ابو داؤد ؒ، احمد بن حنبل ؒ، دارمی ؒ، حاکم ؒ، بیہقی ؒ فی المدخل)

marfat.com

(۲) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، قیدوا العلم بالکتاب
(تحریر کے ذریعے علم کی حفاظت کرو)
(جامع بیان العلم لابن عبدالبر ج/۱ ص۷۲ والمحدث الفاصل ص۳۶۸)

(۳) حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث لکھنے کی اجازت چاہی تو آپؐ نے ایسا کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ (جامع ترمذی جلد/۲ ص۱۰۱)

(۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ دیا جس میں حرم مکہ کے احکام اور قتل کے معاملہ میں چند قوانین بیان فرمائے۔ اہل یمن میں سے ایک شخص ابو شاہؓ نے اٹھ کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ احکام مجھے لکھوا دیں۔ آپؐ نے صحابہ کرام کو ہدایت فرمائی! ابو شاہ کے لیے یہ احکام لکھ کر دے دو۔"
(صحیح بخاری کتاب العلم باب کتابۃ العلم ج/۱ ص۲۲)

(۵) حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! ہم آپؐ سے بہت سی چیزیں سنتے ہیں کیا ہم ان کو لکھ لیا کریں آپؐ نے فرمایا، لکھ لیا کرو اس میں کوئی حرج نہیں۔
(مجمع الزوائد ج/۱ ص۱۵۱ بحوالہ طبرانی۔ تدریب الراوی ص۲۸۶ المحدث الفاصل ص۳۶۹)

(۶) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک انصاری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں آپؐ سے احادیث سنتا ہوں مگر مجھے یاد نہیں رہتیں۔ آپؐ

marfat.com

نے فرمایا :—

"اپنے داہنے ہاتھ سے مدد لو اور (یہ فرما کر) آپؐ نے اپنے ہاتھ سے لکھنے کا اشارہ فرمایا۔" (جامع ترمذی صفحہ ۱۰۰)

عہدِ رسالت میں قرآنِ مجید کے علاوہ جو چیزیں لکھی گئیں ان میں سے کچھ کی تفصیل یہ ہے :—

(۱) وہ احادیث جو حضرت علی رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہٗ نے لکھ کر اپنے پاس محفوظ کرلیں۔ (صحیحین۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ احمد بن حنبل)

(۲) وہ مکاتیب جو رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے مختلف حکمرانوں اور رئیسوں کو لکھے تھے۔ (صحیح بخاری۔ تذکرۃ الحفاظ)

(۳) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہٗ کا لکھا ہُوا مجموعۂ احادیث "الصادقہ" جس میں ایک ہزار حدیثیں تھیں۔

(بخاری۔ الاصابہ۔ تہذیب التہذیب۔ طبقات ابن سعد)

(۴) فتح مکہ کا خطبہ جو حضورؐ نے حضرت ابوشاہؓ کو لکھوا کر دیا تھا۔

(صحیح بخاری)

(۵) کتاب الصدقہ۔ فریضۂ زکوٰۃ سے متعلق شریعت کے احکام جو حضورؐ نے ایک دستاویز میں تفصیلی طور پر املا کروائے تھے۔

(سُنَنِ ابی داؤد)

(۶) مختلف صوبوں کے عُمّال کو تحریری ہدایات (مختلف کُتُبِ حدیث)

(۷) بارگاہِ رسالت میں حاضر ہونے والے مختلف وفود کو تحریری ہدایات (مختلف کُتُبِ حدیث)

(۸) صلحنامۂ حدیبیہ۔

(۹) وہ معاہدات جو آپؐ نے اہلِ نجران اور بعض دوسرے قبائل کے

marfat.com

کے ساتھ تحریری طور پر کیے۔ (طبقات ابن سعد، الاستیعاب، البدایہ والنہایہ وغیرہ)

(۱۰) صحیفہ عمرؓ و بن حزم۔ وہ فرمان جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ و بن حزم انصاری کو یمن کا حاکم مقرر کرتے وقت ان کو دیا۔ اس میں فرائض، صدقات، صلوٰۃ، دیات، طلاق، عتاق وغیرہ کے احکام تھے۔ (مُسندِ احمد، مستدرکِ حاکم، کنز العمال وغیرہ)

(۱۱) فہرست صحابہ جس میں پندرہ سو صحابہ کے نام تھے۔ (تاریخ علم حدیث بحوالہ بخاری)

(۱۲) حضرت ضحاکؓ بن سفیان کے پاس حضورؐ کی تحریر کرائی ہوئی ایک ہدایت جس میں بیوی کو مقتول شوہر کی دیت دلانے کا حکم تھا۔ (ابوداؤد۔ دار قطنی)

اوپر ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے اس میں بہت کچھ اضافہ کی گنجائش ہے لیکن ہمارے خیال میں اتنے ہی شواہد یہ ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں کہ احادیث نبویؐ کی تحریر و کتابت اور تدوین کا کام عہدِ رسالت ہی میں شروع ہو چکا تھا۔ آپؐ کے بعد بھی صحابۂ کرامؓ نے یہ کام جاری رکھا۔ ان کے بعد تابعین، تبع تابعین اور بعد کے ادوار میں بھی تدوینِ حدیث پر مسلسل کام کیا جاتا رہا۔ بعض لوگوں کا دعویٰ کہ یہ کام تیسری صدی ہجری سے قبل شروع نہیں ہو سکا تھا، بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔

مرویاتِ ابی ہُریرہؓ کی کتابت

سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار ان صحابۂ کرامؓ میں ہوتا ہے جنہوں نے ارشاداتِ نبوی لوگوں کو نہ صرف (اپنی زبان سے) سنائے بلکہ ان کو معرضِ تحریر میں لا کر محفوظ بھی کیا۔ شروع میں (یا عہدِ رسالت میں اپنے حافظے پر بھروسا کر کے) انہوں نے احادیث قلمبند نہیں کیں جیسا کہ صحیح بخاری کی اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے:

marfat.com

"حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے صحابہ میں مجھ سے زیادہ روایت کرنے والا کوئی نہیں البتہ عبداللہ بن عمرو (بن العاص) نے بہت احادیث روایت کی ہیں کیونکہ وہ لکھتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔"

(صحیح بخاری جلد ۱ صـ۲۲)

یہاں یہ اِشکال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عنہ سے مروی احادیث کی تعداد صرف سات سو ہے جبکہ حضرت ابوہریرہؓ کی مرویات کی تعداد پانچ ہزار تین سو چوہتر ہے۔ پھر انہوں نے یہ کیوں کہا کہ عبداللہ بن عمروؓ مجھ سے زیادہ احادیث روایت کرنے والے تھے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے "فتح الباری" میں اس اشکال کے متعدد محققانہ جواب دیئے ہیں۔ ان میں ایک یہ ہے کہ ——

"حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عنہ عبادت میں زیادہ مشغول رہتے تھے۔ تعلیم اور بیانِ حدیث کا موقع کم ملتا تھا، نیز مصر اور طائف میں ان کا زیادہ قیام رہا جو طالبانِ حدیث کے مرجع نہ تھے۔ بخلاف ازیں حضرت ابوہریرہؓ کا زیادہ تر قیام مدینہ منوّرہ میں رہا جو مسلمانوں کا مرکز و مرجع ہے اس لیے حضرت ابوہریرہؓ کو حدیث کی نشرواشاعت کے زیادہ مواقع ملے۔"

اکثر علماء نے حافظ ابن حجرؒ کی توجیہ سے اتفاق کیا ہے۔ اس ضمن میں عصرِ حاضر کے یگانۂ روزگار عالم مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ

"یہ بات حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عنہ نے اپنے خیال اور تخمینہ کے اعتبار سے کہی ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اُمّتِ محمدیہ کو حضرت ابوہریرہؓ سے زیادہ احادیث ملی ہیں اور یہ بھی ممکن

marfat.com

ہے کہ ذخیرۂ حدیث حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے پاس زیادہ ہو مگر روایت کی نوبت ان کو کم آئی اور خود زیادہ روایت نہیں کی۔ قلتِ روایت اس کی دلیل نہیں کہ آپ کے پاس ذخیرۂ حدیث کم تھا۔ چنانچہ خلفاء اربعہ خصوصاً صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ جو اوّل المؤمنین ہیں، خلوت و جلوت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس طرح ہمیشہ مصاحب رہے کہ یارِ غار ایک محاورہ ہی بن گیا۔ کیا ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات و واقعات کم پہنچے ہوں گے۔ اس کا ایک منٹ کے لیے بھی تصوّر نہیں کیا جا سکتا۔"

(فضل الباری جلد ۲ صفحہ ۱۴۸)

اب رہا یہ سوال کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی مرویّات کب اور کیسے معرضِ تحریر میں آئیں۔ تو اس بات کے ٹھوس شواہد موجود ہیں کہ ان مرویّات کا بیشتر حصہ ان کی زندگی ہی میں معرضِ تحریر میں آچکا تھا۔ اربابِ علم نے عام طور پر یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ یہ احادیث عہدِ رسالت کے بعد لکھی گئیں۔ اس بارے میں اختلاف ہے کہ یہ تمام احادیث حضرت ابوہریرہؓ نے خود اپنے ہاتھ سے لکھیں یا اپنے شاگردوں کو املا کرائیں۔ صورتِ حال کچھ بھی ہو یہ بات ثابت ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی بہت سی مرویات ان کی زندگی ہی میں تحریری شکل میں محفوظ ہو چکی تھیں۔

حضرت ابوہریرہؓ کے ایک شاگرد حسن بن عمروؒ کے بیٹے فضل بن حسنؒ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد حسن بن عمرو نے ایک حدیث حضرت ابوہریرہؓ سے سُنی تھی۔ کچھ عرصہ کے بعد ایک دفعہ میرے والد نے وہ حدیث حضرت ابوہریرہؓ کو سنائی۔ انہوں نے اس سے لاعلمی ظاہر کی۔[۱]

---

[۱] یہاں یہ اِشکال پیدا ہوتا ہے کہ دُعائے رسولؐ کی بدولت حضرت ابوہریرہؓ

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

marfat.com

حسن نے کہا کہ بہت دن ہوئے میں نے یہ حدیث آپ ہی سے سُنی تھی۔ انہوں نے فرمایا، اگر یہ حدیث تم نے مجھ سے سُنی ہے تو میرے پاس ضرور لکھی ہوئی ہوگی۔ یہ کہہ کر وہ حسن کو اپنے گھر لے گئے، اور ایک کتاب نکالی جس میں حدیثیں لکھی ہوئی تھیں۔ ان حدیثوں میں وہ حدیث بھی موجود تھی جو میرے والد نے ان کو سنائی تھی۔ حضرت ابوہریرہؓ نے اس کو دیکھ کر فرمایا، میں نے تم سے کہا نہیں تھا کہ اگر یہ حدیث تم نے مجھ سے سُنی ہے تو میرے پاس ضرور لکھی ہوئی ہوگی۔" (مستدرک حاکم ج ۳ ص۵۱۱)

حافظ ابن حجرؒ نے "فتح الباری" میں حسن بن عمروؒ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے اور احادیث نبوی کی کئی کتابیں دکھا کر فرمایا کہ دیکھو یہ احادیث میرے پاس لکھی ہوئی موجود ہیں۔

(فتح الباری ج/۱ ص۱۴۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد حضرت بشیر بن نہیکؒ کا بیان ہے کہ:

"میں حضرت ابوہریرہؓ سے جو حدیثیں سنتا تھا ان کو لکھ لیتا تھا۔ پھر جب میں نے ان سے رخصت ہونے کا ارادہ کیا تو اس کتاب کو لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوا، اس کو ان کے سامنے پڑھ

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ)

کو تو نہ بھولنے والا حافظہ عطا ہوا تھا پھر انہیں یہ حدیث کیسے بھول گئی۔ بعض علماء نے اس کی یہ توجیہ کی ہے کہ جہاں تک نفسِ حدیث کا تعلق ہے تو یہ انہیں یاد تھی اسے انہوں نے کسی وقت سنایا بھی اور تحریری شکل میں بھی محفوظ کر لیا۔ بعد میں تقاضائے عمر کے سبب سے انہیں یاد نہ رہا کہ حدیث انہوں نے سنائی یا نہیں۔ بہرصورت ایسا کوئی شاذ واقعہ اس امر کے متناقض نہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی حافظہ عطا کیا تھا۔

marfat.com

کر سُنایا اور پھر ان سے پوچھا کہ یہ سب وہی حدیثیں ہیں جو میں نے آپ سے سُنی ہیں۔ انہوں نے کہا، ہاں۔

(سُنَنِ دارمی باب من رخص کتاب العلم)

ایک اور روایت میں حضرت بشیر بن نہیک رح کا بیان اس طرح نقل ہوا ہے کہ:

"میں حضرت ابوہریرہ رض سے حدیث کی کتابیں عاریتاً لے کر نقل کرتا تھا۔ نقل سے فارغ ہو کر ان کو سب سنا دیتا تھا اور سُنانے کے بعد عرض کرتا تھا کہ میں نے جو سنایا ہے وہ سب آپ نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ سے سُنا ہے؟ وہ فرماتے تھے کہ ہاں۔

(طحاوی ج/۲ صـ۳۸۵)

صحیفۂ ہمام بن مُنَبِّہ

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عنہُ کے ایک شاگرد حضرت ہمّام بن مُنَبِّہ تھے۔ انہوں نے اپنے استادِ گرامی سے جو حدیثیں سُنیں انہیں لکھ کر ایک رسالہ میں جمع کیا جس کا نام "الصحیفۃ الصحیحۃ" رکھا۔ اب یہ "صحیفۂ ہمّام بن مُنَبِّہ" کے نام سے مشہور ہے۔ اس کا مکمل مَتن امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "مُسنَد" میں شامل کر لیا ہے۔

حافظ ابنِ حجر رح نے "تہذیب التہذیب" میں لکھا ہے کہ شیخین

لہ حضرت ہمّام بن مُنَبِّہ کا شمار تابعین میں ہوتا ہے۔ وہ یمن کے رہنے والے تھے۔ ۴۰ سنہ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۳۱ سنہ ھ میں فوت ہوئے۔ آغازِ شباب میں مدینۂ مُنوّرہ پہنچے اور ایک مدت تک حضرت ابوہریرہ رض کی خدمت میں رہ کر ان سے اکتسابِ فیض کیا۔

marfat.com

(امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ) نے بھی متفرق طور پر اس سے روایات لی ہیں۔ اس صحیفے کا اصل مسودہ صدیوں تک گوشۂ خمول میں پڑا رہا۔ ۱۳۷۳ھ (مطابق ۱۹۵۴ء) میں اس کے دو قلمی نسخے دمشق اور برلن کی لائبریریوں میں دریافت ہوئے۔ پھر اس کا تیسرا مخطوطہ دارالکتب المصریہ میں دریافت ہوا۔ پہلے دو مخطوطے دریافت کرنے کا سہرا عالمِ اسلام کے نامور محقق ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے سر ہے۔ انہوں نے ان دونوں مخطوطوں میں کمال درجے کی مشابہت پائی اور پھر انہیں ایک تفصیلی تعارف کے ساتھ حیدر آباد (دکن) سے شائع کر دیا۔ ڈاکٹر صاحب موصوف کا بیان ہے کہ میں نے ان دونوں مخطوطوں کے متون کا مقابلہ "مسندِ امام احمد" میں ملنے والے متن سے بھی کیا اور ان دونوں متون کے درمیان کوئی بھی حقیقی اور واقعی اختلاف یا فرق نہیں پایا۔ چند مقامات پر معمولی سا لفظی اختلاف ہے جس کی کوئی اہمیت نہیں۔ "صحیفۂ ہمام بن منبہ" میں ایک سو اڑتیس ۱۳۸ احادیث ہیں۔ ان کو ہمامؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے، ہمام سے معمر بن راشد نے اور معمر بن راشد سے عبدالرزاقؒ نے روایت کیا ہے۔ اس سلسلۂ سند کو اصح الطرق میں شمار کیا گیا ہے۔

مُسندِ ابی ہریرہؓ

۲۸۵ھ ہجری میں ابو اسحاق ابراہیم بن اسحاق بن ابراہیم بن عبداللہ نے متعدد صحابۂ کرامؓ کی مرویات مسانید کی شکل میں مرتب کیں۔ ان صحابۂ کرامؓ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل تھے۔ چنانچہ ان کی مرویات ابو اسحاق ابراہیمؒ کی مرتب کردہ "مسندِ ابی ہریرہ" میں بھی موجود و محفوظ ہیں۔

marfat.com

حضرت ابوہریرہؓ کی روایات میں اَصَحُّ الطُّرُق

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی روایات جن واسطوں سے ہم تک پہنچی ہیں ان میں سے آٹھ نو واسطوں کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ یعنی ان روایات کے سلسلۂ سند کو مستند یا صحیح ترین سمجھا جاتا ہے اور علم الدرایۃ اور اسماء الرّجال کی روشنی میں ان احادیث کو اعلیٰ اور عمدہ مقام اور مرتبہ کی حامل قرار دیا جاتا ہے۔ ان مستند واسطوں (اَصَحُّ الاسانید یا اَصَحُّ الطُّرُق) کی تفصیل یہ ہے:

مالکؒ عن زُہریؒ عن سعید بن المُسَیَّبؒ عن ابوہریرہؓ

سفیانؒ بن عیینہ عن زُہریؒ عن سعید بن المُسَیَّب عن ابی ہریرہؓ

معمرؒ عن زُہریؒ عن سعید بن المُسَیَّبؒ عن ابی ہریرہؓ

معمرؒ عن ہمّامؒ بن منبہ عن ابی ہریرہؓ

حمادؒ بن زید عن ایوبؒ عن محمد بن سیرینؒ عن ابی ہریرہؓ

اسمٰعیل بن ابی الحکمؒ عن عبیدہؒ بن سفیان الحضرمی عن ابی ہریرہؓ

(مُسندِ احمد ج۔ ۱ صفحہ ۱۴۹۔۱۵۰)

سلیمان بن داؤدؒ کے نزدیک حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہ تعالیٰ عنہٗ کی روایات میں اَصَحُّ الاسانید حسبِ ذیل ہیں:

یحییٰ بن ابی کثیرؒ عن ابوسلمہؒ عن ابی ہریرہؓ

ابوالزّنادؒ عن اعرجؒ عن ابی ہریرہؓ

زُہریؒ عن سعیدؒ بن المُسَیَّبؒ عن ابی ہریرہؓ

ابن عونؒ عن محمد بن سیرینؒ عن ابی ہریرہؓ

ایوبؒ عن محمد بن سیرینؒ عن ابی ہریرہؓ

(سوانح حضرت ابوہریرہؓ بحوالہ الکفایہ صفحہ ۳۹۸۔ تدریب الراوی صفحہ ۳۶ توضیح الافکار ج۔۱ صفحہ ۳۵)

marfat.com

محدّث ابن المدینی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ کی روایات کی صحیح ترین سند یہ ہے:

حمادؒ بن زید عن ایوبؒ عن محمد بن سیرینؒ عن ابی ہریرہؓ

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مرویات ابی ہریرہؓ میں سب سے معتبر سلسلۂ سند وہ ہے جو محمد بن سیرینؒ کے واسطے سے نقل ہوا ہو۔ اس کے بعد وہ ہے جو سعید بن المسیّبؒ کے واسطے سے ہم تک پہنچا ہو۔

امام المدینیؒ اور ابن معینؒ نے حضرت ابوہریرہؓ کے ان آٹھ شاگردوں کو اعلیٰ ترین مقام و مرتبہ کا حامل قرار دیا ہے:-

محمد بن سیرینؒ، سعید بن المسیّبؒ، ابوسلمہؒ بن عبدالرحمٰنؒ بن عوف، عبدالرحمٰنؒ بن ہرمز المعروف الاعرج، ابو صالحؒ المقبریؒ، ابورافعؒ، طاؤسؒ۔

امیرالمؤمنین فی الحدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جن صحابۂ کرامؓ کے واسطے سے حضرت ابوہریرہؓ کی روایات نقل کی ہیں وہ حضرت انسؓ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔ ان کے علاوہ انہوں نے تقریباً ستاون ایسے تابعین عظام کے واسطے سے مرویات ابی ہریرہ نقل کی ہیں جو ان کی شرائط پر پورے اترتے تھے۔ انہوں نے "مالکؒ عن ابی الزّناد عن الاعرج عن ابی ہریرہؓ" کے سلسلۂ سند کو خاص اہمیت دی ہے۔

سطورِ بالا کا یہ مطلب نہیں کہ جن واسطوں کو اَصَحُّ الطُّرُق سمجھا جاتا ہے ان کے علاوہ جن واسطوں سے روایات ہم تک پہنچی ہیں وہ قابلِ اعتبار نہیں ہیں۔ ان میں سے بھی زیادہ تر روایات صحیح ثابت ہوئی ہیں البتہ بعض جرح و تعدیل کی کسوٹی پر پوری نہیں اتریں اس لیے ضعیف قرار دی گئیں یا ان کی نسبت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے غلط یا مشکوک ہے۔

marfat.com

حضرت ابوہریرہؓ بحیثیتِ مفتی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، صرف ایک عظیم راویٔ حدیث ہی نہیں تھے بلکہ اپنے دَور کے اکابر علماء میں شمار ہوتے تھے۔ حافظ ذہبیؒ کا قول ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ علم کا ظرف تھے اور صاحبِ فتویٰ ائمہ کی جماعت میں بلند پایہ رکھتے تھے۔

(تذکرۃ الحفاظ ج۔ ۱ ص۲۸)

ایک اور روایت میں زیاد بن میناؒ کا یہ بیان نقل کیا گیا ہے کہ ابنِ عباسؓ، ابنِ عمرؓ، ابوسعید خدریؓ، حضرت جابر بن عبداللہؓ، حضرت ابوہریرہؓ اور بعض دوسرے صحابۂ کرام مدینہ میں فتویٰ دیا کرتے تھے۔

(سیر اعلام النبلاء جلد ۲ ص۴۳۷)

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتویٰ دینے میں خاصے محتاط تھے اس لیے ان سے کچھ زیادہ فتاویٰ منقول نہیں ہیں۔ اور وہ صاحبِ افتاء صحابہ کے طبقۂ متوسط میں شمار ہوتے ہیں۔

ابنِ حزمؒ کا قول ہے کہ:

”حضرت ابوبکر صدیقؓ، اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ سلمہؓ، حضرت انسؓ بن مالک، حضرت ابوسعید خدری، حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت عثمانؓ بن عفان اُن صحابہ میں شمار کیے جاتے ہیں جو فتویٰ دینے میں متوسط تھے۔“

(اعلام الموقعین جلد/۱ ص۱۲)

مختصر یہ کہ حضرت ابوہریرہؓ کا بہت سے اکابر صحابہ کی موجودگی میں فتویٰ دینا قوی شواہد سے ثابت ہے۔ ایک روایت کے مطابق وہ سالہا سال تک دینی مسائل میں فتویٰ دیتے رہے حالانکہ اس وقت اکابر صحابہ کی ایک

marfat.com

معقول تعداد بقیدِ حیات تھی۔

علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "سیرۃ عائشہ رض" میں لکھتے ہیں :

"مدینہ طیبہ اکابر صحابہ کا مرکز تھا۔ خلافت شیخین تک حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت معاذ بن جبل، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت اُبَیّ بن کعب، حضرت ابوذر، حضرت ابو درداء، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کا شانہ اسلام کے اساطینِ علم و فتویٰ تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں ان میں سے اکثر نے وفات پائی۔ ان کے بعد نوجوان صحابہ رض کا دوسرا دور شروع ہوتا ہے جس کے سرِ عسکر حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت ابوسعید خدری، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم تھے۔"

(سیرۃ عائشہ رض زیرِ عنوان افتاء)

اسی کتاب میں ایک اور جگہ لکھتے ہیں :

"اکابر صحابہ رض کے بعد مدینہ طیبہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رض حضرت عبداللہ بن عباس رض، حضرت ابوہریرہ رض اور حضرت عائشہ رض زیادہ تر یہی چار بزرگوار فقہ و فتاویٰ کی مجلس کے مسند نشین تھے۔ غیر منصوص احکام کے فیصلہ میں ان چاروں بزرگوں کے پیشِ نظر مختلف اصول تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رض اور حضرت ابوہریرہ رض کا مسلک یہ تھا کہ پیش شدہ مسئلہ کے متعلق اگر کتاب و سنت و اثر سے کوئی جواب معلوم ہو جاتا تو سائل کو بتا دیتے۔ اگر کوئی آیت یا حدیث یا خلفائے سابقین کا اثر معلوم نہ ہوتا تھا

marfat.com

تو خاموش رہ جاتے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ ایسی حالت میں گزشتہ منصوص احکام یا فیصل شدہ مسائل پر ہر جدید مسئلہ کو قیاس کر کے اس کا جواب اپنی عقل کے مطابق جو سمجھ میں آتا بتا دیتے۔ حضرت عائشہؓ کے استنباط کا اصول یہ تھا کہ وہ سب سے پہلے قرآن مجید پر نظر کرتی تھیں اگر اس میں ناکامی ہوتی تو احادیث کی طرف رجوع کرتیں پھر قیاس عقلی کا درجہ تھا۔"

(سیرۃ عائشہؓ زیرِ عنوان فقہ و قیاس)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ میں علمی پندار کا شائبہ تک نہ تھا اور وہ اپنے کسی فتوے کو کبھی اپنی انا کا مسئلہ نہیں بناتے تھے۔ اگر ان کے کسی فتوے پر کسی طرف سے استدراک کیا جاتا اور جس بنیاد پر انہوں نے فتویٰ دیا ہوتا اس کے خلاف کوئی قوی دلیل یا شہادت پیش کر دی جاتی تو وہ اسے خوشدلی سے قبول کر لیتے اور اپنے فتوے سے رجوع کر لیتے تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے وعظ میں بیان کیا کہ اگر ایامِ صوم میں کسی کو صبح نہانے کی ضرورت پیش آجائے (یعنی حالتِ جنابت میں اس کو صبح ہو جائے) تو اُس دن وہ روزہ نہ رکھے۔ لوگوں نے جا کر اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اور اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ سلمہؓ سے اس مسئلہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ کا طرزِ عمل اس کے خلاف تھا۔ لوگوں نے حضرت ابوہریرہؓ کو اُمّہات المؤمنین کے موقف سے آگاہ کیا تو انہوں نے اپنے فتوے سے رجوع کر لیا۔

(صحیح مسلم و مؤطا امام مالکؒ کتاب الصوم)

ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت ابوہریرہؓ کو حضرت عائشہؓ اور حضرت اُمّ سلمہؓ کے موقف سے آگاہ کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ مجھ سے بہتر جانتی ہیں۔ میں نے یہ حدیث خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

marfat.com

سے نہیں سنی بلکہ فضل بن عباسؓ[1] سے سنی تھی۔ گویا حضرت فضلؓ سے سنی ہوئی حدیث کی بناء پر انہوں نے فتویٰ دیا تھا جس سے رجوع کر لیا کیونکہ اُمّہات المؤمنینؓ کی شہادت بہرصورت حضرت فضلؓ بن عباسؓ کی روایت سے زیادہ معتبر تھی۔

بعض فقہاء نے حضرت فضلؓ بن عباسؓ کی روایت کی یہ توجیہ کی ہے کہ شروع میں یہی حکم تھا لیکن بعد میں منسوخ ہو گیا۔ حضرت فضلؓ کو اس نسخ کا علم نہ تھا اس لیے انہوں نے یہ حکم حضرت ابوہریرہؓ کے سامنے بیان کر دیا۔ ان کو بھی اس حکم کے منسوخ ہونے کا علم نہ تھا اس لیے اسی کے مطابق فتویٰ دیا۔ جب اُمّہات المؤمنینؓ کے ذریعے صحیح صورتِ حال سامنے آئی تو انہوں نے بلا تامل اپنے فتوے سے رجوع کر لیا۔

(سوانح حضرت ابوہریرہؓ از محمد عجاج الخطیب
بحوالہ اخبار اہل الرسوخ فی الفقہ والتحدیث ص۲۹ بقدار منسوخ من الحدیث)

---

[1] حضرت ابومحمد فضل بن عباسؓ، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے۔ غزوۂ بدر سے پہلے مشرف بہ اسلام ہوئے اور فتح مکہ سے چند دن پہلے اپنے والد بزرگوار حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کے ساتھ ہجرت کی۔ سب سے پہلے غزوۂ فتح مکہ میں شریک ہوئے، اس کے بعد غزوۂ حنین میں دادِ شجاعت دی۔ حجۃ الوداع میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب تھے۔ اور آپؐ کی سواری پر سوار تھے اس لیے "ردفِ رسول اللہ" یعنی "ہم رکابِ رسول اللہ" کے لقب سے مشہور ہو گئے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رخصت ہوئے تو آپؐ کو غسل دینے والوں میں حضرت فضلؓ بھی شامل تھے۔ امام بخاریؒ کے قول کے مطابق انہوں نے اجنادین کے معرکے میں شہادت پائی۔ اپنے پیچھے صرف ایک لڑکی "اُمِ کلثوم" چھوڑی۔
نہایت حسین و جمیل تھے۔ ان سے ۲۴ احادیث مروی ہیں۔

marfat.com

حضرت ابوہریرہؓ کی فقاہت

سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت و کردار پر متقدمین اور متاخرین (ارباب علم) نے بہت کچھ لکھا ہے۔ ان میں سے بعض نے ان کی فقاہت کے بارے میں طویل بحثیں کی ہیں۔ کچھ نے تو ان کو بلند پایہ فقیہ قرار دیا ہے اور بعض نے ان کے فقیہ ہونے سے انکار کیا ہے۔ ہمارے نزدیک مناسب یہ ہے کہ اس بحث میں الجھنے کے بجائے راہِ اعتدال اختیار کی جائے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ ابوہریرہؓ دینی مسائل میں فتویٰ دیا کرتے تھے اور بعض مواقع پر انہوں نے قاضی کے فرائض بھی انجام دیئے تو پھر ان کے فقیہ ہونے سے یکسر انکار کرنے کا کوئی جواز نہیں، البتہ یہ بات تسلیم کی جا سکتی ہے کہ وہ حضرت عبداللہؓ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ جیسے فقہاء صحابہؓ کے ہم پلہ فقیہ نہیں تھے۔ یا یوں کہہ لیجئے کہ ان کو فقیہ ہونے کی حیثیت سے وہ شہرت حاصل نہیں ہوئی جو بعض دوسرے فقہاءِ صحابہؓ کو حاصل ہوئی۔

حافظ ابنِ قیمؒ نے فقہاءِ صحابہؓ کی جو فہرست مرتب کی ہے اس میں انہوں نے حضرت ابوہریرہؓ کا نام طبقۂ ثانیہ میں پیش کیا ہے۔

(اعلام الموقعین ج/۱ صـ۳۵)

مولانا سید سلیمان ندویؒ "سیرۃ عائشہؓ" لکھتے ہیں:

"مکثرینِ روایت میں جن سات بزرگوں (حضرت ابوہریرہؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت جابر بن عبداللہؓ، حضرت انسؓ بن مالک، اُمّ المؤمنین حضرت عائشہؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ) کے نام داخل ہیں۔ ان میں پانچ اصحاب اصولیین کے نزدیک صرف روایت کش سمجھے جاتے ہیں

marfat.com

ان کا شمار فقہائے صحابہ میں نہیں ہے۔ چنانچہ روایت کا جو ذخیرہ اس وقت ہمارے پاس موجود ہے اس میں حضرت ابوہریرہؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت انسؓ بن مالک، حضرت جابرؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ سے کوئی فقہی اجتہاد اور قرآن و سنت سے کسی غیر منصوص مسئلہ کا استنباط ثابت نہیں۔"

(سیرۃ عائشہؓ زیر عنوان حدیث)

اس میں کوئی شک نہیں کہ اصولِ فقہ کی بعض کتابوں میں جن صحابۂ کرامؓ کو فقہاء میں شمار نہیں کیا گیا، ان میں حضرت ابوہریرہؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت انسؓ بن مالک، حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ اور حضرت ابوسعید خدریؓ بھی شامل ہیں لیکن دوسری طرف اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جمہور علماءِ اہلِ سنت کا ان بزرگوں کی جلالتِ علمی پر اتفاق ہے اور کتبِ سیر میں ان کی فقاہت کا برملا اعتراف کیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا تو لقب ہی "فقیہ الامت" ہے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ کو اپنے دور کا بہت بڑا فقیہ سمجھا جاتا تھا، حضرت انسؓ بن مالک فقہ و اجتہاد میں درجۂ کمال پر فائز تھے۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ تفسیر حدیث اور فقہ میں مہارتِ تامہ رکھتے تھے۔ اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیسیوں فقہی احکام و مسائل مروی ہیں۔ یہ تمام اصحاب سالہا سال تک درس و افتاء کی مسندوں پر رونق افروز رہے۔ ان کے تراجم میں مختلف قسم کے مسائل میں قرآن و سنت سے استنباط کی مثالیں بھی موجود ہیں اور فقہی اجتہاد کی بھی۔ اس لیے ان اصحاب کو فقیہ تسلیم نہ کرنا انصاف سے بعید ہے۔ جو اصولیین ان کو غیر فقیہ قرار دیتے ہیں ہم آنکھیں بند کر کے ان کی رائے قبول کرنے کے مکلف نہیں ہیں۔ اگر یہ بزرگ کسی سائل کے استفتاء کے جواب میں سکوت اختیار کرتے تھے یا انہیں کسی دوسرے

marfat.com

صحابی (یا صحابیہ) کے پاس بھیج دیتے تھے تو اس کی کئی وجوہ ہو سکتی ہیں مثلاً وہ پیش شدہ مسئلہ کے تمام پہلوؤں کے بارے میں اتنا علم یا معلومات نہیں رکھتے تھے کہ سائل کو مطمئن کر سکیں۔ یہ ان کی عظمت کی دلیل تھی کہ اپنے آپ کو "ہمہ دان" ثابت کرنے کی کبھی کوشش نہیں کرتے تھے اور جس مسئلہ کے بارے میں پورا علم نہ ہو، اس میں فتوٰی صادر کرنے سے احتراز کرتے تھے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس مسئلہ کے حل کے لیے اپنے ہمعصر کسی دوسرے صحابی یا صحابیہ کو موزوں سمجھتے ہوں اس لیے سائل کو ان کے پاس بھیج دیتے ہوں۔ یہاں یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ بعض صحابہ کسی خاص علم میں خصوصی مہارت رکھتے تھے اور اس علم سے متعلقہ مسائل میں لوگ ان کو حجت (AUTHORITY) تسلیم کرتے تھے۔ مثلاً حضرت زیدؓ بن ثابت انصاری علم الفرائض میں، اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ، علم اسرار الدین اور فقہ و قیاس میں، حضرت عبداللہ بن عباسؓ تفسیرِ قرآن میں وغیرہ وغیرہ۔ اگر کسی صاحبِ افتاء صحابی نے خود کسی مسئلہ میں فتوٰی دینے کے بجائے سائل کو کسی دوسرے صحابی (یا صحابیہ) کے پاس بھیج دیا۔ تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ خود فقیہ نہیں تھے —— ہمارے خیال میں تو صحابہ کے مبارک دور میں کسی صاحبِ رسولؐ کا مسندِ قضا یا مسندِ افتاء پر بیٹھنا ہی ان کی فقاہت کی سب سے بڑی دلیل تھی۔ آخر ہزاروں دوسرے صحابہ بھی تو موجود تھے وہ کیوں فتوٰی نہیں دیتے تھے؟ یہ درست ہے کہ بعض فقہی مسالک کے علماء نے حضرت ابوہریرہؓ کی بعض احادیث پر عمل کرنے کے بجائے دوسرے صحابہ کی احادیث پر عمل کیا ہے لیکن اس سے بھی یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت ابوہریرہؓ فقیہ نہیں تھے کیونکہ بعض دوسرے مسلّمہ فقہاءِ صحابہ کی بعض احادیث سے بھی اختلاف کیا گیا ہے۔ دراصل ایسے اختلافات کے مختلف اسباب ہیں جن پر بحث کرنا ہمارے موضوع سے خارج ہے۔

marfat.com

حضرت ابوہریرہ رضؓ کا مقام و مرتبہ

پچھلے صفحات میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقام و مرتبہ کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ فی الحقیقت ان کی جلالتِ قدر کے بارے میں اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ وہ خاتم الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور اصحابِ صُفّہ کی مقدس جماعت کے ایک معزز رُکن ہیں۔ صحابۂ کرامؓ وہ نفوسِ قدسی ہیں جن کے بارے میں فرمایا گیا ہے:

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۔ (التوبہ آیۃ ۱۰۰)

ترجمہ (وہ مہاجر اور انصار جنھوں نے سب سے پہلے دعوتِ ایمان پر لبیک کہنے میں سبقت کی نیز وہ جو بعد میں راستبازی کے ساتھ ان کے پیچھے آئے، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے اللہ نے ان کے لیے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہی وہ عظیم الشان کامیابی ہے۔)

سورہ الانفال میں ارشاد ہوا ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۞ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْ

marfat.com

بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ۔

(الانفال آیۃ ۷۴، ۷۵)

ترجمہ (جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑے اور جدوجہد کی اور جنہوں نے پناہ دی اور مدد کی، وہی سچے مؤمن ہیں ان کے لیے خطاؤں سے درگزر ہے اور بہترین رزق ہے اور جو لوگ بعد میں ایمان لائے اور ہجرت کر کے آ گئے اور تمہارے ساتھ مل کر جدوجہد کرنے لگے وہ بھی تم میں شامل ہیں۔)

قرآن حکیم میں اور بھی بہت سے مقامات پر صحابۂ کرام کی تحسین و ستائش کی گئی ہے۔ اسی طرح رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے بھی بے شمار مواقع پر اپنے اصحاب کی تعریف و تحسین فرمائی ہے۔ نیز ارشاد فرمایا ہے کہ جو ان سے محبت رکھتا ہے وہ گویا مجھ سے محبت رکھتا ہے اور جو ان سے بغض رکھتا ہے وہ گویا مجھ سے بغض رکھتا ہے۔ (جامع ترمذی)

جہاں تک شرفِ صحابیت کا تعلق ہے تو یہ سب صحابۂ کرامؓ میں مشترک ہے، البتہ بعض خصائص کے اعتبار سے بعض کو بعض پر فضیلت حاصل ہے۔ اہلِ سُنّت کے نزدیک فضائل و مناقب کے اعتبار سے صحابۂ کرامؓ و صحابیاتؓ کے مدارج کی ترتیب یہ ہے: ——

(۱) خلفائے راشدینؓ (حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمانِ غنیؓ، حضرت علی المرتضیٰؓ) تمام صحابہ سے افضل ہیں۔ ان میں باہمی فضیلت بلحاظ ترتیب خلافت ہے۔

(۲) ازواجِ مطہراتؓ (ان میں حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کو بعض جہتوں کے اعتبار سے دوسری اُمہات المومنینؓ پر فضیلت حاصل ہے۔

(۳) مہاجرین اوّلین —— ان میں باہم ایک کو دوسرے پر فضیلت نہیں دی جا سکتی۔

marfat.com

(۴) اہلِ عَقَبہ ـــــ یعنی وہ انصار جو ہجرتِ نبویؐ سے پہلے مدینہ سے مکّہ آئے اور عَقَبہ کی گھاٹی میں آنحضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسلم کے دستِ مبارک پر بعیت کی۔

ان کے بعد

(۵) اہلِ مشاہد کو درجہ بدرجہ فضیلت حاصل ہے یعنی جو غزوہ پہلے ہوا، اس میں شریک ہونے والے اُن صحابہ سے افضل ہیں جو اس کے بعد کے غزوات میں شریک ہوئے۔

(۶) اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ فتح مکّہ سے پہلے اسلام قبول کرنے والے جملہ صحابۂ کرامؓ اُن تمام صحابہؓ سے افضل ہیں جو فتح مکّہ کے بعد ایمان لائے۔ اس پر نصِ صریح موجود ہے۔ سورۃ الحدید میں ارشاد ہوا ہے:ـــــ

لَا یَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِکَ اَعْظَمُ دَرَجَۃً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ؕ وَکُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی ؕ (آیۃ ۱۰)

ترجمہ (تم میں سے جن لوگوں نے فتح (مکّہ) سے پہلے (راہِ خدا میں مال) خرچ کیے اور جہاد کیا وہ کبھی ان لوگوں کے برابر نہیں ہو سکتے جنہوں نے فتح سے پہلے خرچ اور جہاد کیا ہے اگرچہ اللہ نے دونوں ہی سے اچھے وعدے فرمائے ہیں۔)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہ تعالیٰ عنہٗ نے فتح مکّہ سے پہلے اسلام قبول کیا، اپنے وطن سے ہجرت کی، ایک غلام آزاد کرنے کی صورت میں اپنا مال خرچ کیا اور سب سے پہلے غزوۂ خیبر (محرّم ۷ھ ہجری) میں جہاد فی سبیل اللہ کا شرف حاصل کیا ـــــ ان تصریحات کی روشنی میں قارئین فضائل و مناقب کے اعتبار سے ان کے مقام و مرتبہ کا آسانی سے

marfat.com

تعین کر سکتے ہیں۔

علماء نے قلت و کثرتِ روایت کی بناء پر صحابہ کرامؓ اور صحابیات کے پانچ طبقے قائم کیے ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:

طبقۂ اوّل —— اس میں وہ صحابہ شامل ہیں جن کی روایات ہزار (۱۰۰۰) یا ہزار سے زیادہ ہیں۔

طبقۂ دوم —— اس میں وہ صحابہ شامل ہیں جن کی روایتیں پانچ سو (۵۰۰) یا پانچ سو (۵۰۰) سے زیادہ مگر ایک ہزار سے کم ہیں۔

طبقۂ سوم —— اس میں وہ صحابہ شامل ہیں جن کی روایتیں سو (۱۰۰) یا سو (۱۰۰) سے زیادہ مگر پانچ سو سے کم ہیں۔

طبقۂ چہارم —— اس میں وہ صحابہ شامل ہیں جن کی مرویات کی تعداد چالیس (۴۰) سے سو (۱۰۰) تک ہے۔

طبقۂ پنجم —— اس میں وہ صحابہ شامل ہیں جن کی روایتیں چالیس (۴۰) سے کم ہیں۔

(جب ہم راویانِ حدیث صحابہ کہتے ہیں تو اس میں صحابیات بھی شامل ہوتی ہیں)۔

طبقۂ اوّل میں سات مقدس ہستیاں شامل ہیں تفصیل ملاحظہ ہو:

اسمِ گرامی	تعدادِ مرویات
(۱) حضرت ابوہریرہؓ	۵۳۷۴
(۲) حضرت عبداللہ بن عباسؓ	۲۶۶۰
(۳) اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ	۲۲۱۰
(۴) حضرت عبداللہ بن عمرؓ	۱۶۳۰
(۵) حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ	۱۵۴۰

marfat.com

اسمِ گرامی	تعدادِ مرویات
(۶) حضرت انسؓ بن مالک انصاری	۱۲۸۶
(۷) حضرت ابو سعید خدریؓ	۱۱۷۰

گویا طبقۂ اوّل میں حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہ تعالیٰ عنہٗ کا اسمِ گرامی سرِ فہرست ہے اور یہی ان کی زندگی کا سب سے نمایاں پہلو ہے — بالفاظِ دیگر حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہ تعالیٰ عنہٗ کا شمار محسنِ انسانیت رحمتِ دو عالم صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ان شیدائیوں میں ہوتا ہے جنہوں نے آپؐ کے زیادہ سے زیادہ ارشادات اُمّت تک پہنچائے اور دینِ حنیف کی حفاظت اور اس کی تبلیغ و اشاعت میں اپنی زندگیاں کھپا دیں۔

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہ تعالیٰ عنہٗ کو بارگاہِ نبویؐ میں جو مقام حاصل تھا اور جس طرح آنحضور صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا سحابِ لطف و کرم ان پر جھوم جھوم کر برستا رہتا تھا اس کا ذکر پچھلے صفحات میں آچکا ہے۔ اب ہم چند صُلَحائے اُمّت کی آراء یہاں درج کرتے ہیں جن سے معلوم ہوگا کہ ان بزرگوں کے نزدیک روایتِ حدیث اور علم و فضل میں حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہ تعالیٰ عنہٗ کا کیا مقام و مرتبہ تھا۔

(۱) حضرت طلحہ بن عبید اللّٰہ رَضِیَ اللّٰہ تعالیٰ عنہٗ (یکے از عشرہ مبشّرہ) کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا: —

"اے ابو محمد! کیا یہ یمنی شخص (ابوہریرہ) آپ سے رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ارشادات کے بارے میں زیادہ علم رکھتا ہے۔ ہم تو اس سے ایسی روایات سنتے ہیں جو آپ اصحاب سے نہیں سنتے (کیا اس کی روایتیں واقعی رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی احادیث ہیں یا) کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ اپنی باتیں رسول اللّٰہ

marfat.com

صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے منسوب کر کے بیان کر رہا ہو۔"

حضرت طلحہؓ نے فرمایا:

"خبردار اس نے رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے ایسی روایات سنی ہیں جو ہم نے نہیں سنیں۔" (جامع ترمذی ج ۲ ص۲۴۷)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت طلحہؓ نے فرمایا:

"ابوہریرہ نے رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے جو کچھ سنا وہ ہم نے بھی سنا مگر ہم بھول گئے اور اس نے یاد رکھا۔"

(فتح الباری ج ۸ ص۸۳)

(۲) سلیم بن الاسودؒ کہتے ہیں کہ میں ایک دفعہ مدینہ منورہ آیا۔ وہاں میری ملاقات حضرت ابوایوب انصاریؓ (میزبانِ رسولؐ) سے ہوئی جو حضرت ابوہریرہؓ سے روایات بیان کر رہے تھے۔

میں نے ابوایوبؓ سے کہا، اے ابوایوب! آپ ابوہریرہ سے روایت کر رہے ہیں حالانکہ آپ خود بارگاہِ رسالتؐ میں ایک مقام رکھتے ہیں۔ (اس لیے آپ خود اپنی طرف سے کیوں روایت نہیں کرتے)

حضرت ابوایوبؓ نے فرمایا:

"بے شک ابوہریرہ نے رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے وہ کچھ سنا جو ہم نہ سن سکے۔ میں نے رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے جو احادیث نہیں سنیں، مجھے بہت پسند ہے کہ میں ان کو ابوہریرہ سے روایت کر دوں۔"

(دفاع ابوہریرہؓ از مولانا مفتی غلام الرحمٰن ص۱۰۱

بحوالہ الرد القویم علی المجرم الاثیم ص۲۹۹ از حمود بن عبداللّٰہ)

(۳) فقیہ الامت حضرت عبداللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے کہ:

"ابوہریرہ! آپ ہم سے زیادہ صحبتِ نبوی میں رہے۔ اس لیے

marfat.com

ہم سب سے بڑھ کر حدیث کے عالم ہیں۔"

(ترمذی ج ۲ صہ ۲۲۴ - مستدرک حاکم ج ۳ صہ ۵۱۰)

(۴) سید القرّاء حضرت اُبی بن کعب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ :

"ابوہریرہ بڑے جری تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ باتیں بھی پوچھ لیا کرتے تھے جن کے دریافت کرنے کی ہم کو جرأت نہیں ہوتی تھی۔"

(ترمذی جلد ۲ صہ ۲۲۴، البدایہ والنہایہ ج ۸ صہ ۱۰۸ - الاصابہ جلد ۷ صہ ۲۰۴
فتح الباری ج ۱ صہ ۲۲۵)

(۵) ایک دفعہ ایک شخص نے حبر الامۃ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کوئی مسئلہ دریافت کیا۔ اس وقت حضرت ابوہریرہؓ بھی ان کے پاس موجود تھے۔ حضرت ابن عباسؓ نے حضرت ابوہریرہؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا، اس کو جواب دیجیے، بڑا مشکل مسئلہ آپ سے دریافت کیا گیا ہے۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۲ صہ ۴۳۳، تہذیب التہذیب ج ۱۲ صہ ۲۶۶)

(۶) حبر الامت کاتب الوحی حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی شخص نے کوئی بات پوچھی تو انہوں نے فرمایا، ابوہریرہ کا دامن ہاتھ سے مت چھوڑو (یعنی یہ بات یا مسئلہ ان سے دریافت کرو۔)

(تہذیب التہذیب جلد ۱۲ صہ ۲۶۶، سیر اعلام النبلاء جلد ۲ صہ ۴۳۲)

(۷) محمد بن عمارۃؒ بن حزم کا بیان ہے کہ مجھے ایک مجلس میں جانے کا اتفاق ہوا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اکابر صحابہ موجود تھے اور ابوہریرہ ان کو حدیثیں سنا رہے تھے۔ جب کسی کو حدیث کے الفاظ بھول جاتے تو وہ ابوہریرہ سے دریافت کرتے۔ مجھے اس دن معلوم ہوا کہ ابوہریرہ تمام صحابہ میں عظیم حافظِ حدیث ہیں۔ (فتح الباری ج ۱ صہ ۲۲۵)

marfat.com

(۸) اعمشؒ، ابوصالح السمانؒ سے روایت کرتے ہیں کہ ابوہریرہ تمام صحابہ میں سب سے بڑے حافظِ حدیث تھے۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ ابوہریرہ صحابہ میں سب سے افضل ہیں بلکہ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وہ سب سے بڑھ کر حافظِ حدیث ہیں۔

(تذکرۃ الحفاظ جلد ۲ صفحہ ۳۴، ابن عساکر ج ۴ صفحہ ۴۸۲)

(۹) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ اپنے زمانے میں سب سے بڑے حافظِ حدیث تھے۔

(تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ صفحہ ۳۱)

(۱۰) علامہ ذہبیؒ کا قول ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ علم کا ظرف تھے اور صاحبِ فتویٰ ائمہ کی جماعت میں بلند پایہ رکھتے تھے۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۱ صفحہ ۲۸)

(۱۱) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ سے آٹھ سو اصحابِ علم نے استفادہ کیا۔ وہ اپنے عہد میں سب سے بڑے حافظِ حدیث تھے۔

(تہذیب التہذیب ج ۱۲ صفحہ ۲۶۵، البدایہ والنہایہ ج ۸ صفحہ ۱۰۳
ابن عساکر ج ۴ صفحہ ۴۸۳)

(۱۲) حافظ ابن عبدالبر اندلسیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ اصحابِ رسولؐ میں سب سے بڑے حافظِ حدیث تھے۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ج ۴ صفحہ ۳۱۵)

(۱۳) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: ——

"حضرت ابوہریرہؓ اپنے ہمعصر رواۃ میں سب سے بڑے حافظِ حدیث تھے۔ تمام صحابہ میں کسی نے حدیث کا اتنا ذخیرہ فراہم نہیں کیا۔ اصحابِ رسولؐ میں ان کی کثرتِ روایت پر محدثین کا اتفاق ہے"

(الاصابہ ج ۲ صفحہ ۲۰۴، تہذیب التہذیب ج ۱۲ صفحہ ۲۶۶)

marfat.com

(۱۴) امام ابنِ تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ :

" ابوہریرہؓ تمام اُمّت کے نامور حافظِ حدیث تھے۔ انہوں نے حدیث کی ایسی روایت کی جیسی سُنی۔ (دفاعِ ابوہریرہؓ بحوالہ الرد القویم علی المجرم الاثیم صہ ۲۶)

(۱۵) حافظ ابنِ قیمؒ اپنے شیخ امام ابنِ تیمیہؒ کی رائے کی موافقت کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

" وہ (حضرت ابوہریرہؓ) علی الاطلاق حافظِ اُمّت تھے۔ انہوں نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم سے جو احادیث روایت کی ہیں وہ صحیح ہیں۔"

(دفاعِ ابوہریرہؓ بحوالہ الرد القویم علی المجرم الاثیم صہ ۲۶)

(۱۶) حافظ ابنِ کثیرؒ فرماتے ہیں :

" حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ حفظ و اتقان، امانت و دیانت، زہد و عبادت اور عملِ صالح کا زندہ پیکر تھے۔ انہوں نے بکثرت احادیث روایت کیں۔ ان کا شمار حُفّاظِ حدیث صحابہ کے زُمرہ میں ہوتا ہے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ صہ ۱۱۰)

(۱۷) یحییٰ بن ابی بکر عامریؒ لکھتے ہیں :

" ابوہریرہؓ اصحابِ صُفّہ کے سردار تھے۔ وہ فقر و فاقہ اور صبر میں اپنی مثال آپ تھے۔ ان کو رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم سے بے حد عقیدت اور محبّت تھی۔ انہوں نے آپؐ کے دامنِ اقدس کو کبھی نہ چھوڑا۔ حُضورؐ کی متواتر صحبت اور حفظ و ضبط کے اوصاف کی بنا پر وہ تمام صحابہؓ میں سب سے بڑے حافظِ حدیث تھے۔ وہ ثقہ راوی، عظیم حافظ، ذہین و فطین بلند پایہ مفتی اور صاحبِ قیام و صیام تھے۔" (سوانح حضرت ابوہریرہؓ از محمد عجاج الخطیب بحوالہ الریاض المستطابہ صہ ۲۸)

(۱۸) مشہور مؤرخ ابن العماد حنبلی (متوفی ۱۰۸۹ھ) کا بیان ہے کہ :

" حضرت ابوہریرہؓ بڑے عابدِ شب زندہ دار اور کثرت سے ذکرِ الٰہی کرنے والے تھے۔ اس کے ساتھ اللہ نے ان کو اخلاقِ حسنہ سے بھی نوازا تھا۔ وہ مدینہ کے امیر رہ چکے تھے۔ صحابہ میں عظیم حافظِ حدیث اور کثیر الروایت تھے۔

(سوانح حضرت ابوہریرہؓ از محمد عجاج الخطیب بحوالہ شذرات الذہب ج ۱ صہ ۶۳)

(۱۹) تیسری صدی ہجری کے یگانۂ روزگار مُحدِّث، فقیہ اور مجتہد امام ابوبکر محمد بن اسحٰق بن خزیمہؒ (۲۲۳ - ۳۱۱ ہجری) لکھتے ہیں کہ :

nafat.com

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ احادیث وہی لوگ تسلیم نہیں کرتے جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے اندھا کر دیا ہو اور وہ ان احادیث کے مطالب و معانی سمجھنے سے قاصر ہوں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرویات کے منکرین کی چند قسمیں یہ ہیں: ——

(۱) فرقۂ جہمیہ و معطلہ

(۲) خوارج

(۳) قدریہ (منکرین تقدیر)

(۴) جہلاء —— یہ وہ لوگ ہیں جو جاہل ہونے کے باوجود اپنے آپ کو فقیہ سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگ جب حضرت ابوہریرہؓ کی (بعض) مرویات کو اپنے مسلک کے خلاف دیکھتے ہیں تو ان کو رد کر دیتے ہیں اور حضرت ابوہریرہؓ پر طرح طرح کے اعتراضات کرنے لگتے ہیں اور جب ان کی (بعض) مرویات کو اپنے مسلک کے مطابق پاتے ہیں تو ان کو تسلیم کر لیتے ہیں۔" (مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۵۱۳)

(۲۰) مشہور مصری عالم علامہ محمد عجاج الخطیب اپنی تصنیف "سوانح حضرت ابوہریرہ" کے آخر میں لکھتے ہیں: ——

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام صحابہ میں عظیم ترین حافظ حدیث تھے۔ علم و فضل اور اخلاق میں بہت بلند پایہ تھے۔ آپ نے اپنے حفظ و ضبط اور اتقان کی بدولت اہل اسلام کے لیے ان کے دین کو محفوظ کر دیا۔ اس لیے آپ کا شمار ان اکابر و اعلام صحابہ میں ہوتا ہے جنہوں نے دین حنیف کی حفاظت اور اس کی نشر و اشاعت میں زبردست حصہ لیا اور تاریخ اسلام نے علماء عظام کے زمرہ میں ان کے اسم گرامی کو تاابد محفوظ کر لیا۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

(اردو ترجمہ مولانا غلام احمد حریری مرحوم)

marfat.com

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پر افتراء

سیدنا حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہ تعالیٰ عنہٗ اس اعتبار سے محسن اُمّت ہیں کہ انہوں نے محسنِ انسانیت خیر الخلائق رحمت عالم صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے سب سے زیادہ ارشادات اُمّت تک پہنچائے لیکن افسوس کہ ہمارے درمیان کچھ ایسے گروہ بھی موجود ہیں جو حضرت ابوہریرہؓ کے احسان کا اعتراف کرنے کے بجائے ان کو طرح طرح کے لغو اعتراضات کا نشانہ بناتے رہتے ہیں۔ ان معترضین میں یہ گروہ پیش پیش ہیں۔

(۱) منکرینِ حدیث

یہ لوگ سرے سے حدیث کے قائل ہی نہیں۔ ان میں سے کچھ اپنے آپ کو اہلِ قرآن کہتے ہیں اور کچھ حقیقی مسلمان ہونے کا دعوی کرتے ہیں۔

(۲) بعض قلیل التعداد فرقے

ان کے بیشتر عقائد جمہور مسلمانوں کے عقائد سے مختلف ہیں۔ یہ صرف ان حدیثوں کو مانتے ہیں جو ان کے اپنے عقائد کے موافق ہوں۔

(۳) تجدّد زدہ لوگ

یہ لوگ بظاہر پڑھے لکھے ہیں۔ ان میں سے بعض عالم ہونے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں لیکن فی الحقیقت وہ مغربی افکار ونظریات سے بُری طرح متاثر ہیں اور ان کی تجدّد زدگی نے انہیں راہِ راست سے بھٹکا دیا ہے۔

(۴) منافقین

یہ لوگ بظاہر تو حدیث کو مانتے ہیں لیکن مشغلہ ان کا یہ ہے کہ حدیثوں میں مین میخ نکال کر عامۃ المسلمین کو ان سے مُتنفِّر کرنے کی کوشش کرتے

marfat.com

رہتے ہیں۔ وہ سُنّت یا حدیث کی تشریعی یا آئینی حیثیت کو تسلیم نہیں کرتے
بالفاظِ دیگر وہ حجیّتِ حدیث AUTHORITY OF SUNNAH کے منکر
ہیں اور حدیث کو صرف "تاریخ" کا درجہ دیتے ہیں۔

ان گروہوں کا حضرت ابوہریرہؓ پر سب سے بڑا اعتراض یہ ہے
کہ وہ وضّاع تھے یعنی اپنے پاس سے حدیثیں گھڑ گھڑ کر لوگوں کو سُناتے
رہتے تھے (معاذاللہ) ورنہ یہ ناممکن تھا کہ ان کی مرویّات کی تعداد ہزاروں
تک جا پہنچتی۔

ایسا بیہودہ اعتراض کرتے وقت یہ لوگ بھول جاتے ہیں کہ حضرت
ابوہریرہؓ صحابۂ کرامؓ کی مقدّس جماعت کے ایک رُکن تھے اور کسی
صاحبِ رسولؐ کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ کاذب یا وضّاعِ احادیث
تھے، ان پر شرمناک افترا ہے۔

عظمتِ صحابہؓ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر افترا باندھنے والوں کو اچھی
طرح جان لینا چاہیے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے صحابۂ کرامؓ
سیرت و کردار کے اعتبار سے اتنے ارفع و اعلیٰ مقام پر فائز ہیں ۔ کہ
انبیاء علیہم السلام کو چھوڑ کر آج تک ان سے بہتر کسی انسان پر آفتاب
طلوع نہیں ہوا۔ یہ آسمانِ ہدایت کے وہ روشن ستارے ہیں جن کے صدق و
اخلاص، امانت و دیانت، خیر و ایثار اور زہد و اتّقا کی قسم کھائی جا
سکتی ہے۔ دینِ حنیف کی ترویج و اشاعت اور پرچمِ حق کی سربلندی
کے لیے انہوں نے زندگی کے ہر میدان میں وہ قربانیاں دیں کہ ان کا اجتماعی
اور انفرادی کردار قیامت تک فرزندانِ توحید کے لیے مشعلِ راہ بن گیا۔
ان قدسی صفات انسانوں نے رضائے الٰہی کی خاطر اپنے قبیلے اور وطنِ عزیز

marfat.com

کو خیر باد کہا، گھر بار لٹائے، فاقے سہے، ہر قسم کی اذیتیں اور صعوبتیں برداشت کیں یہاں تک کہ ضرورت پڑنے پر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر دیا۔ آنحضور صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے سامنے ہی نہیں، آپؐ کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد بھی صحابۂ کرامؓ نے اللہ کے دین کی جس دردمندی اور خلوص کے ساتھ خدمت، حفاظت اور اشاعت کی، اس کا اعتراف ہمارے ایمان کا تقاضا ہے۔ بلاشبہ یہ نفوسِ قدسی اُمّتِ اسلامیہ کے محسنین ہیں اور یہ اُمّت ان کے احسانات کے بارِ گراں سے تا قیامت سبکدوش نہیں ہو سکتی۔

حقیقت یہ ہے کہ ہر صحابی اپنی ذات میں آیتِ الٰہی تھا۔ کتاب اللہ اور سُنّتِ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم انہی عظیم رجالِ کار کے واسطہ سے ہم تک پہنچی ہے۔ جو لوگ اہلِ قرآن ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور قرآنِ حکیم کے سوا کسی اور چیز کو تسلیم نہیں کرتے وہ ذرا سوچیں اور خوفِ خدا سے کام لیں تو خود بخود ہی اس نتیجے پر پہنچ جائیں گے کہ قرآن پاک کا ایک ایک لفظ رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر نازل ہوا ـــ پھر آنحضور صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے یہ ایک ایک لفظ اپنے صحابۂ کرامؓ تک پہنچایا۔ اور یہ صحابۂ کرامؓ ہی تھے جن کے ذریعے قرآنِ حکیم کا ایک ایک لفظ اُمّت تک پہنچا۔ اگر لسانِ رسالت پر جاری ہونے والے قرآنِ حکیم کے الفاظ کے بارے میں آپ صحابۂ کرامؓ کی امانت و دیانت پر بھروسا کر سکتے ہیں۔ تو پھر کیا سبب ہے کہ آپ ارشاداتِ نبویؐ کے بارے میں صحابۂ کرامؓ کی امانت و دیانت کو صدقِ دل سے تسلیم نہیں کرتے ـــ صحابۂ کرامؓ تو آسمانِ صداقت کے وہ روشن ستارے ہیں جنہیں دیکھ کر اُمّت کے سفینہ کے لیے منزلِ مقصود کا رُخ متعیّن کیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ان پاکباز اور برگزیدہ بندوں کا حسنِ کردار اور حسنِ گفتار بارگاہِ خداوندی میں اتنا مقبول ہوا کہ قرآنِ پاک میں جگہ جگہ ان کے اوصاف بیان کیے گئے ـــ ان کی

marfat.com

تعریف و تحسین کی گئی اور کھلے لفظوں میں اُن کو جنّت کی بشارت دی گئی۔
جب ربّ ذوالجلال والاکرام خود اصحاب رسولؐ کی شان بیان کرتا ہو تو پھر ان نفوسِ قدسی کی عظمت اور ان کے راستباز ہونے کے ثبوت کے لیے کسی دلیل کی حاجت نہیں رہتی۔ فی الحقیقت صحابۂ کرامؓ کی صداقت و عدالت پر کامل اعتقاد دین کا بنیادی تقاضا ہے۔ ان سے محبّت کرنا رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے محبّت کرنے اور ان کی مخالفت کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنے کے مترادف ہے۔ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد ہے:

"اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو، میرے صحابہ کے معاملہ میں، میرے بعد اُن کو ہدفِ تنقید نہ بنانا کیونکہ جس نے ان سے بغض رکھا، اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے ان کو اذیّت پہنچائی اس نے اللہ کو اذیت پہنچائی اور جس نے اللہ کو اذیت پہنچائی قریب ہے کہ اللہ اس کو پکڑے۔"

(جامع ترمذی عَن عبداللہؓ بن مُغَفَّل)

عدالتِ صحابہؓ

قریب قریب سبھی محدّثین، فقہا اور علمائے اُمّت کا عقیدہ ہے کہ اَلصَّحَابَۃُ کُلُّھُمْ عَدُوْلٌ یعنی تمام صحابہ راست باز ہیں۔
یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ ہم تک دین صحابۂ کرامؓ ہی کے ذریعے پہنچا۔ اگر ان کی عدالت یا صدق مقالی میں ذرہ برابر شبہ پیدا ہو جائے تو سارا دین ہی مشتبہ ہو جاتا ہے۔ اس لیے ہر صحیح العقیدہ مسلمان کا اس بات پر پختہ ایمان ہے کہ کسی صاحب رسولؐ نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے روایت کرنے یا آپؐ کی طرف کوئی بات منسوب کرنے میں کبھی راستی

marfat.com

سے ہرگز تجاوز نہیں کیا۔ گویا تمام صحابہ کرامؓ کسی استثناء کے بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے میں قطعی طور پر قابلِ اعتماد ہیں۔ اس اصول کی بناء پر اگر یہ ثابت ہو جائے کہ فلاں حدیث فی الواقع کسی صاحبِ رسولؐ نے روایت کی ہے تو اس کو موضوع کہنا ایسی ناپاک جسارت ہے جسے افتراء پردازی کے سوا کوئی اور نام نہیں دیا جا سکتا۔

احادیث کی جانچ پڑتال

اس میں شک نہیں کہ احادیث کے عظیم الشان ذخیرے میں، اللہ کے خوف سے عاری بعض لوگوں نے جھوٹی روایات یا نام نہاد احادیث اپنے پاس سے گھڑ کر شامل کر دیں اور انہیں کسی صاحبِ رسولؐ سے منسوب کر دیا۔ لیکن محدثین کرام، محققینِ عالی مقام اور علمائے حق نے ایسی روایات کی واضح طور پر نشاندہی کر دی۔ انہوں نے روایات کی جانچ پڑتال اور چھان بین کے لیے جانگسل کاوشوں کے بعد ایک ایسی سائنس تشکیل دی جس کا نام "اسماء الرجال" کا علم یا فن ہے (یعنی رواۃِ حدیث کے سوانح و سیرۃ کے بیان کا فن) اسی علم یا فن کی دوسری شاخ "جرح و تعدیل" ہے۔ ان کو ایک ہی فن سمجھیے یا دو الگ الگ فن بہر صورت یہ ایک دوسرے کے ساتھ لازم و ملزوم ہیں! اسماء الرجال کے ماہرین نے اپنی عمریں اسی بات میں کھپا دیں کہ ہر ایسے فرد کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کی جائیں جس نے کوئی حدیث روایت کی ہے۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے دور دراز بلاد و امصار کے سفر کی صعوبتیں برداشت کیں۔ راویوں سے ملے۔ پھر ان کے ہمسایوں، شاگردوں اور دوستوں سے مل کر ان کے بارے میں ہر نوع کی معلومات حاصل کیں۔ جو رواۃ ان کے زمانے میں موجود نہیں تھے اور ان سے پہلے فوت ہو چکے تھے، ان کے جاننے والوں سے یا ان کے

marfat.com

ذریعے سے) دوسرے قابلِ اعتماد لوگوں سے ان کے حالات معلوم کیے۔ اس طرح "اسماء الرجال" کا عظیم الشان فن معرضِ وجود میں آیا۔ اس کے بارے میں مشہور مستشرق ڈاکٹر شپرنگر نے "الاِصابہ فی احوال الصحابہ" (لابنِ حجرؒ) کے انگریزی دیباچے میں لکھا ہے :—

"دنیا میں نہ کوئی قوم ایسی گزری اور نہ آج موجود ہے جس نے مسلمانوں کی طرح "اسماء الرجال" جیسا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو۔"

جن اسلافِ کرام نے اس انتہائی اہم اور مشکل فن کی ایجاد و تشکیل کا بیڑا اٹھایا۔ وہ اپنے دَور کے نہایت ایماندار، محنتی اور نڈر لوگ تھے۔ اس سلسلے میں انہوں نے نہ لومۃ لائم کی پرواہ کی نہ وہ کسی کے دباؤ میں آئے۔ نہ کسی کا اثر و رسوخ، جاہ و منصب، علم و ہنر یا مال و دولت انہیں بے راہ کر سکا نہ کوئی دُنیوی مفاد انہیں اپنے مقصدِ عظیم سے برگشتہ کر سکا۔ انہوں نے انتہائی ذمہ داری کے ساتھ اپنی شبانہ روز کاوشوں اور عرق ریزی سے حدیث کے بارے میں تمام شبہات کا ازالہ کر دیا اور شک و شبہے کی کوئی صورت باقی نہ رہنے دی۔ چنانچہ ریورنڈ باسورتھ سمتھ جیسا متعصب مستشرق بھی یہ کہنے پر مجبور رہا ہے کہ —

"یہاں پورے دن کی روشنی ہے جو ہر چیز پر پڑ رہی ہے اور ہر شخص تک پہنچ سکتی ہے۔"

(MOHAMNIAD AND MOHAMMADAN ISM)

محدثین اور علماء نے روایات کے اخذ و قبول کے لیے جو کڑی شرائط مقرر کیں اور انتہائی سخت قسم کے اصول مدوّن کیے، ان کی ایک جھلک ملاحظہ ہو۔

مرویات کے اخذ و قبول کا ایک اصول یہ تھا کہ صرف وہی روایت

marfat.com

قبول کی جائے جس کا راوی خود شریکِ واقعہ اور اس کا راوی اوّل ہو اور اگر وہ خود شریکِ واقعہ نہ تھا تو شریکِ واقعہ تک تمام راویوں کا سلسلہ محفوظ ہونا ضروری ہے۔ اور یہ بھی ضروری ہے کہ تمام راویوں کے نام ترتیب کے ساتھ بیان کیے جائیں اور روایت کا سلسلہ اصل واقعے تک کہیں منقطع نہ ہو اور پھر اس بات کا اہتمام بھی لازمی ہے کہ پوری چھان بین اور تحقیق و تفحص کے بعد یہ بھی متعین کر لیا جائے کہ سند یا سلسلۂ روایت میں جن راویوں کے نام آئے ہیں، وہ کون اور کیسے لوگ ہیں، روایت و درایت میں ان کا کیا مقام ہے، حفظ و اتقان میں ان کا کیا مرتبہ ہے، وہ کس سوجھ بوجھ اور فہم و فراست کے مالک ہیں، ان کی عدالت اور ثقاہت کیسی ہے، معتقدات کیا ہیں، چال چلن کیسا ہے، معاملات میں کیسے ہیں، باریک بین اور نکتہ رس ہیں یا کند ذہن اور غبی؟ کب اور کہاں پیدا ہوئے اور کب فوت ہوئے۔ کس ماحول میں زندگی گزاری، عہدِ شباب کیسا تھا۔ کہولت اور پیری کی منزلیں کہاں اور کس انداز سے طے کیں، تعلیم اور تعلّم کا کیا حال تھا، شیوخ و اساتذہ کون تھے، طالب علمی کا زمانہ کیسا تھا، میل جول کن اور کیسے لوگوں کے ساتھ رہا، فرمانرواؤں اور حاکموں کے ساتھ تعلق رکھتے تھے یا نہیں؟ اگر رکھتے تھے تو خوشامد اور اخفائے حق سے تو کام نہ لیتے تھے۔ زہد و عبادت کا کیا حال تھا، اعزہ و اقارب سے تعلقات کی نوعیت کیسی تھی، توہم پرست تو نہیں تھے، گفتار و عمل میں غیر محتاط تو نہیں تھے، دماغ میں کوئی فتور تو نہیں تھا، اہلِ ہوی اور زنادقہ سے تو تعلق نہیں رکھتے تھے، مزاج میں توازن اور اعتدال تھا یا نہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

غرض ہر راوی کے بارے میں اس قسم کی جزئیات اور تفصیلات کی چھان بین کی جاتی تھی۔ پھر رواۃ کے مدارج اور طبقات قائم کیے جاتے تھے کیونکہ ظاہر ہے کہ بعض راوی ذہانت و فطانت اور فہم و فراست کے

marfat.com

اعتبار سے بہت اونچا مقام رکھتے تھے اور بعض میں یہ اوصاف کم درجے میں پائے جاتے تھے۔ بعض حافظہ اور عدالت کے لحاظ سے بہت بلند مقام پر فائز تھے اور بعض ان اوصاف و کمالات میں کم درجے کے حامل تھے۔ اس کے لیے طبقۂ اولیٰ، طبقۂ ثانیہ، طبقۂ ثالثہ اور طبقۂ رابعہ وغیرہ کی اصطلاحیں معرضِ وجود میں آئیں۔ اس اختلافِ مراتب کی بناء پر بڑے بڑے معرکہ آرا مسائل کا تصفیہ ہوتا ہے کیونکہ واقعہ جس اہمیت کا حامل ہو شہادت بھی اسی مرتبے کی ہونی چاہیے۔

کسی روایت اور حدیث کو قابلِ اعتماد ٹھہرانے سے قبل اسماء الرّجال کی روشنی میں اس پر جرح و تعدیل کی جاتی پھر جرح و تعدیل کی کسوٹی پر وہ جس حیثیت کی ثابت ہوتی اسے وہی درجہ دیا جاتا۔

جہاں تک معتبر اور مستند ہونے کے اعتبار سے احادیث کی حیثیت یا نوعیت کا تعلّق ہے تو محدّثین نے احادیث کی بیسیوں اقسام قرار دی ہیں البتہ بنیادی طور پر ان کی چار بڑی اقسام یہ ہیں:

(۱) صحیح (درست)

(۲) حَسَن (خوب)

(۳) ضعیف (کمزور)

(۴) موضوع یا وضعی روایات جو جھوٹے راویوں نے گھڑ کر انہیں حدیث کا نام دے دیا۔

احکامِ شریعت کا استنباط پہلی دو اقسام (صحیح اور حَسَن) ہی سے کیا جاتا ہے۔ ضعیف احادیث کی اہمیت قانونی اور نظریاتی معاملات میں بہت کم یا نہ ہونے کے برابر ہے۔

کسی حدیث کو "صحیح" یا "حَسَن" قرار دینے سے پہلے اسے نہایت کڑے امتحانات کے ذریعے پرکھا جاتا ہے۔ یہ امتحانات کیا ہیں؟ ال:

marfat.com

کی ایک جھلک ملاحظہ ہو: ———

(۱) رُواۃ کی چھان بین

(۲) راویوں کی سند مسلسل اور متّصل ہونے کی تحقیق۔

(۳) روایت کی سند اور متن کا اسی معاملے کی دوسری روایتوں یا طُرُق کے ساتھ موازنہ۔

(۴) حدیث کی سند اور متن کا اسی موضوع پر دستیاب دوسرے مواد کی روشنی میں تجزیہ اور اس کا اطمینان کہ سند اور متن میں کوئی عِلّت (نقص) نہیں ہے۔

اب ہم ان امتحانات کا ایک اجمالی جائزہ لیتے ہیں: ———

(۱) رُواۃِ حدیث کی چھان بین

یہی چھان بین یا جانچ پڑتال ہے جس کے لیے علمِ اسماء الرّجال معرضِ وجود میں آیا۔ اس کی تفصیل ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

اسماء الرّجال کی روشنی میں ہر حدیث پر جرح و تعدیل کی جاتی تھی اور اس کے ہر راوی کی زندگی (سیرت و کردار) کے ہر ہر پہلو (تقویٰ، صداقت، دیانت، امانت، تعلیم، عقائد، فہم و فراست، ذہانت، ثقاہت، عادات، شب و روز کے معمولات، یادداشت، معاشرت وغیرہ) کا نہایت دقّتِ نظری سے جائزہ لیا جاتا تھا۔ اس کی روایت اسی وقت قبول کی جاتی تھی جب وہ ان شرائط پر پورا اترتا ہو جو محدثین نے کسی حدیث کی صحت کا معیار متعیّن کرنے کے لیے وضع کی ہیں۔ علماءِ اسلام نے اس موضوع پر سینکڑوں کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں سے کچھ کے نام یہ ہیں:

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	ضخامت	راویوں کی تعداد
۱	تاریخ الکبیر	امام بخاریؒ	۹ جلد	۱۳۷۸۱

marfat.com

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	ضخامت	راویوں کی تعداد
(۲)	الجرح والتعدیل	ابن ابی حاتمؒ	۹ جلد	۱۸۰۵۰
(۳)	تہذیب التہذیب	حافظ ابن حجر عسقلانیؒ	۱۲ جلد	۱۲۴۵۵
(۴)	میزان الاعتدال فی نقد الرجال	حافظ ذہبیؒ	۴ جلد	۱۱۰۵۳
(۵)	لسان المیزان	حافظ ابن حجرؒ	۷ جلد	۵۹۹۱
(۶)	الثقات	احمد بن عبداللہ عجلیؒ	۱ جلد	۲۱۱۶
(۷)	المغنی فی الضعفاء	حافظ ذہبیؒ	۲ جلد	۷۸۵۴

ان کے علاوہ امام مسلمؒ کی "کتاب المفردات والوحدان" امام نسائیؒ کی "الضعفاء والمتروکین" ابواحمد علیؒ بن عدی علی قطان کی "الکامل فی الجرح والتعدیل" عبدالمغنی مقدسیؒ کی "الکمال فی اسماء الرجال" یوسف بن زکی مزی کی "تہذیب الکمال فی اسماء الرجال" امام بیہقیؒ کی کتاب "کتاب الاسماء والصفات" حافظ ابن کثیرؒ کی "تکمیل فی معرفۃ الثقاۃ والضعفاء والمجاہل" ابن حبانؒ کی "الثقات"، امام نوویؒ کی "تہذیب الاسماء" ابن جوزیؒ کی "اسماء الضعفاء والواضعین"، حافظ سیوطیؒ کی "زوائد الرجال علی تہذیب الکمال" فنِ رجال میں بڑی اہمیت کی حامل کتابیں ہیں۔

(۲) اتصالِ سند

کسی حدیث کو مستند قرار دینے کے لیے "سندِ متصل" کا ہونا ضروری ہے۔ یعنی قابلِ اعتماد رُواۃ کا سلسلۂ روایت کسی انقطاع کے بغیر نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تک پہنچتا ہو۔ کوئی راوی سند میں گم ہو اور کڑیاں باہم مربوط نہ ہوں (یعنی سند مسلسل نہ ہو) تو روایت غیر مستند قرار پاتی ہے۔ اتصالِ سند کی چھان بین کے لیے یہ تحقیق بھی کی جاتی تھی۔ کہ

marfat.com

فلاں فلاں راوی کا سالِ ولادت اور سالِ وفات کیا تھا اور کیا تاریخی طور پر یہ ممکن تھا کہ وہ راوی اس شخص سے ملا ہو جس سے حدیث کی سماعت کا وہ دعویٰ کر رہا ہے۔

جو روایتیں سندِ متصل کی شرط پوری نہیں کرتیں ان کی بہت سی قسمیں ہیں مثلاً حدیثِ منقطع، حدیثِ معلق، حدیثِ مرسل، حدیثِ مفصل، حدیثِ مدلس وغیرہ۔ محدثین نے ایسی تمام روایات کا درجہ متعین کر دیا ہے۔ یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں۔

(۳) دوسری روایات سے تقابل و موازنہ

بعض اوقات ایک ہی واقعے یا قول سے متعلق کوئی حدیث بہت سے راویوں سے مروی ہوتی ہے۔ اس کو پرکھتے وقت محدثین اس کے تمام طُرق کا مجموعی تجزیہ کرتے ہیں۔ اگر کوئی حدیث قابلِ اعتماد راویوں کی اکثریت ایک خاص طریقے سے روایت کر رہی ہو لیکن ان میں سے ایک راوی کا طریقۂ روایت مفہوم کے اعتبار سے دوسری احادیث سے مختلف ہو تو ایسی روایت کو "حدیثِ شاذ" کہا جاتا ہے۔ ایسی حدیث کو راوی کے قابلِ اعتماد ہونے کے باوجود "صحیح" حدیث کے طور پر قبول نہیں کیا جاتا، ہاں کسی داخلی یا خارجی شہادت کی بنا پر اس کی مزید تصدیق ہو جائے تو پھر اسے معتبر تسلیم کر لیا جاتا ہے۔

(۴) حدیث کا مجموعی تجزیہ

کسی حدیث کی نوعیت اور درجہ متعین کرنے کے لیے محدثین صرف رواۃ کے حالات کی چھان بین اور اسناد کی جانچ پڑتال پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ اس موضوع پر دوسرے متعلقہ دستیاب شدہ مواد کا بھی جائزہ لیتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ راویوں کی سند اصلی بھی ہے یا نہیں، کیا روایت کے الفاظ ایسے ہیں کہ ان کو لسانِ رسالت سے منسوب کیا

marfat.com

جا سکے، کیا روایت میں جو واقعہ بیان کیا گیا ہے یا جو قول حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کیا گیا ہے وہ ناممکنات سے تو نہیں، کیا وہ واقعات جن پر تاریخ نے مہرِ تصدیق ثبت کر دی ہے، حدیث پر منطبق ہوتے ہیں یا نہیں وغیرہ وغیرہ۔ اگر ان تمام سوالات کا تسلی بخش جواب مل جائے تب کہیں جا کر کسی حدیث کو صحیح یا حَسَن قرار دیا جاتا ہے۔ بصورتِ دیگر اس نقص یا علت کی نشان دہی کر دی جاتی ہے جو سندِ حدیث یا متنِ حدیث میں پائی جاتی ہے۔

اوپر ہم نے ضمنی طور پر جو کچھ بیان کیا ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ آپ ان لوگوں کی ذہنیت کا اندازہ کر سکیں جو منکرین حدیث ہیں یا حضرت ابو ہریرہؓ کی مرویات کو مستند تسلیم نہیں کرتے اور انہیں ناقابلِ حجت ٹھہراتے ہیں۔ ان میں سے بیشتر ایسے ہیں جو علومِ حدیث، علومِ رجال، اصولِ حدیث، اصولِ روایت اور قوانینِ درایت وغیرہ سے واقفیت تو کجا صرف ونحو سے بھی پوری طرح واقف نہیں۔ اگر جرح وتعدیل کی روشنی میں کوئی ایسی روایت موضوع قرار پاتی ہے جو حضرت ابو ہریرہؓ سے منسوب کی گئی ہے تو اس میں حضرت ابو ہریرہؓ کا کیا قصور؟ یہ تو اس راوی کا قصور ہے جس نے یہ روایت گھڑ کر اسے حضرت ابو ہریرہؓ سے منسوب کر دیا۔ اور اگر کوئی حدیث جرح وتعدیل کے بعد صحیح قرار پاتی ہے اور اس کا سلسلۂ سند پوری شرائط کے ساتھ حضرت ابو ہریرہؓ تک پہنچتا ہے تو حضرت ابو ہریرہؓ پر زبانِ طعن دراز کرنے کا کیا جواز ہے؟

---

marfat.com

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت کعب احبار رحمۃ اللہ

پیچھے "وادیٔ سینا کا سفر" کے زیر عنوان مشہور تابعی حضرت کعب احبارؒ سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک ملاقات کا ذکر آچکا ہے اور حاشیہ میں حضرت کعب احبارؒ کے مختصر حالات زندگی بھی بیان کر دیئے گئے ہیں۔ منکرین حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ "وہ کعب احبارؒ کے شاگرد تھے، انہوں نے اکثر روایات کعب احبارؒ سے سُنی تھیں لیکن وہ ان کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتے تھے۔" کعب احبارؒ کے بارے میں وہ یہ کہتے ہیں کہ "انہوں نے اسلام کا لبادہ اوڑھ رکھا تھا فی الحقیقت وہ یہودی تھے اور انہوں نے اسرائیلی روایات کی تشہیر کے لیے حضرت ابوہریرہؓ کو استعمال کیا۔"

اس الزام کا بغور جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس کو تہمت اور بہتان طرازی کے سوا اور کوئی نام نہیں دیا جا سکتا۔ جہاں تک حضرت کعب الاحبارؒ کا تعلق ہے تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ قبول اسلام سے پہلے یہودیوں کے بہت بڑے عالم تھے لیکن حلقۂ بگوش اسلام ہونے کے بعد انہوں نے مدینہ میں صحابۂ کرامؓ سے کتاب و سُنّت کی تعلیم حاصل کی اور بقول حافظ ذہبیؒ بعض صحابۂ کرامؓ نے ان سے اہل کتاب کے علوم سیکھے۔ کئی روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ بعض اکابر صحابہؓ بھی ان کے تبحرِ علمی کے معترف تھے اور ان کا احترام کرتے تھے۔ کبھی کسی نے ان کے اسلام پر شبہ نہیں کیا بلکہ بعض صحابہؓ نے ان سے روایت کی ہے۔

marfat.com

حضرت ابو الدرداء انصاریؓ فرمایا کرتے تھے کہ "ابن حمیریہ (کعب الاحبارؒ) کے پاس بڑا علم ہے۔" (طبقات ابن سعد ج ۷۔ ق ۲۔ ص ۱۵۶)

امیر معاویہؓ فرماتے تھے کہ ابو الدرداء حکماء میں ہیں اور کعب علماء میں۔ ان کے پاس سمندر جیسا علم تھا۔ (الاصابہ ج ۵۔ ص ۳۲۳)

امام بخاریؒ نے "تاریخ الکبیر والصغیر" میں حضرت کعب الاحبارؒ کے مفصّل حالات لکھے ہیں اور کہیں بھی ان پر اعتراض نہیں کیا۔ ابن ابی حاتمؒ، حافظ ذہبیؒ، امام نوویؒ اور بہت سے دوسرے علماء نے کعب الاحبار کی جلالتِ علمی کا ذکر بہت اچھے الفاظ میں کیا ہے۔

ان ساری باتوں کے باوجود حضرت کعب احبارؒ کے ایمان سے انکار کرنا بڑی ناپاک جسارت ہے۔ صحابہؓ میں حضرت کعب احبارؒ سے روایت کرنے والوں میں حضرت ابو ہریرہؓ کے علاوہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور امیر معاویہؓ بھی شامل ہیں۔ بقول ابن صلاحؒ عبادلہؓ ثلاثہ نے کعب الاحبارؒ سے روایت کی ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ کعب الاحبارؒ سے حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور صحابہ کی ایک جماعت نے روایت کی ہے۔ تابعین میں اصبحیؒ، عبداللہ بن رباح انصاری، عطاء بن ابی رباح، مالکؒ بن ابی عامر، عبداللہ بن حمزہ سلولی، عبدالرحمٰنؒ بن شعیب اور سعید بن مسیبؓ وغیرہم نے ان سے روایت کی ہے۔

یہاں یہ وضاحت کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کعب الاحبارؒ اگرچہ عہدِ رسالت میں موجود تھے لیکن اُن کو شرفِ صحابیت حاصل نہیں ہُوا اس لیے انھوں نے کوئی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست نہیں سنی۔ البتہ قبولِ اسلام کے بعد بعض صحابۂ کرامؓ سے احادیث ضرور سُنیں اور پھر دوسرے صحابہ یا تابعین کے سامنے بیان کیں۔ ان کی روایتوں میں زیادہ تعداد اسرائیلی روایتوں کی ہے۔ ان کے راوی وہ خود ہیں۔ ان

marfat.com

میں گزشتہ اقوام کے حالات اور بہت سی عجیب و غریب باتیں ہیں۔
جن صحابہ (بشمول حضرت ابوہریرہؓ) نے حضرت کعب احبارؒ سے یہ روایات سُنیں انہوں نے ان کے نام سے دوسرے لوگوں کے سامنے بیان کیں۔ یہ غلط ہے کہ وہ ان روایات کو رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی جانب منسوب کرتے تھے۔ کوئی حدیث روایت کرتے وقت صحابۂ کرامؓ کے سامنے ہمیشہ رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ ارشاد ہوتا تھا کہ "جو شخص مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔" ان نفوسِ قدسی کے بارے میں یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ وہ حضرت کعب احبارؒ سے کوئی حدیث سُنیں اور اس کو بیان کرتے وقت کہیں کہ ہم نے یہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے سُنی ہے۔ اب رہی یہ بات کہ حضرت ابوہریرہؓ، حضرت کعب احبارؒ کے شاگرد تھے تو یہ بات بداہتہً غلط ہے۔ ایک صاحبِ رسولؐ کو محض اس بناء پر ایک تابعی کا شاگرد ٹھہرانا کہ انہوں نے تابعی سے روایت کی ہے، کج فہمی اور نامعقول جسارت ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ حضرت کعب احبارؒ نے بعض صحابۂ کرامؓ سے احادیث کی سماعت کی اور صحابۂ کرامؓ نے ان سے ایسی روایات لیں جن کا تعلق بالعموم تورات یا اقوامِ ماضی سے تھا۔ اس میں استادی شاگردی کا کوئی سوال نہیں تھا۔ حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

"کسی مقام و مرتبہ یا عمر کے لحاظ سے بڑی شخصیت اپنے ہم عمر یا چھوٹے شخص سے روایت کرے تو یہ جائز ہے۔"

(دفاع ابی ہریرہؓ صـ۲۶۱)

بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا تھا کہ حضرت ابوہریرہؓ یا کسی دوسرے صاحبِ رسولؐ نے کوئی حدیث بیان کی اور حضرت کعب احبارؒ نے اس کی تائید میں تورات کا کوئی حوالہ پیش کر دیا۔ اگر حضرت ابوہریرہؓ نے اپنی کسی روایت میں کعب احبارؒ کا کوئی اس نوع کا قول نقل کر دیا تو اس کو قبول کرنے

marfat.com

میں کیا چیز مانع ہو سکتی ہے؟

جہاں تک حضرت کعب احبارؓ کی مرویات کا تعلق ہے تو بلا شبہ ان میں بہت سی بے سر و پا اسرائیلی حکایتیں بھی شامل ہیں جن کو محدثین نے جرح و تعدیل کی کسوٹی پر پرکھ کر رد کر دیا ہے۔ مولانا حافظ مجیب اللہ ندوی اپنی کتاب "اہل کتاب صحابہ و تابعین" میں لکھتے ہیں:—

"کعب کی علمی جلالت میں کوئی شک نہیں۔ وہ یہودی مذہب کے بڑے نامور عالم تھے لیکن چونکہ خود یہودیوں کا سرمایۂ علم زیادہ تر قصص و حکایات تھیں اس لیے کعب کا سرمایۂ معلومات بھی تمام تر یہی تھا۔ اس سے ایک نقصان یہ ہوا کہ بہت سی بے سر و پا اسرائیلی روایات ان کے ذریعہ اسلامی لٹریچر میں داخل ہو گئیں اسی بناء پر بعض ائمہ حدیث کعب کو روایات میں ساقط الاعتبار سمجھتے ہیں۔" (ترجمہ حضرت کعب احبار)

لیکن دوسری طرف جب ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت کعب احبار کی بعض روایات قرآن و حدیث کی مؤید ہیں تو ایسی روایات کو رد کرنے کا کوئی جواز نہیں بنتا مگر یہ بات بڑی عجیب ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ کے معترضین ان کی بعض مرویات کو محض اس بناء پر "اسرائیلیات" میں شمار کرتے ہیں کہ ان کی حضرت کعبؓ نے تائید کی تھی۔ مثلاً "مسند احمد" میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی یہ حدیث:—

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں ایک درخت اتنا بڑا ہے کہ سوار اس کے سایہ میں سو برس تک چلتا رہے گا۔ اگر چاہو تو اس کی تائید میں قرآن کی یہ آیت پڑھ لو وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ (اور دراز سایہ)"

جونہی یہ حدیث حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کی، کعب بولے، "آپ نے سچ

marfat.com

فرمایا، اس ذات کی قسم جس نے تورات حضرت موسیٰؑ اور قرآن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا"۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی اس روایت کو اسرائیلیات میں شمار کرنا اور اس سے انکار کرنا، ستم ظریفی کی انتہا ہے۔ اس حدیث کو تو حضرت ابو سعید خدریؓ، حضرت سہلؓ بن سعد اور کئی دوسرے صحابہ نے بھی روایت کیا ہے۔ (صحیح مسلم)

اگر اس کا انکار اس وجہ سے کیا جاتا ہے کہ جس درخت کا اس حدیث میں ذکر کیا گیا ہے اس کا جنت میں پایا جانا ممکن نہیں (یعنی یہ بات خلاف عقل ہے) تو پھر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے بارے میں کیا کہا جائے گا کہ جنت میں وہ چیزیں ہیں جو نہ کبھی آنکھوں نے دیکھیں اور نہ کانوں نے سنیں اور نہ انسان کے دل میں کبھی ان کا خیال گزرا۔ (صحیح مسلم جلد ۲ ص ۲۱۷۵)

حقیقت یہ ہے کہ جنت کے عجائب اور اس کی حیرت انگیز نعمتوں کا صرف احادیثِ نبویؐ ہی میں ذکر نہیں ہے بلکہ قرآن حکیم میں بھی جا بجا ان کا ذکر آتا ہے ــــ یہ عجائب اور تحیر خیز نعمتیں انسانی حدِ ادراک سے باہر ہیں لیکن ہر مسلمان کا ان پر ایمان ہے۔

اب اگر کسی حدیث میں کسی ایسی چیز کا ذکر ہو جو انسانی عقل و فکر کے احاطہ سے باہر ہو تو اس حدیث کو اسرائیلیات کی قبیل میں شمار کرنا اور اس سے یکسر انکار کر دینا کسی مردِ مومن کا شیوہ نہیں ہو سکتا۔ ہاں جو روایات قرآنِ کریم اور مستند احادیث کے متعارض ہوں ان کو بلا تامل رد کیا جا سکتا ہے۔ محدثین اور اربابِ جرح و تعدیل نے ایسا ہی کیا ہے اور کوئی دوسرا بھی ان کو تسلیم کرنے کا مکلف نہیں۔

جیسا کہ ہم اوپر عرض کر چکے ہیں کہ اس بات کو تو قطعاً تسلیم نہیں کیا جا سکتا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوئی روایت حضرت کعب احبارؒ سے لی ہو اور اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کر دیا ہو۔ ہاں اس بات کا امکان ہے کہ ان کے بعض تلامذہ نے غلط فہمی کی بناء پر ان کی حضرت کعبؒ سے لی ہوئی ــــ بعض روایات کو بعض ایسی احادیث میں گڈمڈ کر دیا ہو جو انہوں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھیں۔ اس امکان کا اشارہ اس تقریر سے ملتا ہے جو مشہور صحابی حضرت بشیر بن سعدؓ[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسلمانوں کے ایک مجمع کے سامنے

---

[1] حضرت بشیر بن سعد انصاری کا شمار بڑے عظیم المرتبت صحابہ میں ہوتا ہے۔ ان

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

marfat.com

کی تھی۔ انہوں نے اپنی تقریر میں فرمایا:

"لوگو! اللہ سے ڈرو اور حدیثوں کو خوب یاد رکھو۔ واللہ ہم ابوہریرہ کی مجلسوں میں شریک ہوتے رہے ہیں وہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے بھی حدیثیں روایت کرتے اور کعب سے بھی۔ اب میں دیکھ رہا ہوں کہ جو لوگ ان مجلسوں میں ہمارے ساتھ شریک ہوتے تھے وہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے منقول روایات کو کعب کی طرف اور کعب سے مروی قصص و اخبار کو رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی جانب منسوب کرتے ہیں۔"

(سیر اعلام النبلاء جلد۲ ص ۴۳۶)

بعد میں ارباب جرح و تعدیل نے دونوں قسم کی روایات میں فرق و امتیاز واضح کر دیا۔ بہر صورت اگر کسی حدیثِ نبوی اور روایتِ کعب میں کہیں گڈمڈ ہو گئی تو اس کی تمام تر ذمہ داری حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے رواۃ اور تلامذہ کے سر ہے ان کا اپنا اس میں مطلق کوئی قصور نہیں اس لیے ان پر زبانِ طعن دراز کرنے کا کوئی جواز نہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

کا تعلق خزرج کے خاندان حارث بن خزرج سے تھا۔ ہجرتِ نبوی سے پہلے مشرف بہ اسلام ہوئے اور پھر ۱۳ بعد بعثت میں مکہ جا کر بیعتِ عقبۂ کبیرہ میں شریک ہونے کی عظیم سعادت حاصل کی۔

ہجرتِ نبوی کے بعد غزوات کا سلسلہ شروع ہوا تو حضرت بشیرؓ نے بدر سے لے کر تبوک تک تمام غزوات میں رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ہمرکابی کا شرف حاصل کیا۔ بعض سرایا میں بھی شریک تھے۔ ۱۱ھ ہجری میں آنحضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی رحلت کے بعد وہ انصار میں پہلے شخص تھے جنہوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیعت کی۔ پھر فتنۂ ارتداد کے استیصال میں بھرپور حصہ لیا۔ ایرانیوں سے معرکہ آرائیوں کا آغاز ہوا تو حضرت بشیرؓ بھی اسلامی لشکر میں شامل ہو کر عراقِ عرب کے میدانِ جہاد میں پہنچ گئے اور کئی معرکوں میں دادِ شجاعت دی۔ اس سلسلے کا آخری معرکہ عین التمر (۱۲ھ) کا تھا۔ انہوں نے اسی میں شہادت پائی۔

کچھ اور اعتراضات اور اُن کا ابطال

معتزلہ، منکرینِ حدیث، تجدد زدہ نام نہاد محققین اور مستشرقین نے سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جن متعدد اعتراضات کا نشانہ بنایا ہے ان میں دو سب سے بڑے اعتراضات یہ ہیں :—

(۱) حضرت ابوہریرہؓ، حضرت کعب الاحبارؒ (تابعی) کے شاگرد تھے اور وہ ان سے حدیثیں سُن کر انہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کردیتے تھے۔

(۲) حضرت ابوہریرہؓ وضاع تھے اور اپنے پاس سے حدیثیں گھڑ گھڑ کر بیان کرتے تھے۔

ان دونوں بیہودہ اعتراضات کا ابطال ہم تفصیل کے ساتھ پچھلے صفحات میں کرچکے ہیں۔ معترضین کے دوسرے اعتراضات زیادہ تر ان کی ذات سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس معاملے میں یہ لوگ اخلاق اور شرافت کی تمام حدود کو پھلانگ گئے ہیں۔ انہوں نے نہایت بے شرمی کے ساتھ حضرت ابوہریرہؓ کے نام، نسب، خاندان، ذریعۂ معاش معمولات اور مشاغلِ زندگی ہر چیز میں کیڑے ڈالنے کی کوشش کی ہے اور ایک صاحبِ رسولؐ پر کیچڑ اچھالتے ہوئے اپنے ضمیر میں ذرا سی چبھن بھی محسوس نہیں کی۔ اس قسم کے بیہودہ ذاتی نوعیت کے اعتراضات اس قابل نہیں کہ ان کا جواب دیا جائے۔ البتہ بعض ایسے اعتراضات کا جواب دینا ضروری معلوم ہوتا ہے جو بعض ناواقف یا سادہ مزاج لوگوں کو شکوک و شبہات میں مبتلا کرنے کا موجب بن سکتے ہیں۔

ہم یہاں ہر اعتراض کا خلاصہ بیان کریں گے اور پھر مناظرانہ انداز

marfat.com

اختیار کرنے کے بجائے اختصار کے ساتھ اس کا جواب عرض کریں گے۔

اعتراض ا :— امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک حضرت ابوہریرہؓ کاذب تھے اس لیے وہ ان کو حدیثیں روایت کرنے سے منع کرتے تھے۔

جواب :— یہ بات بالکل بے بنیاد ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ، حضرت ابوہریرہؓ کو کاذب سمجھتے تھے۔ اس کے برعکس وہ ان کو ایک قابل اعتماد آدمی سمجھتے تھے اور ان کی عزت کرتے تھے۔ اگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے مردم شناس خلیفہ کو حضرت ابوہریرہؓ پر اعتماد نہ ہوتا تو وہ ان کو بحرین کا حاکم کیوں بناتے؟

صحیح مسلم میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں اشعار پڑھ رہے تھے کہ امیر المؤمنین حضرت عمرؓ ادھر سے گزرے۔ انہوں نے حضرت حسانؓ کو مسجد میں اشعار پڑھنے سے منع کیا۔ حضرت حسانؓ نے امیر المؤمنین کو جواب دیا، میں مسجد میں اشعار پڑھا کرتا تھا اور آپ سے بہتر شخص (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) وہاں موجود ہوتے۔ پھر انہوں نے حضرت ابوہریرہؓ (جو وہاں موجود تھے) سے مخاطب ہو کر کہا، اے ابوہریرہ! میں تجھے اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم نے اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے بارے میں یہ فرماتے ہوئے نہیں سنا کہ (اے حسان) میری طرف سے مشرکین کو جواب دو، اے اللہ اس کی تائید روح القدس سے فرما۔

حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا، "ہاں میں نے سنا ہے۔"

(صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۰۰)

حضرت ابوہریرہؓ کی گواہی سن کر حضرت عمرؓ خاموش ہو گئے۔ کیا حضرت عمرؓ کسی ایسے آدمی کی گواہی قبول کر سکتے تھے جس کو وہ دروغ باف

marfat.com

سمجھتے ہوں ؟

صحیح بخاری میں ہے کہ ایک دفعہ ایک گودنے والی عورت کو حضرت عمرؓ کے سامنے پیش کیا گیا۔ حضرت عمرؓ نے لوگوں (حاضرینِ مجلس) سے پوچھا، کیا تم میں سے کسی نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم سے گودنے کے بارے میں روایت سنی ہے ؟

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں کھڑا ہوا اور کہا امیر المؤمنین! میں نے سنی ہے۔

حضرت عمرؓ نے پوچھا، تم نے کیا سنا ؟

حضرت ابوہریرہؓ نے جواب دیا، میں نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم سے سنا، آپؐ نے فرمایا، اے عورتو! تم گودی مت لگاؤ اور نہ گودنے کے لیے کسی سے کہو۔

حضرت عمرؓ نے حضرت ابوہریرہؓ کی گواہی (متعدد دوسرے) صحابہ کے سامنے قبول کرلی۔ (صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۸۰)

ایک دفعہ امیر المؤمنین حضرت عمرِ فاروقؓ حج کے لیے مدینہ منوّرہ سے مکہ معظمہ کے لیے روانہ ہوئے تو حضرت ابوہریرہؓ کو بھی ساتھ لے لیا (یعنی اپنے قافلۂ حج میں حضرت ابوہریرہؓ کو بھی شریک کرلیا۔) اثنائے راہ میں تیز ہوا چل پڑی (یا آندھی آگئی)۔ حضرت عمرؓ نے اپنے رفقاء سے دریافت کیا کہ کیا کسی کو اس تیز ہوا کے بارے میں رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کا کوئی ارشاد یاد ہے ؟ مگر کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ حضرت ابوہریرہؓ کو (جو قافلے میں بہت پیچھے آرہے تھے) حضرت عمرؓ کے سوال کا پتہ چلا تو وہ اپنی سواری کو تیزی سے ہانکتے ہوئے حضرت عمرؓ کے قریب پہنچے۔ اور عرض کیا، مجھے آپ کے سوال کا علم ہوا، میں نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کو فرماتے سنا ہے کہ ہوا اللہ کی رحمت کی دلیل ہے۔ (مُسندِ احمد جلد ۱۴ صفحہ ۵۲ حدیث ۷۶۱۹)

marfat.com

اگر حضرت عمر فاروقؓ کو حضرت ابوہریرہؓ پر اعتماد نہ ہوتا تو ان کے سامنے حضرت ابوہریرہؓ کو حدیث بیان کرنے کی جرأت کیسے ہو سکتی تھی ؟

حقیقت یہ ہے کہ معترضین نے جس بات کا تبنگڑ بنا دیا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ روایت حدیث کے معاملے میں بے حد محتاط تھے اور چاہتے تھے کہ حدیثیں کم از کم روایت کی جائیں۔ ان کو اندیشہ تھا کہ اگر کوئی شخص کثرت سے حدیثیں روایت کرے گا تو ان میں آمیزش یا غلطیوں کا احتمال ہے۔ وہ صرف حضرت ابوہریرہؓ ہی کو نہیں دوسرے صحابہؓ کو بھی یہی مشورہ دیا کرتے تھے کہ حدیثیں کم روایت کریں۔ معترضین نے اپنے اعتراض کی بنیاد "البدایہ والنہایہ" میں سائبؓ بن یزید کی اس روایت پر رکھی ہے کہ "میں نے حضرت عمرؓ کو حضرت ابوہریرہؓ سے یہ کہتے سنا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بیان کرنا چھوڑ دو ورنہ میں تمہیں ارض دوس (حضرت ابوہریرہؓ کا وطن) میں پہنچا کر چھوڑوں گا۔" (البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۱۰۸)

اول تو بعض علماء کے نزدیک یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ اس کے سلسلۂ اسناد میں دو راوی محمد بن زرعہ اور اسمٰعیل بن عبداللہ قابل اعتبار نہیں اور اگر اسے قبول بھی کر لیا جائے تو معترضین حافظ ابن کثیرؒ کی وہ رائے دانستہ نظر انداز کر دیتے ہیں جو انہوں نے یہ روایت کرنے کے بعد ظاہر کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

"یہ ممانعت اور جلاوطنی کی دھمکی اس پر محمول کی جا سکتی ہے کہ حضرت عمرؓ کو کچھ روایات کے بارے میں اندیشہ تھا کہ ان کو لوگ (ان کا صحیح مفہوم نہ سمجھ کر) بے محل نہ استعمال کر بیٹھیں نیز لوگ رخصتوں اور سہولتوں والی روایات پر تکیہ کر کے فضائل اور رفع درجات سے محروم نہ ہوں۔ بعض روایات میں ہے کہ بعد میں حضرت عمرؓ نے حضرت ابوہریرہؓ کو حدیث بیان کرنے

کی اجازت دے دی۔
(البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۱۰۸)

خود حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کو میرے حدیث روایت کرنے کے بارے میں معلوم ہوا تو انہوں نے مجھے بلا کر فرمایا، جب ہم نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ فلاں شخص کے گھر گئے تھے تو کیا تم وہاں موجود تھے؟ میں نے عرض کیا، جی ہاں اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ آپ یہ بات مجھ سے کیوں دریافت کر رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ بولے، اچھا بتاؤ میں نے یہ بات تم سے کیوں پوچھی ہے؟ میں نے کہا، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس روز فرمایا تھا کہ جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھا اس نے اپنا گھر دوزخ میں بنالیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، اچھا اگر آپ کو یہ بات معلوم ہے تو جائیے حدیثیں روایت کیجئے۔ دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا، اب جتنی احادیث چاہیں روایت کریں۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۱۰۷، سیر اعلام النبلاء جلد ۲ صفحہ ۴۳۴،

ابن عساکر جلد ۱۹ صفحہ ۸۴)

علماءِ حدیث نے اور بھی بہت سی مثالیں دی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمرِ فاروقؓ کے نزدیک حضرت ابوہریرہؓ ایک قابلِ اعتماد راوی حدیث تھے اور حضرتِ فاروقؓ نے ان کو حدیث روایت کرنے کی اجازت دے دی تھی۔

اعتراض ۲: —— اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت ابوہریرہؓ کی احادیث کی تردید کرتی تھیں۔

جواب: —— یہ غلط ہے کہ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی تمام احادیث کی تردید کی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ جب اُمّ المومنین کے سامنے کوئی حدیث روایت کرتے یا ان سے مروی کوئی حدیث اُمّ المومنین تک کسی ذریعے سے پہنچتی تو وہ بعض اوقات اس کی تصدیق کرتیں اور بعض دفعہ اس پر استدراک کرتیں

marfat.com

اور اس کی تصحیح / اصلاح کر دیتیں۔ ان کا یہ طرزِ عمل صرف حضرت ابوہریرہؓ کے ساتھ مخصوص نہیں تھا بلکہ انہوں نے دوسرے متعدد صحابہ (بشمول اکابر صحابہؓ) کی بعض احادیث پر بھی استدراک کیا ہے۔ اس لیے اس معاملے میں حضرت ابوہریرہؓ کو اعتراض کا ہدف بنانا انصاف سے بعید ہے۔

دراصل بعض مسائل میں صحابہ / صحابیات میں جو اختلاف روایت ہے وہ بڑی حد تک اختلافِ فہم پر مبنی ہے۔ اس میں معاذ اللہ کسی بدنیتی، خواہشِ نفس یا دروغ بانی کا مطلق کوئی دخل نہیں ہے۔ کوئی سچا مسلمان صحابۂ کرامؓ کے بارے میں ایسا تصور بھی دل میں نہیں لا سکتا۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کو اللہ تعالیٰ نے جو فہم و فراست عطا کی تھی اس میں وہ منفرد حیثیت رکھتی ہیں۔ مزید براں بارگاہِ نبوت میں ان کو جو درجۂ تقرب حاصل تھا اور مختلف مسائل کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ و ارشادات سے ذاتی واقفیت کے جو ذرائع ان کو حاصل تھے، دوسروں کے لیے ناممکن تھے۔ بقول مولانا سید سلیمان ندویؒ "متعدد مسائل ایسے ہیں جن میں صحابہ نے اپنے اجتہاد یا کسی روایت کی بنا پر کوئی مسئلہ بیان کیا اور حضرت عائشہؓ نے اپنی ذاتی واقفیت کی بنا پر اس کو رد کر دیا۔" (سیرۃ عائشہؓ)

یہ درست ہے کہ اُمّ المؤمنینؓ نے بعض روایات کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا لیکن بالعموم وہ ان کی اصلاح یا تصحیح کر دیتی تھیں اور بعض اوقات وہ کسی روایت کا مفہوم اس مفہوم سے مختلف بیان کرتیں جو راوئ حدیث یا دوسروں نے سمجھا ہوتا۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں: —

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک دفعہ روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مردہ پر اس کے گھر والوں کے رونے سے عذاب ہوتا ہے۔

marfat.com

حضرت عائشہؓ کے سامنے جب یہ روایت بیان کی گئی تو انہوں نے فرمایا، اللہ ابوعبدالرحمٰن (حضرت ابن عمرؓ کی کنیت) کو معاف فرمائے، وہ جھوٹ نہیں بولے لیکن یا تو بھول گئے یا غلطی کی —— واقعہ یہ ہے کہ ایک دفعہ اتفاقاً رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا گزر ایک یہودیہ کے جنازے پر ہوا اس کے رشتہ دار اس پر داویلا کر رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا، یہ لوگ رو رہے ہیں اور اس پر عذاب ہو رہا ہے۔ (صحیح مسلم کتاب الجنائز)

ایک سال رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے حکم دیا کہ قربانی کا گوشت تین دن کے اندر کھا لیا کرو —— حضرت ابوسعید خدریؓ اور بعض دوسرے صحابہؓ نے اس حکم کو دائمی سمجھا اور اسی کے مطابق فتویٰ صادر کیا —— حضرت عائشہؓ نے سنا تو فرمایا: ——

"ہم لوگ قربانی کے گوشت کو نمک لگا کر رکھ چھوڑتے تھے، مدینہ میں اس کو نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے سامنے پیش کرتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا، تین دن کے بعد نہ کھایا کرو۔ یہ حکم قطعی نہ تھا بلکہ آپؐ یہ چاہتے تھے کہ لوگ اس میں سے کچھ دوسروں کو کھلا دیا کریں۔"

گویا حضرت عائشہؓ کے نزدیک آنحضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا حکم استحبابی تھا، دائمی نہ تھا اور یہ آپؐ نے اس لیے دیا تھا کہ ان دنوں قربانی کرنے والے لوگ کم تھے (یعنی کم لوگوں کو قربانی کرنے کی استطاعت تھی) اور آپؐ چاہتے تھے کہ قربانی کرنے والے ان لوگوں کو بھی قربانی کا گوشت کھلائیں جو قربانی نہیں کر سکے —— (چنانچہ آج تک حضرت عائشہؓ کے اسی فتوے پر عمل ہوتا ہے) (صحیح بخاری کتاب الاضاحی)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، (اور کئی دوسرے صحابہ) سے مروی ہے کہ صبح اور عصر کی نمازوں کے بعد کسی قسم کی کوئی نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔ حضرت عائشہؓ نے سنا تو فرمایا، اللہ عمرؓ پر رحم کرے، رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

نے یہ فرمایا ہے کہ آفتاب کے غروب اور طلوع کے وقت کو تاک کر نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔ (صحیح بخاری و جامع ترمذی باب اوقات الصلوٰۃ و مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۱۲۴)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ مسئلہ بیان کیا کہ اگر صبح ہو جائے اور نماز وتر قضا ہو گئی ہو تو پھر وتر نہ پڑھے۔

حضرت عائشہؓ نے سنا تو فرمایا، ابوالدرداء نے صحیح نہیں کہا۔ صبح ہو جاتی تب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر پڑھ لیتے تھے۔
(مسند احمد ج ۶ ص ۱۴۳)

حضرت ابو سعید خدریؓ نے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جمعہ کا غسل ہر بالغ پر واجب ہے۔

حضرت عائشہؓ نے غسل جمعہ کو واجب قرار نہیں دیا اور فرمایا:

"لوگ اپنے گھروں سے اور مدینہ کے باہر کی آبادیوں سے آتے تھے اور گرد و غبار اور پسینہ سے شرابور ہوتے تھے۔ ایک دفعہ ان میں سے ایک صاحب آپ کے پاس آئے ـــــــ آپؐ نے ان سے فرمایا، بہتر ہوتا اگر تم اس دن (یعنی جمعہ کے دن) غسل کر لیا کرتے۔"
(صحیح بخاری)

گویا حضرت عائشہؓ کے نزدیک غسل جمعہ واجب تو نہیں ہے لیکن اس میں بڑی پاکیزگی اور خیر ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن (نماز کے لیے آنے سے پہلے) غسل کرنے کو پسند فرماتے تھے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے نئے کپڑے منگوا کر پہنے اور فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ مسلمان جس لباس میں مرتا ہے اسی میں اٹھایا جاتا ہے۔

حضرت عائشہؓ نے یہ واقعہ سنا تو فرمایا، اللہ تعالیٰ ابو سعید پر رحمت نازل کرے، لباس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد انسان کے اعمال ہیں، ورنہ

marfat.com

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا توصاف ارشاد ہے کہ قیامت کے دن لوگ برہنہ تن، برہنہ سر اور برہنہ پا اٹھیں گے۔

(ابوداؤد کتاب الجنائز، ابن حبانؒ، حاکمؒ، سیوطیؒ بحوالہ زرکشیؒ)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ —— رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو بکری کے دست کا گوشت بہت پسند تھا۔ (صحیحین)

حضرت عائشہؓ نے یہ روایت سنی تو فرمایا، دست کا گوشت فی نفسہٖ پسند نہ تھا بلکہ بات یہ تھی کہ گوشت بہت کم میسر آتا تھا چونکہ دست کا گوشت بہت جلد گل جاتا تھا اس لیے آپ اس کو پسند کرتے تھے۔ (شمائل ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہٗ کی ایک روایت میں یہ قصہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک عورت نے ایک بلی باندھ رکھی تھی اور اس کو کھانے پینے کے لیے کچھ نہیں دیتی تھی۔ بھوک پیاس کی تاب نہ لاکر وہ بلی مرگئی۔ اس بناء پر اس عورت پر عذاب ہوا۔

حضرت ابوہریرہؓ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اُمّ المؤمنینؓ نے ان سے فرمایا، تم ہی ہو جو ایک بلی کے بدلے میں ایک عورت کو عذاب دیئے جانے کی روایت بیان کرتے ہو۔

انہوں نے عرض کیا، میں نے یہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے سنا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا، اللہ کے نزدیک ایک مؤمن کی ذات اس سے بہت بلند ہے کہ ایک بلی کے بدلے میں اس پر عذاب ہو —— وہ عورت اس گناہ کے علاوہ کافرہ بھی تھی۔ اے ابوہریرہ! جب رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے کوئی بات روایت کرو تو دیکھ لو کہ کیا کہتے ہو[1]

(ابوداؤد طیالسی مُسندِ عائشہ)

---

[1] حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو روایتِ حدیث

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بدشگونی تین چیزوں میں ہوتی ہے، عورت میں، گھوڑے میں اور گھر میں۔

لوگوں نے حضرت عائشہؓ کے سامنے اس روایت کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا، یہ صحیح نہیں، ابوہریرہ نے آدھی بات سُنی اور آدھی نہیں سنی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلا فقرہ کہہ چکے تھے کہ ابوہریرہ پہنچے (دراصل) آپؐ نے یہ فرمایا کہ یہود کہتے ہیں کہ بدشگونی تین چیزوں میں ہے عورت میں، گھوڑے میں اور گھر میں۔ [1]

حضرت ابوہریرہؓ نے روایت کی کہ جس نے نمازِ وتر نہیں پڑھی اس کی کوئی نماز نہیں۔ —— حضرت عائشہؓ نے سُنا تو فرمایا:—

"ہم سب نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا اور اسے اب تک

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ)

سے منع نہیں کیا بلکہ ان کو ہدایت کی کہ روایت کرتے وقت اس کے اسباب و علل پر بھی غور کر لیا کر دیا یہ کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی اصل (مغزِ سخن) تک پہنچنے کی کوشش کیا کرو —— دراصل یہ حضرت عائشہؓ کی عمومی خواہش تھی اور وہ ہر راوی حدیث صحابی سے اس کی توقع کرتی تھیں۔

[1] مولانا سید سلیمان ندویؒ "سیرۃ عائشہ" میں لکھتے ہیں:

"بعض روایتیں ایسی بھی ہیں جن میں حضرت عائشہؓ اور حضرت ابوہریرہؓ کی روایتوں میں تطبیق ہو جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ آپؐ نے یہ نہیں فرمایا کہ ان تینوں میں بدشگونی ہوتی ہے بلکہ یہ فرمایا ہے کہ اگر بدشگونی کوئی چیز ہوتی تو ان تین چیزوں میں ہوتی۔ یہ بطور واقعہ کے نہیں بلکہ بطور تعلیق کے ہے۔"

(سیرۃ عائشہؓ ص ۱۹۱ طبع سوم اعظم گڈھ ۱۳۷۲ھ / ۱۹۵۳ء)

marfat.com

ہم بھولے نہیں کہ جو پانچوں وقت کی نمازیں وضو کے ساتھ صحیح وقت پر پورے رکوع و سجود کے ساتھ ادا کرتا رہا اور اس میں کوئی کمی نہیں کی اس نے اللہ سے عہد لے لیا کہ وہ اس پر عذاب نہ کرے گا اور جس نے کمی کی اس نے عہد نہیں لیا۔ اللہ چاہے تو اسے بخش دے اور چاہے تو عذاب دے۔" (طبرانی فی الاوسط)

اوپر کی مثالوں سے واضح ہو جاتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کی بعض روایات پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے استدراک یا ان کی تشریح و توضیح کی کیا نوعیت اور کیفیت تھی ——— اس کی بناء پر یہ کہنا کہ امّ المومنینؓ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی (تمام) روایات کو رَدّ کر دیا کرتی تھیں، حقیقت سے چشم پوشی کے مترادف ہے۔

اعتراض ۳ :——— حضرت عثمانِ غنی رَضِیَ اللہ تعالیٰ عنہٗ نے حضرت ابو ہریرہؓ کی تکذیب کی ہے۔

جواب :——— اس اعتراض کی بنیاد ایک ضعیف اور مشکوک روایت پر رکھی گئی ہے۔ روایت یہ ہے:

"سائبؓ بن یزید کہتے ہیں کہ مجھے حضرت عثمانؓ نے ابو ہریرہ کی طرف یہ پیغام دے کر بھیجا کہ امیر المؤمنین عثمان کہتے ہیں کہ یہ تم نے روایت حدیث کا کیا سلسلہ شروع کر رکھا ہے؟ تم حدِ اعتدال سے آگے بڑھ گئے ہو اس طرزِ عمل کو ترک کر دو ورنہ میں تمہیں قبیلہ دَوس کی پہاڑیوں تک پہنچا کر چھوڑوں گا۔

سائب کہتے ہیں کہ اسی طرح حضرت عثمانؓ نے مجھے کعب الاحبار کی طرف بھیجا کہ اس سے کہو مجھے امیر المومنین عثمان نے تمہاری طرف یہ پیغام دے کر بھیجا ہے کہ تم نے روایت حدیث کا یہ کیا سلسلہ جاری کر رکھا ہے کہ ساری دنیا کو حدیثوں سے بھر دیا ہے۔

marfat.com

اس سے باز آجاؤ ورنہ میں تمہیں بندروں والے پہاڑوں تک پہنچا کر چھوڑوں گا۔" (المحدث الفاصل ص ۱۳۳)

" البدایہ وَالنہایہ" میں حضرت سائبؓ کی ایسی ہی روایت میں حضرت عثمانؓ کی جگہ حضرت عمرؓ فاروقؓ کا نام لیا گیا ہے اسی لیے اس کی صحت مشکوک ہے۔ سند کے اعتبار سے بھی (جیسا کہ پیچھے بیان ہو چکا ہے) یہ روایت ضعیف ہے۔ ابن قتیبہ نے اپنی کتاب "تاویل مختلف الحدیث" میں یہ روایت نقل کرنے کے بعد اس کی تردید کی ہے۔ درایت کی رو سے بھی یہ روایت ناقابل اعتبار معلوم ہوتی ہے کیونکہ سیدنا حضرت عثمانؓ اور حضرت ابوہریرہؓ کے باہمی تعلقات ہمیشہ بہت خوشگوار رہے۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے موقع پر حضرت ابوہریرہؓ نے جس طرح ان کے دفاع میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اس کا ذکر پیچھے آچکا ہے۔

علامہ محمد عجاج الخطیب اپنی کتاب " حضرت ابوہریرہؓ " میں لکھتے ہیں:

" اگر اس روایت کی صحت کو فرض بھی کر لیا جائے تو اس میں حضرت ابوہریرہؓ کو مطعون نہیں کیا گیا۔ حضرت عثمانؓ نے ابوہریرہؓ کو صرف کثرتِ حدیث سے منع کیا ہے خصوصاً جب کہ کثرت کی ضرورت بھی نہ ہو۔"

اعتراض ۴: ـــــ حضرت علی رضیَ اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوہریرہؓ کو جھوٹا قرار دیا۔

جواب: ـــــ معترضین نے اعتراض کی تائید میں ابوجعفر اسکافی کی یہ روایت پیش کی ہے۔

" جب حضرت علیؓ کو ابوہریرہؓ کی کثرتِ روایت کا پتہ چلا تو انہوں نے کہا کہ سب لوگوں یا سب زندوں میں بڑا جھوٹا ابوہریرہ دَوسی ہے۔" (شرح نہجۃ البلاغہ جلد ۱ ص ۴۶۸)

marfat.com

یہ روایت ضعیف اور مردود ہے کیونکہ محدثین نے اس کے راوی ابوجعفر اسکافی کو بدعتی اور بدعت کی دعوت دینے والا قرار دیا ہے نیز یہ کہ وہ ثقہ نہیں ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ کے بارے میں حضرت علیؓ کے ایک دو اور اقوال بھی نقل کیے جاتے ہیں لیکن یہ سب نظام معتزلی کے ذہن کی اختراع ہیں اور ارباب جرح و تعدیل نے ان کو رد کر دیا ہے۔

اعتراض ۵ :— حضرت ابن عمرؓ نے الزام لگایا کہ حضرت ابوہریرہ حدیث میں اپنی طرف سے بعض الفاظ کا اضافہ کر دیتے ہیں۔

جواب :— اس الزام کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے مویشیوں کی رکھوالی یا شکار کی خاطر کتا پالنے کے علاوہ کوئی اور کتا پالا ہو تو اس کے نیک عمل کے ثواب میں روزانہ دو قیراط کی کمی ہوتی رہے گی۔"

جب حضرت ابن عمرؓ کو بتایا گیا کہ ابوہریرہؓ تو اس حدیث میں اس کتے کا بھی اضافہ کرتے ہیں (یعنی اس کتے کو بھی مستثنیٰ قرار دیتے ہیں جو کھیتی کی حفاظت کے لیے رکھا گیا ہو) تو حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا، اللہ ابوہریرہ پر رحم کرے وہ صاحب زرع (کھیتی کے مالک، زمیندار یا کسان) تھے۔

(صحیح مسلم ج ۲ ص۲۱)

معترضین نے حضرت ابن عمرؓ کے قول سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے اپنی ذاتی ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے حدیث میں کھیتی کی حفاظت کرنے والے کتے کا اضافہ کر دیا۔ علماء سلف نے لکھا ہے کہ ابن عمرؓ کے قول سے یہ نتیجہ اخذ کرنا بالکل غلط اور دور از کار بات ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کو حدیث کے یہ الفاظ یاد نہ رہے اور حضرت ابوہریرہ چونکہ صاحب زرع تھے اس لیے ان کو یہ (تیسری قسم کے کتے کے استثناء کے بارے میں) الفاظ یاد رہے۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں :—

marfat.com

"علماء کہتے ہیں کہ ابن عمرؓ نے ابوہریرہ کی روایت پر شک نہیں کیا بلکہ ان کا مقصد یہ تھا کہ ابوہریرہ صاحبِ زرع تھے اس لیے ان کو یہ بات اچھی طرح یاد رہی۔ (نووی علی المسلم ج ۲ ص۲۰)

ابن عساکرؒ نے بھی اسی رائے کا اظہار کیا ہے (ابوہریرہؓ از محمد عجاج الخطیب)

پھر یہ روایت صرف حضرت ابوہریرہؓ سے مروی نہیں بلکہ حضرت عبداللہ بن مُغَفَّل اور سفیانؓ بن ابی زہیر نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ مُسندِ احمد کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابنِ عمرؓ سے مروی ایک اور حدیث میں تیسری قسم کے کُتّے کا ذکر بھی آیا ہے۔ (مُسند احمد ج ۷ ص۲۹)

حقیقت یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابوہریرہؓ کے مدّاح تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ کے بارے میں ان کی رائے ہم "حضرت ابوہریرہؓ کا مقام و مرتبہ" کے زیرِ عنوان نقل کر چکے ہیں۔

اعتراض ۶ : —— حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہ عنہما، حضرت ابوہریرہؓ کی روایتوں سے اختلاف کرتے تھے۔

جواب : —— یہ بالکل غلط اور من گھڑت بات ہے کہ حضرت ابنِ عباسؓ کو حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہ تعالیٰ عنہ کی روایتوں سے مجموعی طور پر اختلاف تھا۔ اس کے برعکس بارہا ایسا ہوا کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہؓ کی روایتوں کی تصدیق کی۔

حضرت طاؤسؒ (تابعی) نے حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا میں نے گناہِ صغیرہ میں کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی جو ابوہریرہؓ نے رسول اللہ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے روایت کرتے ہوئے بیان نہ کی ہو۔

(ابوداؤد ج۔ ۱ ص۲۹۲)

بعض روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابنِ عباسؓ اور حضرت ابوہریرہؓ کے آپس میں دوستانہ تعلقات تھے۔ کئی بار حضرت ابوہریرہؓ نے

marfat.com

حضرت ابن عباسؓ کی موجودگی میں فتویٰ دیا اور انھوں نے اس پر کوئی اعتراض نہ کیا۔

باقی رہا بعض روایات میں ان کا حضرت ابوہریرہؓ سے اختلاف تو ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں جن میں صحابہ نے ایک دوسرے کی رائے یا روایت سے اختلاف کیا ہے۔ اس اختلاف کا مطلب یہ نہیں تھا کہ وہ ایک دوسرے کی تکذیب کرتے تھے۔ اس کے کئی اسباب تھے جن پر محدثین نے تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور پھر جس روایت کو راجح قرار دیا ہے اس کے دلائل بھی دیئے ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ کی جن چند ایک روایات سے (بقول معترضین) حضرت ابن عباسؓ سے اختلاف کیا ان میں یہ روایت بڑے زور شور سے پیش کی جاتی ہے کہ —— "جو شخص جنازہ اٹھائے اس کو چاہیئے کہ اس کے بعد دوبارہ وضو کرے"۔

حضرت ابن عباسؓ نے اس روایت کو قبول نہیں کیا اور فرمایا خشک لکڑیوں (یعنی میّت کی چارپائی) کو اٹھانے سے وضو کرنا لازم نہیں آتا[1] جامع ترمذی میں یہ حدیث ان الفاظ میں مروی ہے:

"جو شخص میّت کو غسل دے وہ غسل کرے اور جو اسے اٹھائے وہ وضو کرے"۔

(ترمذی جلد ۱ صفحہ ۱۵۰)

امام بیہقیؒ فرماتے ہیں: ——

"اس باب میں ابوہریرہؓ سے جس قدر روایات بھی منقول ہیں سب ضعیف ہیں اس لیے کہ ان کے بعض راوی ضعیف اور بعض مجہول ہیں۔ صحیح بات یہ ہے کہ یہ مرفوع حدیث نہیں بلکہ موقوف روایت اور ابوہریرہؓ کا قول ہے اگر اس روایت کی صحت کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو یہ ابوہریرہؓ کی ذاتی رائے ہے

---

[1] حضرت ابوہریرہؓ سے منسوب اس روایت یا فتویٰ پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا استدراک بھی ان الفاظ میں منقول ہے —— "کیا مسلمان مردہ بھی ناپاک ہوتا ہے؟ اور اگر کوئی لکڑی اٹھائے تو اس کو کیا ہوتا ہے۔ (عین الاصابہ سیوطی بحوالہ ابو منصور بغدادی)

marfat.com

لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جھوٹی بات منسوب کرنے کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ یہ بھی صحیح نہیں کہ صحابہ کرام نے حضرت ابوہریرہؓ کی تکذیب کی تھی۔

(ابوہریرہؓ از محمد عجاج الخطیب بحوالہ الاجابۃ الایراد صفحہ ۱۳۵-۱۳۶)

یہاں یہ وضاحت کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ امام ترمذیؒ نے حضرت ابوہریرہؓ کی روایت کو "حدیث حسن" قرار دیا ہے اور ابن القیمؒ نے "تہذیب السنن" میں اس حدیث کو گیارہ طریقوں سے نقل کرنے کے بعد اسے حدیث محفوظ قرار دیا ہے۔ جہاں تک میت کو غسل دینے کے بعد غسال کے غسل کرنے کا تعلق ہے تو اس بارے میں کئی دوسرے صحابہ سے بھی مروی احادیث کتب حدیث میں موجود ہیں۔ ان میں حضرت علیؓ، حضرت حذیفہ بن الیمانؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت مغیرہؓ بن شعبہ اور ام المؤمنین حضرت عائشہؓ شامل ہیں۔ سنن ابی داؤد میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چار چیزوں کے لیے غسل کرنے کی ہدایت فرمائی، جنابت، حجامت اور مردے کو غسل دینے کے بعد اور جمعہ کے دن۔ (ابوداؤد جلد۲ ص۹۴)

ان حقائق کے پیش نظر حضرت ابوہریرہؓ پر زبانِ طعن دراز کرنے کا کیا جواز ہے؟

اعتراض ۷ : —— حواریٔ رسولؐ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوہریرہؓ کو کاذب کہا۔

جواب : —— معترضین نے اپنے اعتراض کی بنیاد "البدایہ والنہایہ" کی ایک روایت کے ان الفاظ پر رکھی ہے:

"حضرت زبیرؓ نے ابوہریرہؓ کی روایات سنیں تو فرمایا، صدق کذب"

معترضین نے اپنے اعتراض میں وزن پیدا کرنے کے لیے پوری روایت نقل نہیں کی جو اس طرح ہے:

"عروہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ میرے والد زبیرؓ نے کہا، بیٹے!

marfat.com

مجھے اس یمنی شخص (ابوہریرہؓ) کے پاس لے چلو جو کثرت سے حدیثیں روایت کرتا ہے۔ چنانچہ میں ان کو ابوہریرہ کے پاس لے گیا۔ ابوہریرہ حسب معمول حدیث بیان کرنے لگے۔ زبیرؓ انہیں سُن سُن کر صَدَقَ وَکَذَبَ کہتے رہے۔ میں نے والد سے پوچھا، آبا جان سچ بھی اور جھوٹ بھی اس سے آپ کی کیا مراد ہے؟ انہوں نے جواب دیا، اے بیٹے (سچ کا مطلب یہ ہے کہ) اس میں کوئی شک نہیں کہ اس (ابوہریرہ) نے یہ حدیثیں رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسلم سے سنی ہیں — مجھے اس میں کوئی شبہ نہیں اور (جھوٹ کا مطلب یہ ہے کہ) سننے کے بعد بعض حدیثوں کو برموقت اور بعض کو بے موقع روایت کیا۔"

(البدایہ وَالنہایہ جلد ۸ صفحہ ۱۰۹)

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت کی سند میں محمد بن سلمہ راوی ہے۔ یہ شخص متروک اور ضعیف ہے (اس لیے اس روایت کو تسلیم نہیں کیا جاسکتا)[1] (اَلاِصابہ جلد ۷ صفحہ ۲۰۵)

"صاحب الاِصابہ" کی اس تحقیق کے پیش نظر اس اعتراض کی بنیاد ہی ڈھے جاتی ہے۔

اگر اس روایت کو کسی درجے میں درست بھی فرض کرلیا جائے تو یہ حقیقت بھی تسلیم کرنی پڑے گی کہ اس میں حضرت زبیرؓ نے تصدیق کی کہ حضرت ابوہریرہؓ نے جو حدیثیں بیان کیں وہ انہوں نے فی الواقع رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے سُنی تھیں (تکذیب تو اس وقت ہوتی جب انہوں نے حضرت ابوہریرہؓ کے

---

[1] "صاحب الاصابہ" کہتے ہیں کہ محمد بن سلمہ نام کے چار راوی ہیں۔ محمد بن سلمہ بن قرباء بغدادی، محمد بن سلمہ بن کہیل، محمد بن سلمہ البنانی، محمد بن سلمہ بن فرقد۔ یہ چاروں متروک اور ضعیف ہیں۔ اگر ان کے علاوہ کسی اور محمد بن سلمہ نے یہ روایت کی ہے تو وہ مجہول ہے۔

marfat.com

سماع حدیث سے انکار کیا ہوتا)۔ ان کے کَذَبَ کہنے کا مطلب یہ تھا کہ انہوں نے حدیث بے محل بیان کی اور (یوں کر کے) انہوں نے غلطی کی۔ (یہ نہیں کہ انہوں نے دروغ گوئی کی)۔

اس کی دوسری توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ بعض روایات کا جو مفہوم حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان کیا، حضرت زبیرؓ کو اس سے اتفاق نہیں تھا اور اس کا تعلق اجتہادی مسائل سے تھا۔ ایسے اختلاف کو تکذیب نہیں کہا جا سکتا۔

اعتراض ۸ :—— حضرت ابو ہریرہؓ کی کثرتِ روایت کا سبب یہ ہے کہ ان کے نزدیک جب کوئی روایت حرام کو حلال اور حلال کو حرام نہیں کرتی تو ایسی روایات بنانے میں کوئی حرج نہیں۔

جواب :—— یہ اعتراض محض یاوہ گوئی اور اس کی حیثیت تہمت طرازی سے زیادہ نہیں۔ معترضین اس کی تائید میں حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ دو روایتیں منسوب کرتے ہیں۔

(۱) رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا، جب تم کسی حرام کو حلال یا حلال کو حرام نہیں کرتے ہو تو معنی سمجھ جانے کے بعد روایت بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ (طبرانی)

(۲) میں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے سنا، آپؐ نے فرمایا، جس نے کوئی حدیث اللہ کی رضا کے لیے بیان کی تو وہ میری کہی ہوئی ہے اگرچہ میں نے وہ نہ کہی ہو۔ (ابن عساکر)

ان دونوں روایتوں کی حقیقت یہ ہے کہ پہلی روایت حضرت ابو ہریرہؓ کے نام سے مروی نہیں ہے محض قیاس کر لیا گیا ہے کہ اس کے راوی حضرت ابو ہریرہؓ ہیں۔ پوری روایت یہ ہے :——

"یعقوب بن عبد اللہ بن سلیمان بن اکیمۃ اللیثی اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتا ہے کہ ہم نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہم نے کہا، یا رسول اللہ! ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، ہم آپؐ سے حدیث سنتے ہیں پھر اس طرح سنانے کی طاقت نہیں رکھتے۔

آپؐ نے فرمایا جب تم کسی حرام کو حلال اور حلال کو حرام نہیں کرتے تو معنی سمجھ جانے کے بعد روایت بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں۔"

استاد عبد الرحمٰن معلمی الیمانی اپنی کتاب "انوار الکاشفہ" میں لکھتے ہیں کہ اس روایت کے سلسلۂ اسناد میں یعقوب اور اس کا باپ دادا مجہول ہیں لہٰذا یہ روایت ثابت نہیں۔

تاہم اگر اس روایت کو درست بھی فرض کر لیا جائے تو زیادہ سے زیادہ اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ آنحضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان لوگوں کی حالت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے روایت بالمعنی کی مشروط اجازت دی، یہ نہیں کہ اپنی طرف سے کوئی حدیث بنا کر پیش کریں۔

جہاں تک دوسری روایت کا تعلق ہے تو ابن عساکرؒ نے اس روایت کی سند بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ روایت بختری بن عبید نے اپنے باپ سے اور اس نے حضرت ابوہریرہؓ سے سُنی اور بختری بن عبید جھوٹا آدمی ہے اور اس کا باپ بھی مجہول ہے۔ (انوار الکاشفہ صفحہ ۱۵۷) گویا یہ روایت بھی مردود ہے۔ یہ کتنی شرمناک جسارت ہے کہ ایسی روایات کی بناء پر حضرت ابوہریرہؓ کو مطعون کیا جائے۔

سطورِ بالا میں ہم نے حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہ کے مخالفین کے بڑے بڑے اعتراضات کا ابطال اختصار کے ساتھ کر دیا ہے۔ علماءِ حق نے اپنی کتابوں میں تفصیل کے ساتھ اِن کا ابطال کیا ہے۔ ان میں سے چند کتابوں کے نام یہ ہیں:

(۱) فتح الباری —— حافظ ابن حجر عسقلانیؒ
(۲) البدایہ والنہایہ —— حافظ ابن کثیرؒ
(۳) دفاع عن ابی ہریرہؓ —— عبد المنعم صالح العلی
(۴) انوار الکاشفہ —— استاد عبد الرحمٰن معلمی الیمانی
(۵) ابوہریرہ فی المیزان —— استاد محمد السماحی
(۶) المنہج الحدیث —— استاد محمد السماحی
(۷) ظلماتِ ابی ریۃ —— استاد محمد عبد الرزاق حمزہ
(۸) حضرت ابوہریرہؓ —— علامہ محمد عجاج الخطیب
(۹) دفاعِ ابی ہریرہؓ —— مولانا مفتی غلام الرحمٰن

علاوہ ازیں کُتبِ حدیث کی شروح میں بھی حضرت ابوہریرہؓ کی مرویات پر اعتراضات کا بہت کچھ جواب مل جاتا ہے۔

---

marfat.com

صحیحین سے منتخب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کی

ایک سو (۱۰۰) مرویات

marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۱)

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ شوہر دیدہ عورت (یعنی بیوہ یا مطلقہ) کا اس وقت تک نکاح نہ کیا جائے جب تک کہ اس سے دریافت نہ کر لیا جائے۔ اور باکرہ (کنواری) لڑکی کا نکاح بھی اس کی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے۔ صحابہؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! اس کی اجازت کا طریقہ کیا ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا کہ (دریافت کرنے پر) اس کا خاموش ہو جانا (اس کی اجازت سمجھا جائے گا)۔

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(۲)

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ اس ولیمہ کا کھانا بُرا کھانا ہے جس میں صرف امیروں کو بلایا جائے اور فقراء (غریبوں، حاجت مندوں) کو چھوڑ دیا جائے —— اور جس نے دعوت کو (بلا عذرِ شرعی) قبول نہ کیا تو اس نے اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے خلاف کیا۔

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(۳)

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ جو کوئی صاحب ایمان بندہ درخت کا پودا لگائے یا کاشت کرے پھر اس میں سے پرندے کھائیں یا آدمی یا کوئی جانور کھائے تو وہ اس کے حق میں صدقہ ہوگا۔

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(۴)

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ ایک شخص لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا اور اپنے کارندوں سے کہا کرتا تھا کہ اگر کوئی شخص تنگ دست ہو تو اس سے درگزر کیا کرو، شاید (اس کی وجہ سے) اللہ تعالیٰ ہم سے درگزر فرمائے۔

marfat.com

جب وہ فوت ہوا تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس سے درگزر فرمایا۔

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو آدمی لوگوں سے (قرض اُدھار) مال لے اور اس کی نیت اور ارادہ ادا کرنے کا ہو تو اللہ تعالیٰ اس سے ادا کرا دے گا۔ (یعنی ادائیگی میں اس کی مدد فرمائے گا) اور جو کوئی کسی سے قرض ادھار لے اور اس کا ارادہ ہی اس کو مار لینے کا ہو (یعنی واپس کرنے کی نیت نہ ہو) تو اللہ تعالیٰ اس کو تلف کرا دے گا (یعنی دنیا میں بھی وہ نقصان اٹھائے گا اور آخرت میں بھی۔)

(صحیح بخاری)

(۶)

ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر اپنے قرض کا سختی سے تقاضا کرنے لگا۔ آپؐ کے صحابہؓ نے اس کو پکڑنا چاہا۔ آپؐ نے فرمایا جانے دو، اسے چھوڑ دو کیونکہ جس کو حق لینا ہو اس کو کہنے سننے کا حق ہے۔ پھر فرمایا، اس کو اس کے اونٹ کے بدلے میں ویسا ہی اونٹ دے دو (آپؐ نے اس سے ایک اونٹ لیا تھا) صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ویسا اونٹ تو اس وقت ملتا نہیں ہاں اس سے بہتر اونٹ موجود ہے۔ آپؐ نے فرمایا، وہی دے دو کیونکہ اچھا آدمی وہ ہے جو قرض کی ادائیگی میں بھی احسان کرتا ہے۔

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سات مہلک اور تباہ کر دینے والے گناہوں سے بچو۔

صحابہؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! وہ کون سے سات گناہ ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: ———

marfat.com

؛ اللہ کے ساتھ (اس کی عبادت یا صفات یا افعال میں) کسی کو شریک کرنا۔
اور جادو کرنا
اور کسی آدمی کو ناحق قتل کرنا۔
اور سود کھانا
اور یتیم کا مال کھانا
اور جہاد میں لشکرِ اسلام کا ساتھ چھوڑ کر بھاگ جانا۔
اور پاک دامن بھولی بھالی خواتین پر بدکاری کی تہمت لگانا
(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(۸)

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم غلّہ کے ایک ڈھیر کے پاس سے گزرے (جو ایک دکاندار کا تھا) آپؐ نے اپنا ہاتھ اس غلّے کے ڈھیر کے اندر داخل کر دیا تو آپ کی انگلیوں نے نمی محسوس کی۔ آپؐ نے اس غلّہ فروش دکاندار سے فرمایا:
تمہارے (ڈھیر کے اندر) یہ تری اور نمی کیسی ہے؟
اس نے عرض کیا: ——
"یا رسول اللہ! غلّے پر بارش کی بوندیں پڑ گئی تھیں۔"
آپؐ نے فرمایا: ——
"اس بھیگے ہوئے غلّے کو تم نے ڈھیر کے اوپر کیوں نہیں رہنے دیا تاکہ خریدنے والے لوگ اس کو دیکھ سکتے۔ (سن لو) جو آدمی دھوکے بازی کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (صحیح مسلم)

(۹)

ایک شخص نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم سے پوچھا کہ مجھ پر خدمت اور حسنِ سلوک کا سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا، تمہاری ماں کا۔ میں پھر کہتا ہوں تمہاری ماں کا، میں پھر کہتا ہوں تمہاری ماں کا۔ اس

marfat.com

کے بعد تمہارے باپ کا حق ہے۔ اس کے بعد جو تمہارے قریبی رشتہ دار ہوں۔
(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(۱۰)

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے فرمایا، غبار آلود ہو ناک اس کی، غبار آلود ہو ناک اس کی، غبار آلود ہو ناک اس کی (یعنی وہ آدمی ذلیل ہو، خوار ہو رسوا ہو) عرض کیا گیا، یا رسول اللہ کون؟ آپؐ نے فرمایا، وہ بدنصیب، جو ماں باپ یا دونوں میں سے کسی ایک ہی کو بڑھاپے کی حالت میں پائے پھر (ان کی خدمت اور ان کا دل خوش کر کے) جنّت حاصل نہ کرے۔ (صحیح مسلم)

(۱۱)

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے (ایک دن) ارشاد فرمایا کہ:
اللہ کی قسم وہ شخص صاحب ایمان نہیں،
اللہ کی قسم وہ شخص مومن نہیں۔ اللہ کی قسم اس شخص میں ایمان نہیں۔
عرض کیا گیا، یا رسول اللہ کون شخص؟ آپ نے ارشاد فرمایا، وہ آدمی جس کے پڑوسی اس کی شرارتوں اور مفسدہ پردازیوں سے مامون اور بے خوف نہ ہوں۔
(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(۱۲)

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرزند آدم سے فرمائے گا کہ "اے ابنِ آدم میں بیمار پڑا تھا تو نے میری خبر نہیں لی۔" بندہ عرض کرے گا، اے میرے رَبّ میں کیسے تیری بیمار پُرسی کر سکتا تھا — تُو تو رَبُّ العالمین ہے (یعنی بیماری کا تجھ سے کیا واسطہ)
اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا تجھے علم نہیں ہوا تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار پڑا تھا، تو نے اس کی عیادت نہیں کی۔ کیا تو نہیں جانتا تھا کہ اگر تو اس کی عیادت کے لیے جاتا تو مجھے اس کے پاس ہی پاتا — اے ابنِ آدم میں نے تجھ سے

marfat.com

کھانا مانگا تھا تو نے مجھے نہیں کھلایا ؟ بندہ عرض کرے گا ، اے میرے رب میں تجھے کیسے کھلا سکتا تھا (تجھے کھانے کی کیا حاجت) تُو تو رَبُّ العالمِین ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا ، کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا تو نے اس کو کھانا نہیں دیا ۔ کیا تجھے علم نہیں ہے کہ اگر تو اس کو کھانا کھلاتا تو اس کو میرے پاس پالیتا ——— اے ابنِ آدم میں نے تجھ سے پینے کے لیے پانی مانگا تھا تو نے مجھے نہیں پلایا ۔ بندہ عرض کرے گا ، اے میرے رب ! میں تجھے پانی کیسے پلاتا تُو تو رَبَّ العالمِین ہے (تجھے پانی کی کیا حاجت) اللہ تعالیٰ فرمائے گا ، میرے فلاں بندے نے تجھ سے پینے کے لیے پانی مانگا تھا تو نے اس کو نہیں پلایا ، سُن ! اگر تُو اس کو پانی پلا دیتا تو اس کو میرے پاس پالیتا ۔ (صحیح مسلم)

(۱۳)

رسول اللہ صَلَّی اللہ عَلَیہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کا خادم اس کے لیے کھانا تیار کرے پھر وہ اس کے پاس لے آئے اور اس نے اس کے پکانے اور بنانے میں گرمی اور دھوئیں کی تکلیف اٹھائی ہے تو آقا کو چاہیے کہ کھانا تیار کرنے والے اس خادم کو بھی اپنے ساتھ بٹھلائے اور وہ بھی کھائے پس اگر (کبھی) وہ کھانا تھوڑا ہو (جو دونوں کے لیے کافی نہ ہو سکے) تو آقا کو چاہیے کہ اس کھانے میں سے ایک دو لقمے ہی اس خادم کو دے دے ۔

(صحیح مسلم)

(۱۴)

میں (ابوہریرہ) نے رسول اللہ صَلَّی اللہ عَلَیہِ وَسَلَّم کو یہ فرماتے سنا کہ :- قیامت کے دن سب سے پہلے ایک ایسے شخص کے بارے میں (بارگاہِ الٰہی سے) فیصلہ صادر کیا جائے گا جس نے (بظاہر راہِ حق میں) شہادت پائی ہوگی ۔ (جب وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیا جائے گا تو) اللہ تعالیٰ اسے اپنی سب نعمتیں یاد دلائے گا وہ ان نعمتوں کے ملنے کا اعتراف کرے گا ۔ تب اللہ تعالیٰ

marfat.com

اس سے پوچھے گا کہ تو نے میری نعمتیں پا کر کیا کام کیے ؟ وہ عرض کرے گا، میں تیری رضا کی خاطر (دین کے دشمنوں کے خلاف) لڑا یہاں تک کہ اپنی جان دے دی۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا، تو نے جھوٹ بولا، (فی الحقیقت) تو نے اس لیے جنگ کی کہ لوگ تجھے بہادر کہیں، سو لوگوں میں تو ایسا ہی مشہور ہو گیا (یعنی دنیا میں تجھے اس کا صلہ مل گیا)۔

پھر حکم ہو گا (فرشتوں کو) کہ اس کو منہ کے بل گھسیٹتے ہوئے لے جاؤ — اور (دوزخ کی) آگ میں ڈال دو۔ پس اسے آگ میں ڈال دیا جائے گا۔

پھر ایک دوسرا شخص اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر کیا جائے گا جو دین کا عالم و معلم اور قرآن کا قاری ہو گا۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتیں یاد دلائے گا اور وہ ان کو تسلیم کرے گا۔

تب اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا، یہ نعمتیں پا کر تو نے کیا عمل کیے ؟

وہ عرض کرے گا، الٰہی میں نے تیری خاطر (تیرے دین کا) علم سیکھا اور دوسروں کو اس کی تعلیم دی اور تیری خاطر قرآن پڑھا۔

اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا، تو نے جھوٹ بولا، تو نے اس لیے علم حاصل کیا (اور دوسروں کو سکھایا) کہ لوگ تجھے عالم کہیں اور قرآن تو نے اس لیے پڑھا کہ لوگ تجھے قاری کہیں۔ سو لوگوں نے تجھے ایسا ہی کہا (یعنی دنیا ہی میں تو نے اس کا صلہ پا لیا)۔

پھر حکم ہو گا کہ اس کو منہ کے بل گھسیٹتے ہوئے لے جاؤ اور حوالہ نار کر دو۔ چنانچہ اسے (جہنم کی) آگ میں ڈال دیا جائے گا۔

اور تیسرا آدمی وہ ہو گا جس کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں وسعتِ رزق سے نوازا تھا اور ہر قسم کا مال عطا کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ اسے بھی اپنی سب نعمتیں یاد دلائے گا اور وہ انہیں تسلیم کرے گا۔

تب اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا، یہ نعمتیں پانے کے بعد تو نے کیا کیا ؟

marfat.com

وہ عرض کرے گا، جن جن راستوں میں خرچ کرنا تیری خوشنودی کا باعث تھا ان سب راستوں میں تیری خاطر میں نے خرچ کیا۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا، تو نے غلط بیانی کی، تو نے یہ مال اس لیے خرچ کیا کہ لوگ تجھے سخی کہیں سو یہ لقب دنیا میں تجھے مل گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ حکم دے گا کہ اسے منہ کے بل گھسیٹتے ہوئے لے جاؤ اور آگ میں ڈال دو۔ چنانچہ اسے جا کر آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ (صحیح مسلم)

(۱۵)

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:— ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے (لہٰذا) نہ خود اس پر ظلم کرے اور نہ دوسروں کا مظلوم بننے کے لیے اس کو بے یار و مددگار چھوڑے، نہ اس کی تحقیر کرے — اس موقع پر رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اپنے سینۂ مبارک کی طرف تین مرتبہ اشارہ کر کے فرمایا، "تقویٰ یہاں ہوتا ہے"۔ کسی آدمی کے لیے یہی برائی کافی ہے کہ وہ اپنے کسی مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے اور اس کی تحقیر کرے۔ ایک مسلمان کے لیے حرام ہے دوسرے مسلمان کا خون، مال اور آبرو۔ (صحیح مسلم)

(۱۶)

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:— ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں— سلام کا جواب[۱] دینا۔ بیمار کی عیادت[۲] کرنا۔ جنازے کے ساتھ[۳] جانا۔ دعوت قبول[۴] کرنا۔ چھینک آنے پر یَرْحَمُکَ اللہ کہہ کر اس کے لیے دعائے رحمت[۵] کرنا۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(۱۷)

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ ایک بدچلن عورت کی اسی عمل پر مغفرت ہو گئی کہ وہ ایک کتے کے پاس سے گزری جو ایک کنوئیں کے پاس اس حال میں تھا کہ اس کی زبان باہر نکلی ہوئی تھی اور وہ ہانپ رہا تھا اور قریب تھا کہ

marfat.com

پیاس سے مرجائے۔

اس عورت نے پاؤں سے اپنے چمڑے کا موزہ اتارا، پھر اپنی اوڑھنی میں اس کو باندھا اور اس پیاسے کتے کے لیے (کنوئیں سے) پانی نکال کر اس کو پلایا۔ تو اسی بات پر اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا۔ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے دریافت کیا گیا، کیا جانوروں کے (کھلانے پلانے) میں بھی اجر ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا، بے شک ہر زندہ جانور کے کھلانے پلانے میں اجر ہے۔

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(صحیحین میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی اسی مضمون کی ایک اور حدیث بھی ہے لیکن اس میں بدچلن عورت کے بجائے ایک آدمی (رَجُلٌ) کا ذکر ہے)

(۱۸)

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ ایک ظالم عورت کو ایک بلی کو (بے رحمی سے) مار ڈالنے کے جرم میں عذاب دیا گیا ہے۔ اس نے اس بلی کو بند کر لیا پھر نہ تو خود اس کو کچھ کھانے کے لیے دیا اور نہ اسے چھوڑا کہ وہ زمین کے کیڑوں مکوڑوں سے اپنا پیٹ بھر لیتی (اس طرح اس کو بھوکا پیاسا تڑپا تڑپا کر مار ڈالا۔ پس اسی جرم میں وہ عذاب میں ڈالی گئی ہے) (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(۱۹)

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم لوگ ہرگز جنّت میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک تم ایمان نہ لاؤ اور تم ہرگز ایمان نہیں لا سکتے جب تک تم آپس میں محبّت نہ کرو اور لو گو کیا میں تم کو آگاہ نہ کر دوں ایک ایسی بات سے کہ اگر تم وہ کرو تو آپس میں محبّت پیدا ہو گی۔ سنو وہ یہ ہے کہ آپس میں بہت سلام کیا کرو (صحیح مسلم)

(۲۰)

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ چھوٹا بڑے کو سلام کیا کرے اور راستہ

marfat.com

سے گزرنے اور چلنے والا بیٹھے ہوؤں کو سلام کیا کرے اور تھوڑے آدمی زیادہ آدمیوں کی جماعت کو سلام کیا کریں۔ (صحیح بخاری)

(۲۱)

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ جو شخص اپنی جگہ سے (کسی ضرورت کی بناء پر) اٹھا اور پھر واپس آگیا تو اس جگہ کا وہی شخص زیادہ حقدار ہے۔

(صحیح مسلم)

(۲۲)

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی جوتا پہنے تو پہلے داہنے پاؤں میں پہنے اور جب اتارنے لگے تو پہلے بائیں پاؤں سے اتارے گویا داہنا پاؤں جوتا پہننے میں مقدم اور اتارنے میں مؤخر ہو۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(۲۳)

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ تم دوسروں کے بارے میں بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے، تم کسی کی کمزوریوں کی ٹوہ میں نہ رہا کرو اور جاسوسوں کی طرح خفیہ طور پر کسی کے عیب معلوم کرنے کی کوشش بھی نہ کیا کرو اور نہ ایک دوسرے پر بڑھنے کی بے جا ہوس کرو، نہ آپس میں حسد کرو، نہ بغض و کینہ رکھو اور نہ ایک دوسرے سے منہ پھیرو بلکہ اے اللہ کے بندو! اللہ کے حکم کے مطابق بھائی بھائی بن کر رہو۔

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(۲۴)

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ ایمان کی ستر سے کچھ اوپر شاخیں ہیں۔ ان میں سب سے اعلیٰ اور افضل لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کا قائل ہونا یعنی توحید کی شہادت دینا ہے اور ان میں سے ادنیٰ درجے کی شاخ اذیت اور تکلیف دینے والی چیزوں کا راستے سے ہٹانا ہے اور حیا ایمان کی ایک اہم شاخ ہے۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

marfat.com

(۲۵)

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا، نہیں زنا کرتا کوئی زنا کار جس وقت وہ زنا کرتا ہے اور وہ اس وقت مؤمن ہو اور نہیں چوری کرتا کوئی چور جبکہ وہ چوری کرتا ہے اور وہ اس وقت مؤمن ہو اور نہیں شراب پیتا کوئی شرابی جبکہ وہ شراب پیتا ہے اور وہ اس وقت مؤمن ہو اور نہیں لوٹتا لوٹ کا کوئی مال کہ لوگ اس کی طرف آنکھیں اٹھا اٹھا کر اس کی لوٹ مار کو دیکھتے ہوں جبکہ وہ لوٹتا ہے اور وہ اس وقت مؤمن ہو اور نہیں خیانت کرتا خیانت کرنے والا جبکہ وہ خیانت کرتا ہے اور وہ اس وقت مؤمن ہو۔ پس (ان خلافِ ایمان باتوں سے) اپنے کو بچاؤ بچاؤ۔

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(۲۶)

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ قیامت کے دن میری شفاعت سے وہی بہرہ مند ہوں گے جنہوں نے خلوصِ قلب سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کہا ہو۔

(صحیح بخاری)

(۲۷)

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ دنیا مومن کا قید خانہ ہے اور کافر کی جَنَّت۔

(صحیح مسلم)

(۲۸)

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ: — بندہ کہتا ہے میرا مال، میرا مال، حالانکہ اس کے مال میں سے جو واقعی اس کا ہے وہ بس تین چیزیں ہیں ایک وہ جو اس نے کھا کے ختم کر دیا، دوسرے وہ جو پہن کر پرانا کر ڈالا اور تیسرے وہ جو اس نے اللہ کی راہ میں دے دیا اور اپنی آخرت کے لیے ذخیرہ کر لیا اور ان کے سوا جو کچھ ہے وہ بندہ دوسروں کے لیے چھوڑ جانے والا ہے اور خود یہاں سے ایک دن رخصت ہو جانے والا ہے۔ (صحیح مسلم)

marfat.com

(۲۹)

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ بہت سے پراگندہ بالوں والے گرد و غبار میں اٹے ہوئے جن کو دروازوں پر دھکے دیئے جائیں (اللہ کے نزدیک ان کا یہ مرتبہ ہوتا ہے کہ) اگر اللہ پر قسم کھا جائیں تو اُن کی قسم کو اللہ ضرور پورا کرے گا۔

(صحیح مسلم)

(۳۰)

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:۔ جب تم میں سے کوئی ایسے شخص کو دیکھے جو مال و دولت اور شکل و صورت میں اس سے بڑھ کر ہو (اور اس کی وجہ سے اس کے دل میں طمع اور حسد پیدا ہو) تو اس کو چاہیے کہ وہ کسی ایسے بندہ کو دیکھے جو ان چیزوں میں اس سے کمتر ہو (تاکہ بجائے طمع اور حسد کے شکر اور صبر پیدا ہو)۔

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(۳۱)

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کو ارشاد ہے کہ تم دوسروں پر خرچ کرتے رہو میں تم پر خرچ کرتا رہوں گا۔ (یعنی اللہ تعالیٰ اپنے خزانۂ غیب سے ان کو عطا فرماتا رہے گا۔)

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(۳۲)

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ اگر میرے پاس اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہو تو میری خوشی یہی ہو گی کہ مجھ پر تین راتیں بھی ایسی نہ گزریں کہ میرے پاس اس میں سے کچھ بھی باقی ہو سوائے اس کے کہ قرض کی ادائیگی کے لیے اس میں سے کچھ روک لوں۔

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(۳۳)

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ:۔۔۔ اللہ کا جو بندہ بے شوہر والی

marfat.com

اور بے سہارا کسی عورت اور کسی مسکین حاجت مند آدمی کے کاموں میں دوڑ دھوپ کرتا ہو وہ اجر و ثواب میں اس مجاہد بندے کی طرح ہے جو اللہ کی راہ میں دوڑ دھوپ کرتا ہو ـــــ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اس قائم اللیل بندہ کی طرح ہے جو ہمیشہ روزہ رکھتا ہو۔

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(۳۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا کہ ایک شخص اپنے ایک بھائی سے، جو دوسری ایک بستی میں رہتا تھا ملاقات کے لیے چلا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے راستے میں ایک فرشتے کو منتظر بنا کر بٹھا دیا۔ (جب وہ شخص اس کے پاس سے گزرا) تو فرشتے نے اس سے پوچھا، تمہارا کہاں کا ارادہ ہے؟ اس نے کہا، میں اس بستی کے رہنے والے اپنے ایک بھائی سے ملنے جا رہا ہوں۔

فرشتے نے پوچھا، کیا اس پر تمہارا کوئی احسان ہے اور کوئی مستحق نعمت ہے جس کو تم پورا اور پختہ کرنے جا رہے ہو۔

اس بندے نے کہا، نہیں میرے جانے کا سبب اس کے سوا کچھ نہیں کہ اللہ کے لیے مجھے اس بھائی سے محبت ہے۔

فرشتے نے کہا، میں تمہیں بتاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہارے پاس یہ بتانے کے لیے بھیجا ہے کہ اللہ تم سے محبت کرتا ہے جیسا کہ تم اللہ کے لیے اس بندے سے محبت کرتے ہو۔

(صحیح مسلم)

(۳۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ کہاں ہیں میرے وہ بندے جو میری خوشنودی حاصل کرنے کے لیے آپس میں الفت اور محبت رکھتے تھے؟ آج جب کہ میرے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہیں ہے میں اپنے بندوں کو اپنے سایہ میں جگہ دوں گا۔ (صحیح مسلم)

marfat.com

(۳۶)

ایک شخص نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے عرض کیا (یا رسول اللہ!) مجھے کوئی وصیت فرمائیے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا، غصہ مت کیا کرو۔ اس شخص نے پھر اپنی وہی بات کئی بار دہرائی۔ آپؐ نے اس کے جواب میں ہر بار یہی فرمایا کہ غصہ مت کیا کرو۔

(صحیح بخاری)

(۳۷)

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: —— پہلوان اور طاقت ور وہ نہیں ہے جو مدِمقابل کو پچھاڑ دے بلکہ پہلوان اور شہ زور حقیقت میں وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے۔

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(۳۸)

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ اچھی اور میٹھی بات بھی ایک صدقہ ہے۔ (یعنی نیکی کا کام ہے جس پر بندہ اجر و ثواب کا مستحق ہوتا ہے)

(صحیح بخاری)

(۳۹)

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا، تم قیامت کے دن سب سے بُرے حال میں اس آدمی کو پاؤ گے جو دو رُخا ہو گا کہ کچھ لوگوں کے پاس جاتا ہے تو اس کا رُخ اور ہوتا ہے اور دوسروں کے پاس جاتا ہے تو اور (یعنی جس کے پاس جاتا ہے اس کی مرضی کے مطابق بات کرتا ہے)۔

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(۴۰)

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ایک دن فرمایا:۔ کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کس کو کہتے ہیں؟ صحابہؓ نے عرض کیا، اللہ اور اس کے رسولؐ ہی کو زیادہ علم ہے، آپؐ نے فرمایا، تمہارا اپنے کسی بھائی کا اس طرح ذکر کرنا جس سے اس کو ناگواری ہو (بس یہی غیبت ہے) ایک صاحب نے عرض کیا، اگر میں اپنے بھائی کی کوئی ایسی

marfat.com

بُرائی بیان کروں جو واقعی اس میں موجود ہو (تو کیا یہ بھی غیبت ہے ؟)
آپؐ نے فرمایا، غیبت جب ہی ہوگی جبکہ وہ برائی اس میں موجود ہو اور اگر وہ بُرائی اس میں موجود ہی نہیں تو پھر تو یہ بہتان ہوا (اور یہ غیبت سے بھی بڑا گناہ ہے۔)
(صیحح مسلم)

(۴۱)

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ آدمی کے لیے یہی جھوٹ کافی ہے کہ جو کچھ سُنے اسے (بلاتحقیق) بیان کرتا پھرے۔ (صیحح مسلم)

(۴۲)

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: —— منافق کی تین نشانیاں ہیں جب بات کرے تو جھوٹ[۱] بولے، وعدہ کرے تو[۲] اس کو پورا نہ کرے، اور جب کوئی امانت اس کے سپرد کی جائے تو اس میں خیانت[۳] کرے۔
(صیحح بخاری و صیحح مسلم)

(۴۳)

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ دولت مندی زیادہ مال و دولت کا نام نہیں بلکہ دولت مندی تو دل کی دولت مندی (بے نیازی) ہے۔
(صیحح بخاری)

(۴۴)

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں اور تمہارے عملوں کو دیکھتا ہے۔
(صیحح مسلم)

(۴۵)

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں شرک اور شرکت سے —— سب سے زیادہ بے نیاز ہوں۔ پس جو شخص کوئی عمل (عبادت وغیرہ)

marfat.com

کرے جس میں میرے ساتھ کسی اور کو بھی شریک کرے تو میں اس کو اور اس کے شرک دونوں کو چھوڑ دیتا ہوں اور ایک روایت میں ہے کہ میں اس سے بیزار اور بے تعلق ہوں کیونکہ وہ عمل (میرے لیے نہیں بلکہ) صرف اس دوسرے کے لیے ہے جس کے لیے اس نے کیا۔ (صحیح مسلم)

(۴۶)

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ جب نماز (جماعت) کھڑی ہو جائے تو تم لوگ دوڑ کر نہ آیا کرو بلکہ (عام رفتار سے) چل کر آیا کرو، اور وقار و سکینت کو لازم پکڑو۔ جو حصہ نماز (جماعت) کا پالو وہ امام کے ساتھ پڑھ لو اور جو چھوٹ جائے وہ بعد میں پورا کرلو۔ (صحیح بخاری)

(۴۷)

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تین شخص ایسے ہیں کہ میں خصوصیت سے قیامت کے دن ان کو سزا دوں گا۔ ایک وہ جو میرے نام کا واسطہ دے کر کسی سے معاہدہ کرے اور پھر بدعہدی کرے۔ دوسرا وہ جو کسی آزاد کو غلام بنا کر فروخت کرے اور اس کی قیمت لے۔ تیسرے اس کو جو کسی مزدور کو مزدوری پر لگائے پھر کام تو اس سے پورا لے مگر مزدوری نہ دے۔ (صحیح بخاری)

(۴۸)

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں ایک شخص آیا اور عرض کیا، یا رسول اللہ! اگر ایک شخص آکر میرا مال چھیننا چاہے تو میں کیا کروں۔ آپؐ نے فرمایا، اس کو اپنا مال نہ لینے دے۔ اس نے کہا، اگر وہ مجھ سے لڑائی کرے؟ آپؐ نے فرمایا، تو بھی مقابلہ کرسکتا ہے۔ اس نے کہا، اگر وہ مجھے لڑائی میں قتل کردے؟ آپؐ نے فرمایا، تو شہید ہوگا۔ اس نے کہا اگر لڑتے لڑتے میں اس کو قتل کردوں؟ آپؐ نے فرمایا، وہ جہنم میں جائے گا۔ (صحیح مسلم)

marfat.com

(۴۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو عورت اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتی ہے اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ ایک دن اور رات کا سفر بھی خاوند یا کسی محرم رشتہ دار کے بغیر کرے۔ (صحیح بخاری)

(۵۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص کبھی موت کی آرزو نہ کرے کیونکہ اگر وہ شخص نیک ہے تو (زندہ رہنے کی صورت میں) امید ہے کہ اور زیادہ نیکیوں کی توفیق مل جائے اور اگر بُرا ہے تو ممکن ہے کہ توبہ کا موقع میسّر آجائے۔ (صحیح بخاری)

(۵۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: —— جس آدمی کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا پھر اس نے اس کی زکوٰۃ نہیں ادا کی تو وہ مال قیامت کے دن اس آدمی کے سامنے ایسے زہریلے ناگ کی شکل میں آئے گا جس کے انتہائی زہریلے پن سے اُس کے سر کے بال جھڑ گئے ہوں اور اس کی آنکھوں کے اوپر دو سفید نقطے ہوں۔ پھر وہ سانپ (اس زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے) کے گلے کا طوق بنا دیا جائے گا۔ پھر وہ اس کی دونوں باچھیں پکڑے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں میں تیرا خزانہ ہوں۔ یہ فرمانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی: ——

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ۖ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ۖ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۔ (آل عمران۔ ع ۱۸)

(صحیح بخاری)

marfat.com

(۵۲)

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے فرمایا: - حقیقی مسکین وہ آدمی نہیں - جو (مانگنے کے لیے) لوگوں کے پاس آتا جاتا ہے اور ایک دو لقمے یا کھجوریں لے کر واپس لوٹ جاتا ہے بلکہ حقیقی مسکین وہ بندہ ہے جس کے پاس اپنی ضرورتیں پوری کرنے کا سامان بھی نہیں ہے (چونکہ وہ اپنا حال لوگوں سے چھپاتا ہے اس لیے) کسی کو اس کی حاجت مندی کا احساس بھی نہیں ہوتا تاکہ صدقہ سے اس کی مدد کی جائے اور نہ وہ چل پھر کر لوگوں سے سوال کرتا ہے۔

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(۵۳)

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ جو کوئی (حاجت سے مجبور ہو کر نہیں بلکہ) زیادہ مال حاصل کرنے کے لیے لوگوں سے مانگتا ہے تو وہ درحقیقت اپنے لیے جہنم کا انگارہ مانگتا ہے - اب خواہ اس میں کمی کرے یا زیادتی کرے۔

(صحیح مسلم)

(۵۴)

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ صدقہ سے مال میں کمی نہیں آتی اور قصور معاف کرنے سے آدمی نیچا نہیں ہوتا بلکہ اللہ اس کو سربلند کر دیتا ہے اور اس کی عزت میں اضافہ ہو جاتا ہے اور جو بندہ اللہ کے لیے فروتنی اور خاکساری اختیار کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کو رفعت اور سربلندی بخشے گا۔

(صحیح مسلم)

(۵۵)

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے بیان فرمایا کہ: ـــــ ایک شخص کسی راستے پر چلا جا رہا ہے جس پر کسی درخت کی ایک شاخ تھی (جس سے راہگیروں کو تکلیف ہوتی تھی) اس شخص نے اپنے دل میں کہا کہ میں اس شاخ کو یہاں سے

marfat.com

ہٹا کر راستہ صاف کردوں گا تاکہ لوگوں کو تکلیف نہ ہو (پھر اس نے ایسا ہی کیا) تو وہ اپنے اس عمل کی وجہ سے جنّت میں بھیج دیا گیا۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(۵۶)

ایک شخص نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے عرض کیا، یارسول اللہ! کس صدقہ کا ثواب زیادہ ہے؟ آپ نے فرمایا، زیادہ ثواب کی صورت یہ ہے کہ تم ایسی حالت میں صدقہ کرو جبکہ تمہاری تندرستی قائم ہو اور تمہارے دل میں دولت کی چاہت اور اس کو اپنے پاس رکھنے کی حرص ہو، اس حالت میں (راہِ خدا میں مال خرچ کرنے سے) تمہیں محتاجی کا خطرہ ہو اور دولت مندی کی دل میں آرزو ہو، (ایسے وقت میں اللہ کی رضا کے لیے اپنا مال خرچ کرنے یا صدقہ کرنے کا بڑا ثواب ہے) اور ایسا نہ ہونا چاہیے کہ جب موت کا وقت آجائے اور جان کھنچ کر حلق میں آجائے تو تم مال کے بارے میں وصیّت کرنے لگو کہ اتنا فلاں کو اور اتنا فلاں کو حالانکہ اب تو مال فلاں فلاں کا (یعنی وارثوں کا) ہو ہی جائے گا۔

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(۵۷)

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ جب رمضان آتا ہے تو جنّت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین جکڑ دیئے جاتے ہیں۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(۵۸)

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ آدمی کے ہر اچھے عمل کا ثواب دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھایا جاتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ روزہ اس عام قانون سے مستثنیٰ ہے وہ بندہ کی طرف سے میرے لیے ایک تحفہ ہے اور میں ہی اس کا (جس طرح چاہوں گا) اجر دوں گا۔ میرا بندہ میری رضا کے واسطے اپنی خواہشِ نفس اور اپنا کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے (پس میں ہی اس کا صلہ دوں گا)

marfat.com

روزہ دار کے لیے دو مسرتیں ہیں، ایک افطار کے وقت اور دوسری اپنے رب کی بارگاہ میں حضوری کی اور قسم ہے کہ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی بہتر ہے اور روزہ (دنیا میں شیطان کے حملوں سے بچاؤ اور آخرت میں آتشِ دوزخ سے حفاظت کے لیے) ڈھال ہے اور جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو چاہیے کہ وہ بے ہودہ اور فحش باتیں نہ بکے اور شور و غل نہ مچائے اور اگر کوئی دوسرا اس سے جھگڑا کرے تو کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں۔

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(۵۹)

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جس نے روزہ کی حالت میں بھول کر کچھ کھا پی لیا تو اس سے اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا (اس لیے) وہ قاعدہ کے مطابق اپنا روزہ پورا کرے کیونکہ اس کو اللہ نے کھلایا پلایا ہے۔

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(۶۰)

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے منع فرمایا یوم الاضحیٰ اور یوم الفطر میں روزہ رکھنے سے۔

(صحیح مسلم)

(۶۱)

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: — جس آدمی نے حج کیا اور اس میں نہ تو کسی شہوانی اور فحش بات کا ارتکاب کیا اور نہ اللہ کی کوئی نافرمانی کی تو وہ گناہوں سے ایسا پاک صاف ہو کر واپس ہوگا جیسا اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اس کو جنا تھا۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(۶۲)

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: — میری اس مسجد (یعنی مدینہ منورہ کی مسجد نبوی میں) ایک نماز دوسری تمام مساجد کی ہزار نمازوں سے بہتر ہے۔ سوائے

marfat.com

مسجدِ حرام کے ۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(۶۳)

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے اپنے مہمان کی عزت کرنی چاہیے۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(۶۴)

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: — اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آدم کا بیٹا (یعنی انسان) زمانہ کو بُرا کہہ کر مجھ کو تکلیف دیتا ہے حالانکہ زمانہ میں ہی ہوں، میرے ہی ہاتھ میں سب کچھ ہے۔ میں ہی رات اور دن کو بدلتا رہتا ہوں۔

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(۶۵)

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ میری اُمّت کا ہر شخص جنّت میں داخل ہوگا مگر وہ شخص نہیں جس نے میرا انکار کیا؟ آپؐ نے فرمایا، جس شخص نے میری پیروی کی وہ جنّت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے میرا انکار کیا۔

(صحیح بخاری)

(۶۶)

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے عمل (کے ثواب) کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے مگر تین باتوں کا ثواب برابر جاری رہتا ہے۔ صدقۂ جاریہ، علم جس سے نفع حاصل کیا جائے (جیسے کسی کو علم پڑھایا یا کوئی دینی کتاب لکھی) اور اولادِ صالح جو مرنے کے بعد اس کے لیے دُعا کرے۔ (صحیح مسلم)

(۶۷)

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص سو کر اٹھے تو اپنے ہاتھ کو پانی کے برتن میں نہ ڈالے جب تک کہ اس کو تین مرتبہ دھو نہ لے کیونکہ اس کو نہیں معلوم کہ رات کو اس کا ہاتھ کہاں رہا۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

marfat.com

(۶۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: — لوگو آپس میں حسد نہ کیا کرو اور آپس میں بغض نہ رکھو اور نہ ایک دوسرے سے قطع تعلق کرو اور اے اللہ کے بندو بھائی بھائی ہو جاؤ۔ (صحیح مسلم)

(۶۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: — دو آدمیوں کے درمیان صلح کرا دو، یہ بھی ایک نیکی ہے تم کسی کو اپنی سواری پر بٹھا لو، یا اس کا بوجھ اپنی سواری پر رکھ لو، یہ بھی نیکی ہے۔ اچھی بات کہنا بھی نیکی ہے۔

تمہارا ہر قدم جو نماز کے لیے اٹھتا ہے، نیکی ہے۔ راستے سے کانٹے پتھر ہٹا دینا بھی نیکی ہے۔ (صحیح مسلم)

(۷۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ —

جس نے کسی بات پر قسم کھالی اور پھر دوسری چیز کو پہلی سے بہتر خیال کیا تو وہ بہتر کو اختیار کرے اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کرے۔ (صحیح مسلم)

(۷۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کھانے کو بُرا نہ کہا اور نہ بُرا سمجھا۔ اگر خواہش ہوتی تو کھا لیتے اگر خواہش و رغبت نہ ہوتی تو چھوڑ دیتے۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(۷۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دو آدمیوں کا کھانا تین آدمیوں کے لیے کافی ہے اور تین آدمیوں کا کھانا چار آدمیوں کے لیے کافی ہے۔

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

marfat.com

(۷۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص تکبر اور ریا سے اپنی ازار (تہبند۔ پاجامہ) کو ٹخنوں سے نیچے لٹکائے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس پر رحمت کی نظر نہ ڈالے گا۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(۷۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص ایک پاؤں میں جوتا پہن کر نہ چلے۔ دونوں پاؤں کو ننگا رکھے یا دونوں پاؤں میں جوتے پہنے۔
(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(۷۴)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے مجھ کو خواب میں دیکھا اس نے (حقیقت میں) مجھ ہی کو دیکھا اس لیے کہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کرسکتا۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(۷۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسنؓ بن علیؓ کا بوسہ لیا۔ اس وقت آپ کے پاس اقرعؓ بن حابس بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا، میرے دس بیٹے ہیں میں نے ان میں سے کبھی کسی کا بوسہ نہ لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا، جو شخص (اولاد یا مخلوقِ خدا پر) مہربانی اور شفقت نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔ (یعنی اللہ اس پر رحم نہیں کرتا)۔
(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(۷۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کوئی ایمان والا شوہر اپنی مومنہ بیوی سے نفرت نہیں کرتا اگر اس کی کوئی عادت ناپسندیدہ ہوگی تو دوسری کوئی عادت پسندیدہ بھی ہوگی۔ (صحیح مسلم)

marfat.com

(۷۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سا آدمی بزرگ و مکرم ہے۔ آپؐ نے فرمایا، اللہ کے نزدیک بزرگ و برتر وہ شخص ہے جو اللہ سے ڈرتا ہے (یعنی متقی و پرہیزگار)۔ صحابہؓ نے عرض کیا، ہمارے سوال کا یہ مطلب نہیں (بلکہ ہم حسب و نسب کے اعتبار سے انسان کی شرافت کو دریافت کرتے ہیں) آپؐ نے فرمایا، بزرگ و شریف تر انسانوں میں (حضرت) یوسف (علیہ السلام) ہیں جو اللہ کے نبی، اللہ کے نبی یعقوب (علیہ السلام) کے بیٹے، اللہ کے نبی اسحاق (علیہ السلام) کے پوتے اور اللہ کے نبی (ابراہیم) خلیل اللہ کے پڑپوتے ہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا، ہمارے سوال کا یہ منشاء بھی نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا، تم عرب کے خاندانوں اور قبائل کی بابت مجھ سے دریافت کرتے ہو؟ صحابہؓ نے عرض کیا، ہاں۔ آپؐ نے فرمایا، جو شخص ایامِ جاہلیت میں تم میں سب سے بہتر تھا، وہی اسلام میں بہتر ہے جبکہ یہ فقیہ (یعنی عقلمند اور سمجھ دار) ہو۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(۷۸)

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا، یا رسول اللہ! میرے قرابت دار ایسے ہیں کہ میں ان کے ساتھ (اچھا) سلوک کرتا ہوں لیکن وہ میرے ساتھ (اچھا) سلوک نہیں کرتے، میں ان کے ساتھ احسان کرتا ہوں اور وہ مجھ سے برائی کرتے ہیں۔ میں حلم و بردباری سے کام لیتا ہوں اور ان سے درگزر کرتا ہوں اور وہ جہالت سے پیش آتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا، اگر تو ایسا ہی ہے جیسا کہ تو نے بیان کیا تو گویا تو ان کو گرم راکھ پھنکواتا ہے اور تیرے ساتھ ہمیشہ اللہ کی مدد ہے۔ اللہ ان کی ایذاؤں اور شر کو تجھ سے دفع کرنے والا ہے جب تک کہ تو اسی صفت پر رہے۔ (صحیح مسلم)

(۷۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مؤمن ایک سوراخ سے دوبار

marfat.com

نہیں ڈسا جاتا۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(۸۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک دن صحابہ سے مخاطب ہو کر) فرمایا، تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ ہم میں تو مفلس وہ شخص ہے جس کے پاس نہ تو درہم (مال) ہو اور نہ سامان اسباب۔ آپؐ نے فرمایا، میری اُمت میں قیامت کے دن مفلس وہ شخص ہوگا جو دنیا سے نماز، روزہ اور زکوٰۃ وغیرہ ہر قسم کی عبادتیں لے کر آئے گا اور ساتھ ہی کسی کو گالی دینے، کسی پر تہمت لگانے، کسی کا مال کھا جانے، کسی کو ناحق قتل کرنے اور کسی کو ناحق مارنے پیٹنے کے گناہ بھی لائے گا۔ پھر ایک مظلوم کو اس کی نیکیوں میں سے دیا جائے گا اور دوسرے مظلوم کو اس کی نیکیوں میں سے دیا جائے گا۔ جب اس کی یہ نیکیاں ختم ہو جائیں گی اور لوگوں کے حق باقی رہ جائیں گے تو ان حقداروں کی بُرائیاں اور گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں گے۔ پھر اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ (صحیح مسلم)

(۸۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مؤمنِ قوی بہتر ہے مؤمنِ ضعیف سے، اور ہر مؤمن میں خواہ وہ قوی ہو یا ضعیف نیکی ہے۔ جو چیز تجھ کو نفع پہنچائے اس پر حرص کر اور اللہ کی مدد اور توفیق طلب کر اور طلب استعانت سے عاجز نہ ہو اور جب تجھ کو کوئی مصیبت پہنچے (یعنی کسی کام میں نقصان ہو جائے) تو یوں نہ کہہ کہ اگر میں اس طرح کرتا تو ایسا ہوتا بلکہ اس طرح کہہ کہ اللہ نے یہی مقدر کیا تھا اور اللہ جو کچھ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اس لیے کہ "اگر" کا لفظ شیطان کے کام کو کھولتا ہے اور دل میں وسوسہ پیدا کرتا ہے۔ (صحیح مسلم)

(۸۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اعمال (نیک) میں جلدی کرو۔

marfat.com

اُن فتنوں کے آنے سے پہلے جو تاریک رات کے ٹکڑوں کی مانند ہوں گے (کہ اس وقت) آدمی صبح کو ایمان کی حالت میں اٹھے گا اور شام کو کافر ہو جائے گا اور شام کو مومن ہوگا اور صبح کو کافر ہو جائے گا کہ اپنے دین و مذہب کو دُنیا کی تھوڑی سی متاع پر بیچ ڈالے گا۔ (صحیح مسلم)

(۸۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا، یا رسول اللہ! کافروں کے حق میں بد دعا کیجئے۔ آپ نے فرمایا، مجھ کو لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا ہے بلکہ مجھ کو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔ (صحیح مسلم)

(۸۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھ پر جو شخص ایک مرتبہ دُرُود بھیجے گا، اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت نازل فرمائے گا۔ (صحیح مسلم)

(۸۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ —— جب تم میں کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھلائے تو اس کو چاہیے کہ نماز کو ہلکا کرے (یعنی چھوٹی سورتیں پڑھے تاکہ نماز جلد ختم ہو) اس لیے کہ لوگوں میں بیمار بھی ہیں اور کمزور بھی اور بوڑھے بھی ——

اور جب کوئی شخص تنہا نماز ادا کرے تو جس قدر طویل ممکن ہو ادا کرے۔

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(۸۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جنازہ کے لیے جانے میں جلدی کرو اس لیے کہ اگر وہ نیک آدمی کا جنازہ ہے تو اس کو نیکی (اس کی اچھی منزل) کی طرف جلد پہنچانا چاہیے اور اگر وہ بُرے آدمی کا جنازہ ہے تو جلد اس کو اپنی گردنوں سے اتار کر رکھ دو۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

marfat.com

(۸۷)

(حضرت) ابو موسیٰؓ بے ہوش ہو گئے تو ان کی بیوی اُمِ عبداللہ نے چلا چلا کر رونا شروع کر دیا۔ پھر جب ابو موسیٰؓ کو ہوش آ گیا تو انہوں نے (بیوی سے) کہا، کیا تجھ کو معلوم نہیں ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا ہے کہ میں اس شخص سے بری الذمہ ہوں جو مصیبت میں سر کے بال منڈائے، چلا چلا کر روئے اور کپڑے پھاڑے۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(۸۸)

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں جب کسی مومن بندے کی پیاری روح (یعنی اس بندے کے کسی پیارے عزیز۔ ماں، باپ بہن بھائی بیٹے بیٹی وغیرہ کی روح) قبض کرتا ہوں اور وہ اس پر صَبر کرتا اور ثواب کا طالب ہوتا ہے تو اس کے لیے میرے پاس جنّت سے بہتر کوئی جزاء نہیں ہوتی۔ (صحیح بخاری)

(۸۹)

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ جو شخص اس حال میں مرا کہ نہ تو اس نے کبھی جہاد کیا اور نہ اپنے جی میں اس کی تجویزیں سوچیں اور تمنّا کی تو وہ نفاق کی ایک صفت پر مرا۔ (صحیح مسلم)

(۹۰)

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری اُمّت کے دل کے بُرے خیالات اور وسوسوں کو معاف فرما دیا ہے، اُن پر کوئی مواخذہ نہ ہو گا۔ جب تک ان پر عمل نہ ہوا اور زبان سے نہ کہا جائے۔

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(۹۱)

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا ہے کہ لوگوں میں ہمیشہ فضول

marfat.com

سوالات اور چون وچرا کا سلسلہ جاری رہے گا یہاں تک کہ یہ احمقانہ سوال بھی کیا جائے گا کہ اللہ نے سب مخلوق کو پیدا کیا ہے تو پھر اللہ کو کس نے پیدا کیا ہے؟ پس جس کو اس سے سابقہ پڑے وہ یہ کہہ کر بات ختم کر دے کہ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر میرا ایمان ہے۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(۹۲)

ایک شخص رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، میں بڑا دکھی فقیر ہوں (مجھے بھوک بہت ستا رہی ہے) آپ نے اپنی بعض ازواجِ مطہرات کے پاس کہلا بھیجا (کہ اگر کھانے کی کوئی چیز ہو تو ایک ایسے حاجت مند کے لیے بھیج دو) وہاں سے جواب ملا کہ اس ذات کی قسم جس نے آپؐ کو دینِ حق کے ساتھ مبعوث کیا ہمارے ہاں اس وقت کھانے پینے کی کوئی چیز پانی کے سوا نہیں ہے۔ پھر آپؐ نے اپنے کسی دوسرے گھر میں کہلا بھیجا وہاں سے بھی یہی جواب ملا پھر (اپنے دوسرے سب گھروں میں کہلا کے بھیجا اور) ان سب کی طرف سے بھی یہی جواب ملا۔ (اب) آپ نے صحابۂ حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا، تم میں سے کون اس شخص کو اپنا مہمان بنا سکتا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوگی۔

انصار میں سے ابوطلحہ نام کے ایک صاحب کھڑے ہوئے اور عرض کیا، یارسول اللہ! اس کو میں اپنا مہمان بناتا ہوں۔ چنانچہ وہ اس شخص کو اپنے گھر لے گئے اور اپنی اہلیہ سے کہا (اس مہمان کے لیے) کیا تمہارے ہاں کچھ ہے؟

اہلیہ نے جواب دیا، بس اپنے بچوں کا کھانا ہے اس کے سوا کچھ نہیں ہے۔

ابوطلحہ نے کہا، تو پھر ایسا کرو کہ بچوں کو کسی طرح بہلا کر سُلا دو اور جب ہمارا مہمان گھر میں آجائے تو اس پر یہ ظاہر کرنا کہ (اس کے ساتھ) ہم بھی کھائیں گے۔ پھر جب وہ کھانے کے لیے ہاتھ بڑھائے تو تم چراغ کی بتی ٹھیک کرنے کے بہانے چراغ کے پاس جانا اور اُس کو بجھا دینا (تاکہ گھر میں اندھیرا ہو جائے اور مہمان

marfat.com

کو یہ معلوم نہ ہو سکے کہ ہم کھانا کھا رہے ہیں یا نہیں) چنانچہ بیوی نے ایسا ہی کیا۔ پس بیٹھے تو سب لیکن کھانا صرف مہمان ہی نے کھایا اور دونوں میاں بیوی نے بھوکے رہ کر رات گزاری۔ صبح کو ابو طلحہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان کا اور ان کی بیوی کا نام لے کر ان کو خوشخبری سنائی کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے فلاں بندے اور فلاں بندی کا یہ عمل بہت ہی پسند آیا اور اللہ تعالیٰ بہت ہی خوش ہوا۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(۹۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ! محمدؐ کے متعلقین کی روزی بس بقدر کفاف ہو۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(۹۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ارشاد فرمایا، بتلاؤ اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر جاری ہو جس میں وہ روزانہ پانچ مرتبہ نہاتا ہو تو کیا اس کے جسم پر کچھ میل کچیل باقی رہے گا؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ کچھ بھی باقی نہیں رہے گا۔ آپ نے ارشاد فرمایا، بالکل یہی مثال پانچ نمازوں کی ہے اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ سے خطاؤں کو دھوتا اور مٹاتا ہے۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(۹۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سب سے زیادہ سچی بات جو کسی شاعر نے کہی ہے وہ لبید بن ربیعہ (شاعر) کی یہ بات ہے اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰہَ بَاطِلٌ" (آگاہی ہو کہ اللہ کے سوا ہر چیز فانی ہے)

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(۹۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو اسے چاہیے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے اور اس کا جو بھائی (یا آپؐ نے فرمایا کہ

marfat.com

اس کا جو ساتھی اس کے پاس) ہو وہ کہے یَرْحَمُکَ اللّٰہ کہے تو چاہیے کہ چھینکنے والا (اس کے جواب میں یہ دعائیہ کلمہ) کہے
یَهْدِیْکُمُ اللّٰهُ وَیُصْلِحُ بَالَکُمْ۔
(اللہ تمہیں ہدایت سے نوازے اور تمہارے حالات درست فرما دے)
(صحیح بخاری)

(۹۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ پانچ چیزیں انسان کی فطرتِ سلیمہ کے تقاضے اور دینِ فطرت کے خاص احکام ہیں ـــــ ختنہ[۱]۔ زیرِ ناف بالوں[۲] کی صفائی۔ مونچھیں تراشنا[۳]۔ ناخن لینا[۴] اور بغل کے بال لینا[۵]۔
(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(۹۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میرا معاملہ بندے کے ساتھ اس کے یقین کے مطابق ہے اور میں اس کے بالکل ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے۔ اگر وہ مجھے اپنے دل میں اس طرح یاد کرے کہ کسی اور کو خبر بھی نہ ہو تو میں بھی اس کو اسی طرح یاد کروں گا اور اگر وہ دوسرے لوگوں کے سامنے مجھے یاد کرے تو میں اس سے بہتر بندوں کی جماعت میں اس کا ذکر کروں گا۔ (یعنی ملائکہ کی جماعت میں)۔
(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(۹۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کوئی دعا کرے تو اس طرح نہ کہے کہ اے اللہ اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے اور تو چاہے تو مجھ پر رحمت فرما اور تو چاہے تو مجھے روزی دے بلکہ اپنی طرف سے عزم اور قطعیت کے ساتھ اللہ کے حضور میں اپنی مانگ رکھے۔ بیشک وہ کرے گا وہی

marfat.com

جو چاہے گا۔ کوئی ایسا نہیں جو زور ڈال کر اس سے کرا سکے۔ (صحیح بخاری)

(۱۰۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سات آدمی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنے سایہ میں جگہ دے گا جب کہ اس کے سوا اور کہیں سایہ موجود نہ ہوگا وہ سات آدمی یہ ہیں:

(۱) بادشاہِ عادل (یعنی انصاف کرنے والا بادشاہ یا خلیفہ)

(۲) وہ نوجوان جو اللہ کی عبادت کرتے ہوئے پلا بڑھا۔

(۳) وہ آدمی جس کا دل مسجد میں لگا ہوا ہو۔

(۴) وہ آدمی جو اللہ ہی کے لیے محبت کریں اور اللہ ہی کے لیے ایک دوسرے سے جدا ہوں۔

(۵) وہ آدمی جس کو کوئی خوبصورت اور خاندانی عورت اپنی طرف بلائے مگر وہ یہ کہہ دے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں (یعنی یہ کہہ کر اس کے پاس جانے سے انکار کر دے۔)

(۶) وہ آدمی جو اپنے صدقہ کو اس قدر پوشیدہ رکھے کہ بائیں ہاتھ کو بھی پتہ نہ چلے کہ دائیں نے کیا خرچ کیا۔

(۷) وہ شخص جو تنہائی میں اللہ کو یاد کر کے رونے لگے۔

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

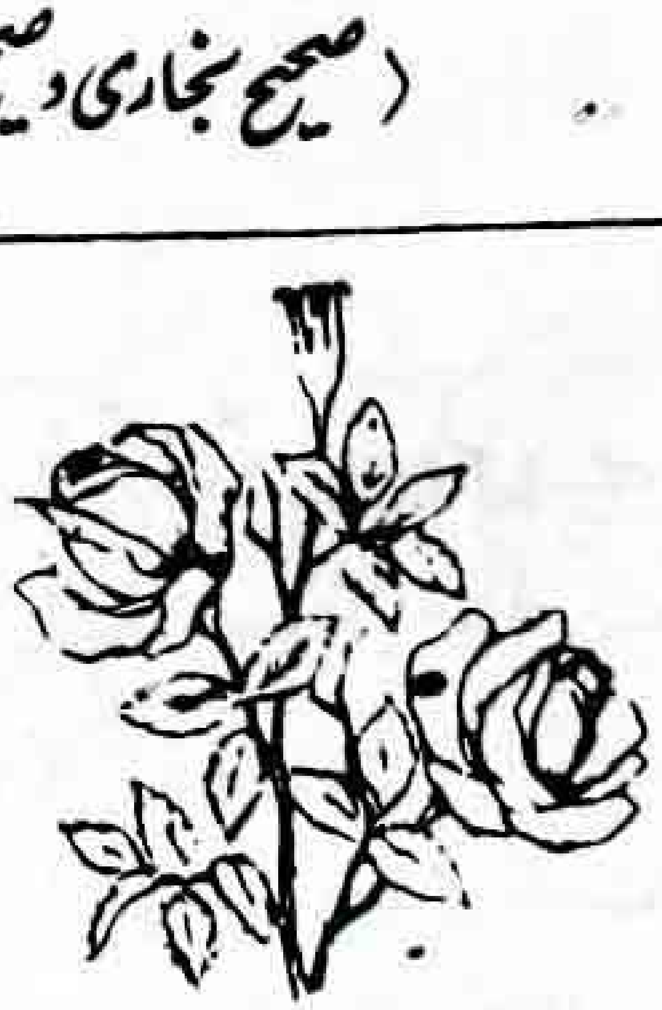

marfat.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی چند اور مرویّات

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک سَو مرویات، جو صحیحین (صحیح بخاری و صحیح مسلم) سے لی گئی ہیں، پچھلے صفحات میں نقل کی جا چکی ہیں (اردو ترجمہ) یہاں ہم ان کی چند اور مرویّات درج کرتے ہیں جو اِن کُتُبِ حدیث سے لی گئی ہیں :

سُنَنِ ابی داؤد۔ جامع ترمذیؒ۔ سُنَنِ نسائی۔ سُنَنِ ابن ماجہؒ۔
مؤطا امام مالکؒ۔ مُسندِ احمد بن حنبلؒ۔ سُنَنِ دارمیؒ۔ سُنَنِ دار قطنیؒ۔
شعب الایمان للبیہقیؒ۔

ان میں سے بیشتر احادیث ایسی ہیں جن کو آئمۂ حدیث میں سے اکثر (یا کئی) نے اپنی اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ ان کو مرویاتِ ابی ہریرہؓ کے ایسے نمونے سمجھیے جو صحیحین کے علاوہ مختلف درجوں کی دوسری کُتُبِ حدیث میں موجود ہیں۔ ہر حدیث سے پہلے " حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ" کے الفاظ کا اضافہ کر لیجیے۔

سُنَنِ ابی داؤدؒ

○ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام اس لیے بنایا گیا ہے کہ مقتدی لوگ اس کی اقتدا اور اتباع کریں لہٰذا جب امام اللہ اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر کہو اور جب وہ قراءت کرے تو تم خاموشی سے کان لگا کر سنو۔

○ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: — اللہ کی رحمت اس بندے پر جو رات کو اٹھا اور اس نے نمازِ تہجد پڑھی اور اپنی بیوی کو بھی جگایا اور اس نے بھی نماز پڑھی اور اگر وہ نہیں جاگی تو اس کے منہ پر پانی کا ہلکا سا چھینٹا دے کر اس کو جگا دیا اور

اسی طرح اللہ کی رحمت اس عورت پر جو رات کو نمازِ تہجد کے لیے اٹھی اور اس نے نماز ادا کی اور اپنے شوہر کو بھی جگایا۔ پھر اس نے بھی اٹھ کر نماز پڑھی اور اگر وہ نہ اٹھا تو اس کے منہ پر پانی کا ہلکا سا چھینٹا دے کر اس کو بیدار کر دیا۔

○ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ جب تم کسی میت کی نمازِ جنازہ پڑھو تو پورے خلوص سے اس کے لیے دُعا کرو۔

○ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ جو مسلمان کسی مسلمان کو عریانی کی حالت میں کپڑے پہنائے، اللہ تعالیٰ اس کو جنّت کے سبز جوڑے عطا فرمائے گا اور جو مسلمان کسی مسلمان کو بھوک کی حالت میں کھانا کھلائے اللہ تعالیٰ اس کو جنّت کے پھل اور میوے کھلائے گا اور جو مسلمان کسی مسلمان کو پیاس کی حالت میں پانی پلائے اللہ تعالیٰ اس کو (جنّت کی) شرابِ طہور پلائے گا جس پر مُہر لگی ہو گی۔

○ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ ایک مؤمن دوسرے مؤمن کا آئینہ ہے اور ایک مؤمن دوسرے مؤمن کا بھائی ہے۔ اس کے ضرر کو اس سے دفع کرتا ہے اور اس کے پیچھے سے اس کی پاسبانی اور نگرانی کرتا ہے۔

○ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص سایہ کی جگہ میں بیٹھا ہو پھر اس پر سے سایہ ہٹ جائے اور اس کے جسم کا کچھ حصّہ دھوپ میں اور کچھ سائے میں ہو جائے تو اسے چاہیئے کہ وہ اس جگہ سے اٹھ جائے۔

جامع ترمذیؒ

○ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا، جس نے فجر کی سُنّتیں نہ پڑھی ہوں، اس کو چاہیئے کہ وہ سورج نکلنے کے بعد ان کو پڑھے۔

○ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ اللہ کے بعض ایمان والے بندوں یا ایمان والی بندیوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مصائب اور حوادث آتے رہتے ہیں۔ کبھی اس کی جان پر، کبھی اس کے مال پر، کبھی اس کی اولاد پر اور ان کے نتیجہ میں اس کے گناہ جھڑتے رہتے ہیں یہاں تک کہ مرنے کے بعد وہ اللہ کے حضور اس حال میں پہنچتا ہے کہ اس کا ایک گناہ بھی باقی نہیں ہوتا۔

○ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ دنوں میں سے کسی دن بھی بندے کا عبادت کرنا اللہ تعالیٰ کو اتنا محبوب نہیں جتنا کہ عشرہ ذی الحجہ میں محبوب ہے۔ اس عشرہ میں ہر دن کا روزہ سال بھر کے روزوں کے برابر ہے اور اس کی ہر رات کے نوافل شب قدر کے نوافل کے برابر ہیں۔

○ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ اگر میں کسی کو کسی مخلوق کے سامنے سجدے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔

○ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے ایک شخص کو پیٹ کے بل اوندھا لیٹا ہوا دیکھا تو آپؐ نے فرمایا کہ لیٹنے کا یہ طریقہ اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔

○ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ مومنین میں کامل الایمان وہ ہیں جن کے اخلاق بہتر ہیں اور تم میں اچھے اور خیر کے زیادہ حامل وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے حق میں زیادہ اچھے ہیں۔

سُنَنِ نسائی رح

○ ایک شخص رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کے پاس آیا اور عرض کیا کہ میرے پاس ایک دینار ہے (اس کو کیسے خرچ کروں)

آپؐ نے فرمایا، اس کو اپنی ضرورتوں پر خرچ کرو۔

اس نے کہا، اس کے لیے میرے پاس اور ہے۔

آپؐ نے فرمایا، تو اس کو اپنی اولاد کی ضرورتوں پر خرچ کرو۔

اس نے کہا، اس کے لیے میرے پاس اور ہے۔

آپؐ نے فرمایا، تو اس کو اپنی بیوی کی ضروریات پر خرچ کرو۔

اس نے کہا، اس کے لیے میرے پاس اور ہے۔

آپؐ نے فرمایا، تو اس کو اپنے غلام اور خادم پر خرچ کرو۔

اس نے کہا، اس کے لیے میرے پاس اور ہے۔

آپؐ نے فرمایا، تم زیادہ واقف ہو (کہ تمہارے قرابت داروں میں کون زیادہ حاجت مند اور مستحق ہے۔)

marfat.com

○ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حرص و بخل اور ایمان کبھی ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔

○ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ کے ضرر سے مسلمان محفوظ رہے اور مؤمن وہ ہے جس کی طرف سے لوگوں کو اپنی جانوں اور مالوں کے بارے میں کوئی ڈر اور خطرہ نہ ہو۔

○ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بوڑھوں کمزوروں اور عورتوں کے لیے حج اور عمرہ کرنا ثواب میں جہاد کے برابر ہے۔

○ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ تین شخص اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں، جہاد کرنے والا، حج کرنے والا اور عمرہ کرنے والا۔

سُنَنِ ابنِ ماجہؒ

○ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تم لوگوں کے لیے مثل ایک باپ کے ہوں اپنی اولاد کے لیے (یعنی جس طرح اولاد کی تعلیم و تربیت ہر باپ کی ذمہ داری ہے۔ اسی طرح تمہاری تعلیم و تربیت میرا کام ہے) اس لیے میں تمہیں بتاتا ہوں کہ جب تم رفع حاجت کے لیے جاؤ تو نہ قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھو اور نہ اس کی طرف پشت کر کے اور آپؐ نے تین پتھروں (ڈھیلوں) کے استعمال کا حُکم دیا اور منع فرمایا استنجے میں لید اور ہڈی استعمال کرنے سے اور منع فرمایا داہنے ہاتھ سے استنجا کرنے سے۔

○ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جسم کے ہر بال کے نیچے جنابت کا اثر ہوتا ہے۔ اس لیے غسل جنابت میں بالوں کو اچھی طرح دھونا چاہیئے اور جلد کا جو حصہ ظاہر ہے اس کی بھی اچھی طرح دُھلائی کرنی چاہیئے۔

○ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس بندے نے کسی مریض کی عیادت کی تو اللہ کا منادی آسمان سے پکارتا ہے کہ تو مبارک اور عیادت کے لیے تیرا چلنا مبارک اور تو نے یہ عمل کر کے جنّت میں اپنا گھر بنا لیا۔

○ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمانوں کے گھروں میں بہترین

maarfat.com

وہ گھر ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا ہو اور مسلمانوں کے گھروں میں بدترین گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ بُرا سلوک کیا جائے۔

○ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی رات کو اس حال میں سو جائے کہ اس کے ہاتھ میں کھانے کی چکنائی کا اثر اور اس کی بو ہو اور اس کی وجہ سے اس کو کوئی گزند پہنچ جائے تو وہ بس اپنے ہی کو ملامت کرے۔

مؤطا امام مالکؒ

○ (ایک دفعہ) جہری نماز (جس نماز میں قرأت اونچی آواز سے کی جاتی ہے) پڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نمازیوں (مقتدیوں) کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، کیا تم میں سے کسی نے میرے ساتھ ابھی ابھی نماز میں قرأت کی ہے؟ (یعنی بلند آواز سے قرآن پڑھا ہے)

ایک شخص نے عرض کیا، ہاں یا رسول اللہ۔

آپؐ نے فرمایا، میں (دل میں) کہتا تھا کہ کیا بات ہے کہ میں قرآن سے جھگڑ رہا ہوں (یعنی قرآن پڑھنے میں مجھ کو دقّت پیش آرہی ہے) ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ اس کے بعد جہری نمازوں میں لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے وقت آواز سے قرأت نہیں کرتے تھے۔

○ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص فخر (تکبّر) سے چادر گھسیٹتا ہوا چلتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی طرف (رحمت کی نظر) سے نہیں دیکھتا

○ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ — یا رسول اللہ! ہم دریا میں سوار ہوتے ہیں (یعنی کشتی میں) اور اپنے ساتھ تھوڑا سا پانی (پینے کے لیے) لے جاتے ہیں۔ اگر ہم دریا کے پانی سے وضو کرلیں ——— ؟

پس فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، پاک کرنے والا ہے پانی اس کا اور حلال ہے مردہ اس کا (یعنی مردہ مچھلی)۔

marfat.com

مُسندِ احمد بن حنبلؒ

○ ایک شخص نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم سے اپنی قساوتِ قلبی (سخت دلی) کی شکایت کی۔ آپؐ نے فرمایا کہ یتیموں کے سر پر (شفقت کا) ہاتھ پھیرا کر اور مسکینوں کو کھانا کھلایا کر۔

○ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے فرمایا، مؤمن تو الفت اور محبّت کا مرکز ہے اور اس آدمی میں کوئی بھلائی نہیں جو دوسروں سے الفت نہیں کرتا اور دوسرے اس سے الفت نہیں کرتے۔

○ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ حیا ایمان کی ایک شاخ ہے اور بے حیائی و بے شرمی بدکاری میں سے ہے اور بدکاری کا مقام دوزخ ہے۔

○ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:

"دو آدمی کپڑا بیچ اور خرید رہے ہوں گے۔ کپڑا سامنے رکھا ہوگا کہ اتنے میں قیامت آجائے۔ وہ دونوں کپڑے کا معاملہ نہیں کرسکیں گے۔ یہاں تک کہ اس کو تہہ کرکے بھی نہیں رکھ سکیں گے ــــ ایک شخص اپنی اونٹنی کا دودھ دوہ کر گھر لے گیا ہے۔ اتنے میں قیامت آجائے گی اور اسے وہ دودھ استعمال کرنے کی مہلت نہ ملے گی۔

ایک آدمی کے لیے حوض تیار کر رہا ہوگا کہ اسی حالت میں قیامت آجائے گی اور اس کو اپنے حوض سے مویشیوں کو پانی پلانے کا موقع نہ ملے گا۔

آدمی نے لقمہ اٹھایا ہوگا کہ قیامت برپا ہو جائے گی تو وہ لقمہ اس کے منہ تک نہیں جاسکے گا۔"

marfat.com

○ میں نے ابوالقاسم صَلَّی اللہ عَلَیہِ وَسَلَّم کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ رحم اور رحمت کسی شخص کے دل سے نہیں نکالی جاتی مگر بدبخت کے دل سے نکال لی جاتی ہے۔

○ نبی صَلَّی اللہ عَلَیہِ وَسَلَّم نے ہم کو حکم دیا ہے کہ جب تم مسجد میں ہو اور اذان دی جائے تو نماز کے لیے تم میں سے کوئی اس وقت تک مسجد سے باہر نہ نکلے جب تک نماز نہ پڑھ لے۔

○ رسول اللہ صَلَّی اللہ عَلَیہِ وَسَلَّم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے آدم کے بیٹے میری عبادت کے لیے اپنے دل کو اچھی طرح مطمئن اور فارغ کرلے میں تیرے دل میں غنا بھر دوں گا اور فقر و احتیاج کے سوراخوں کو بند کر دوں گا اور فقر و افلاس کے سوراخوں کو بھی بند نہ کروں گا۔

○ رسول اللہ صَلَّی اللہ عَلَیہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے احسان کرنے والے بندہ کا شکریہ ادا نہیں کیا اس نے اللہ کا شکر بھی ادا نہیں کیا۔

سُنَنِ دارمیؒ

○ رسول اللہ صَلَّی اللہ عَلَیہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ جو آدمی شرعی رخصت (بیماری وغیرہ جیسے عذر) کے بغیر رمضان کا ایک روزہ بھی چھوڑ دے وہ اگر اس کی جگہ عمر بھر بھی روزے رکھے تو جو چیز فوت ہو گئی وہ پوری ادا نہیں ہو سکتی۔

○ رسول اللہ صَلَّی اللہ عَلَیہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو اس طرح نہ کرے جس طرح اونٹ بیٹھتا ہے اور چاہیے کہ وہ سجدہ میں جاتے ہوئے گھٹنوں سے پہلے اپنے ہاتھوں کو رکھے۔

○ نبی صَلَّی اللہ عَلَیہِ وَسَلَّم جب عید کے دن کسی راستہ سے تشریف لے

marfat.com

جاتے تو اس راستہ سے واپس نہ آتے بلکہ دوسرے راستے سے آتے۔

○ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص پر روزہ کی حالت میں قے غلبہ کرے (یعنی خود قے آجائے) اس پر قضا واجب نہیں اور جو شخص قصداً قے کرے اس پر قضا واجب ہے۔

○ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شہید قتل کی صرف اتنی تکلیف محسوس کرتا ہے جتنی کہ تم چیونٹی کے کاٹنے کی تکلیف محسوس کرتے ہو۔

سُنَنِ دار قطنیؒ

○ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے جمعہ کی ایک رکعت پائی اس کو چاہیے کہ وہ دوسری رکعت اس میں ملائے اور جس شخص کی دونوں رکعتیں فوت ہو جائیں اس کو چاہیے کہ وہ چار رکعت پڑھے (یا آپ نے فرمایا کہ ظہر پڑھے)۔

○ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے بندے کے لیے اس سے بڑھ کر فضیلت کی اور کوئی بات نہیں ہو سکتی کہ وہ دین حاصل کرے۔ دین کی سمجھ رکھنے والا ایک عالم ہزاروں عابدوں سے زیادہ شیطان پر بھاری ہے۔ ہر چیز کی ایک بنیاد ہوتی ہے اور دین اسلام کی بنیاد "دین کی سمجھ" ہے۔

○ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے وضو کیا اور اللہ کا نام لیا پس اس نے اپنا تمام بدن پاک کیا اور جس نے وضو میں اللہ کا نام نہیں لیا اس نے صرف وضو کے اعضاء کو پاک کیا۔

(یہ حدیث حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابن مسعودؓ سے بھی مروی ہے)

شعب الایمان للبیہقیؒ

○ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن حضرت بلالؓ کی قیام گاہ پر پہنچے اور دیکھا کہ ان کے پاس چھواروں کا ایک ڈھیر ہے۔ آپؐ نے فرمایا، بلال یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ اس کو

marfat.com

بلال! کیا تمہیں اس کا ڈر نہیں کہ کل قیامت کے دن آتش دوزخ میں تم اس کی تپش اور سوزش دیکھو —— اے بلال! جو ہاتھ پاس آئے اس کو اپنے اوپر اور دوسروں پر خرچ کرتے رہو اور عرش عظیم کے مالک سے قلت کا خوف نہ کرو۔

○ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ جو شخص دنیا کی دولت حلال طریقے سے اس مقصد کے لیے حاصل کرتا ہے کہ اس کو دوسروں سے سوال نہ کرنا پڑے اور اپنے اہل وعیال کے لیے روزی اور آسائش کا سامان فراہم کرسکے اور اپنے پڑوسیوں کے ساتھ بھی احسان اور سلوک کرسکے تو قیامت کے دن وہ اللہ کے سامنے اس طرح پیش ہوگا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن اور چمکتا ہوگا اور جو شخص دنیا کی دولت حلال ہی ذریعہ سے اس غرض کے لیے حاصل کرنا چاہے کہ وہ بہت دولت مند ہو جائے اور اس دولت مندی کی وجہ سے وہ دوسروں کے مقابلے میں اپنی شان اونچی رکھ سکے اور لوگوں کی نظروں میں بڑا بننے کے لیے داد و دہش کرسکے تو قیامت کے دن وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اس حال میں حاضر ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس پر سخت غضب ناک ہوگا۔

○ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ تین چیزیں ایسی ہیں جو نجات دلانے والی ہیں اور تین ہی چیزیں ہیں جو ہلاک کردینے والی ہیں۔

نجات دلانے والی چیزیں یہ ہیں —— ایک اللہ کا خوف پوشیدگی میں بھی اور ظاہر میں بھی۔ دوسری حق بات کہنا خوشی میں بھی اور غصے میں بھی اور تنگدستی اور خوشحالی ہر حالت میں اعتدال کی راہ پر چلنا۔ اور ہلاک کرنے والی تین چیزیں یہ ہیں، وہ خواہش نفس جس کی پیروی کی جائے اور وہ بخل جس کی اطاعت کی جائے اور انسان کی خود پسندی کی خصلت اور یہ ان سب میں زیادہ سخت ہے۔

---

marfat.com

کتابیات

اس کتاب کی تالیف وتدوین میں جن کتابوں سے براہِ راست یا بالواسطہ اخذ استفادہ کیا گیا ہے، ان کے نام یہ ہیں:

(۱) صحیح بخاری ——— امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ

(۲) صحیح مسلم ——— امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ

(۳) سُنَنِ ابی داوٗد ——— امام ابوداوٗد رحمۃ اللہ علیہ

(۴) سُنَنِ الترمذی ——— امام ابوعیسٰی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ

(۵) سُنَنِ النسائی ——— امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ

(۶) مُسندِ احمد ——— امام احمدؒ بن حنبل

(۷) مستدرکِ حاکم ——— امام حاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ

(۸) فتح الباری ——— حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ

(۹) مشکوٰۃ شریف ——— شیخ ولی الدین ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیبؒ عمری

(۱۰) البدایہ والنہایہ ——— حافظ ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ

(۱۱) تاریخ الامم والملوک ——— ابنِ جریر طبریؒ

(۱۲) الطبقات الکبریٰ ——— محمد ابنِ سعدؒ کاتب الواقدی

(۱۳) السیرۃ النبویہ ——— ابنِ ہشامؒ

(۱۴) زاد المعاد ——— حافظ ابنِ قیمؒ

(۱۵) الاصابہ فی تمییز الصحابہ ——— حافظ ابنِ حجر عسقلانیؒ

(۱۶) تہذیب التہذیب ——— حافظ ابنِ حجر عسقلانیؒ

(۱۷) الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ——— حافظ ابنِ عبدالبرؒ اندلسی

marfat.com

(۱۸) اُسدُالغابہ فی معرفۃ الصحابہ ــــــ علامہ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ
(۱۹) تذکرۃ الحفاظ ــــــ حافظ شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ
(۲۰) سیراعلام النبلاء ــــــ حافظ شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ
(۲۱) حلیۃ الاولیاء ــــــ حافظ ابونُعیمؒ الاصبہانی رحمۃ اللہ علیہ
(۲۲) تاریخ اسلام ــــــ شاہ معین الدین احمد ندویؒ
(۲۳) دائرۂ معارف اسلامیہ (اردو) جلد اوّل ــــــ دانش گاہ پنجاب لاہور
(۲۴) مہاجرینؓ (جلد اوّل و دوم) ــــــ شاہ معین الدین احمد ندویؒ
(۲۵) تابعینؒ ــــــ مولانا شاہ معین الدین احمد ندویؒ
(۲۶) حضرت ابوہریرہؓ ــــــ از محمد عجاج الخطیب اردو ترجمہ مولانا غلام احمد حریری مرحوم
(۲۷) دفاعِ ابوہریرہؓ ــــــ مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب
(۲۸) حضرت ابوہریرہؓ ــــــ حافظ قاری محمد قاسم قاسمی
(۲۹) درسگاہِ رسولؐ کے دو طالب علم ــــــ مولانا اعجاز الحق قدوسی مرحوم
(۳۰) دفاع عن ابی ہریرہؓ ــــــ عبدالمنعم صالح العلی
(۳۱) تاریخ علمِ حدیث ــــــ علامہ اشفاق الرحمٰن کاندھلوی
(۳۲) الکمال فی اسماء الرجال ــــــ شیخ ولی الدین ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیبؒ
(۳۳) بذل القوۃ ــــــ علامہ مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ
(۳۴) رُحَمَآءُ بینَھُم (جلد سوم) ــــــ مولانا مُحَمّد نافع
(۳۵) معارف الحدیث (جلد ا تا ۷) ــــــ مولانا مُحَمّد منظور نعمانی
(۳۶) سیرت حضرت عائشہؓ ــــــ مولانا سید سلیمان ندویؒ

marfat.com